تصحیح وتخریج شدہ نسخہ

ارشاداتِ اکابر

سہ ماہی جوڑ

بتاریخ:

۷،۸،۹،۱۰/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ

مطابق:

31/ ڈسمبر 1،2،3/ جنوری 2023ء

بمقام:

بنگلے والی مسجد مرکز نظام الدین، دھلی

جمع وترتیب:۔

مفتی محمد حسام الدین قاسمی صاحب

سہ ماہی جوڑ کے اُمور

تاریخ	دن	وقت	عنوان	اسمائے گرامی
31؍ڈسمبر 2022ء	ہفتہ	بعد عصر	صفات، معمولات نظام الدین کی حاضری	مولانا عبدالستار صاحب
//	//	بعد مغرب	صوبوں اور ملکوں کے تقاضے	اقبال حفیظ صاحب
//	//	بعد عشاء	حیاۃ الصحابہؓ	حضرت جی دامت برکاتہم
یکم؍جنوری 2023ء	اتوار	بعد فجر	بیان	حضرت جی دامت برکاتہم
//	//	دس بجے سے عصر تک	کارگزاری	حضرت جی دامت برکاتہم
//	//	عصر بعد	دینی وعصری طلبہ کی کارگزاری	
//	//	مغرب بعد	بنجر علاقوں کی کارگزاری	
//	//	بعد عشاء	حیاۃ الصحابہؓ	حضرت جی دامت برکاتہم
2؍جنوری 2023ء	پیر	بعد فجر	بیان	حضرت جی دامت برکاتہم
//	//	10 بجے سے	بیرون جانے والی جماعتوں کے رُخ کی تعین	حضرت جی مع احباب
//	//	بعد ظہر	مقامی کام ومستورات	مفتی یعقوب صاحب
//	//	بعد عصر	اِنفرادی معمولات	
//	//	بعد مغرب	ترغیبی بات اور چند اہم اعلانات	حضرت جی دامت برکاتہم
//	//	بعد عشاء	حیاۃ الصحابہؓ	حضرت جی دامت برکاتہم
3؍جنوری 2023ء	منگل	بعد فجر	بیان	حضرت جی دامت برکاتہم
//	//	قبل ظہر	بات اور دُعاء	حضرت جی دامت برکاتہم
//	//	بعد ظہر	چند اہم اعلانات	مولانا یوسف صاحب

بعد عصر، بروز ہفتہ، بتاریخ 31/ڈسمبر 2022ء بیان: مولانا عبدالستار صاحب

● شریعتیں منسوخ ہوتی رہی ہیں اخلاق نہیں۔ (لہٰذا ہمیشہ با اخلاق رہیں) لَمْ تَكُنْ نَبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَنَاسَخَتْ

(معارف القرآن، جلد اوّل، 288)

● جس کی لائن ہے اُس کا مزاج اختیار کرنا پڑے گا (یعنی یہ نبیوں والا کام ہے اُن کی صفات چاہئے)۔

● ہمیں اپنا مزاج خیر خواہی والا بنانا پڑے گا۔ (یعنی ہم سب کے ساتھ اچھا چاہیں) اَلدِّيْنُ اَلنَّصِيْحَةُ۔ ۲

(بخاری، فی کتاب الایمان فی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الدین النصیحۃ)

● ابراہیم علیہ السلام کو (30) خوبیوں میں آزمایا گیا اور وہ اُن میں پورے اُترے۔ (ابنِ کثیر)

دس خوبیاں: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔۔۔۔۔۔الخ آیت نمبر: 35 پارہ 22 (سورۂ احزاب) میں ہیں۔

دس خوبیاں: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔۔۔۔الخ آیت نمبر: 111، پارہ: 11 (سورۃ التوبہ) میں ہیں۔

10 خوبیاں: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الخ آیت نمبر: 1، پارہ: 18، (سورۃ المؤمنون) میں ہیں۔

● آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مبارک کو چاک کر کے ایمان وحکمت سے بھرا گیا۔ بينما انا عند البيت بين النائم واليقظان اذ سمعت قائلا يقول: احد بين الثلاثة، فاتيت بطست من ذهب فيها ماء زمزم فشرح صدري الى كذا وكذا، قال قتادة: قلت لانس بن مالك: ما يعني؟ قال الى اسفل بطني، فاستخرج قلبي فغسل قلبي بماء زمزم ثم اعيد مكانه ثم حشي ايمانا وحكمة، وفي الحديث قصة طويلة۔ قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، وقد رواه هشام الدستوائي، وهمام، عن قتادة، وفيه عن ابي ذر۔

(بخاری، حدیث نمبر: 3207)

معلوم ہوا کہ داعی جتنا زیادہ ایمان وحکمت سے بھرا ہوا ہوگا اتنا زیادہ اس سے کام ہوگا؛ بناوٹی مال نہیں چلے گا۔

● کسی کو مت کاٹو (کام سے ہٹانے کی کوشش مت کرو) کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گر جاتا ہے۔ عربی کہاوت ہے: مَنْ حَفَرَ بِئْرًا لِاَخِيْهِ فَقَدْ وَقَعَ فِيْهِ۔

● معاملات کی صفائی معمولات کی پابندی بہت بڑی چیز ہے۔ اسی لئے علماء نے اذکار معمولات پر بہت ساری کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب امام نسائیؒ کی عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ ہے جس کا اردو ترجمہ ''نبوی لیل ونہار'' ہے۔

● اس بستی (بستی حضرت نظام الدینؒ) میں کئی کئی جگہیں ایسی ہیں جہاں حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ روتے تھے، سابق صدر جمہوریہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سائیکل کے ذریعہ یہاں سے ہمایوں کے مقبرے کے پاس سے گزرتے ہوئے

''اوکھلا'' (دہلی کا ایک محلہ ہے) جاتے تھے، پہلے دن دوسرے دن رونے کی آواز سنی تیسرے دن تحقیق کئے تو معلوم ہوا کہ حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ ہیں جو اُمت کے غم میں رو رہے ہیں۔

● اِس وقت ہماری زبان زیادہ چل رہی ہے دل اور آنکھ نہیں چل رہے ہیں۔ (لہٰذا دل میں غم اور آنکھوں میں آنسو ہونا چاہئے)

● زبان سے کلمۂ کفر مجبوری میں کہنے کی اجازت ہے، دل سے نہیں۔ (معلوم ہوا کہ دل کو ہمیشہ صحیح رکھنا چاہئے)۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (سورۃ النحل،106)

● دوسروں کو نبھانا اور چلانا چاہئے یہ کہہ کر کہ میرا ساتھی اچھا ہے۔ ہٹو، بچو کوئی چیز نہیں۔

● اپنی تنہائیوں کو بہتر بنانا ہے۔ (یعنی تنہائیوں میں گناہوں سے بچیں)

● ہماری آپسی بے تکلفیاں نقصان دہ ہیں۔

● مرکز نظام الدین بار بار آنا چاہئے، صرف سہ ماہی میں ہی نہیں؛ بلکہ بار بار آنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

● امام کسی کو نہیں دیکھتا مگر سب امام کو دیکھتے ہیں۔ (لہٰذا ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ محتاط رہیں)

● مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (سورۃ فصلت،46)

(جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے اور جو بُرا کام کرے گا اُس کا وبال اُسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں)۔ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہیں۔

● ہجرت سے پہلے ایمان لانے والے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور ہجرت کے بعد والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

ا۔ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (سورۃ الحدید،10)

● ذکر سے، تعلق مع اللہ سے جو مضبوط ہوں گے وہ جمے رہیں گے؛ جیسے مضبوط جڑ والے درخت طوفان میں جمے رہتے ہیں۔

● (اگر ہمارے) دو چار سفر زیادہ ہو گئے یا دو چار باتیں زیادہ کہہ لیں (یعنی اچھا بولنا آ جائے) اپنے کو بڑا سمجھ لیتے ہیں، (ایسا نہیں ہونا چاہئے)۔

● جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اللہ کے عذاب کو روکتا ہے اسی طرح (ہمارا) استغفار بھی عذاب کو روکتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ (سورۃ الانفال،33)

● اعمال ترقی دیتے ہیں نہ کہ خاندانی وجاہت۔ (یعنی آدمی اعمال کی وجہ سے آگے بڑھتا ہے نہ کہ اونچے خاندان کی وجہ سے) ۳۔ (وَمَنْ أَبْطَأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ) ابوداؤد:3643)

● ہم (اپنی) تعریف سے خوش نہ ہوں اور (اپنے اوپر کی جانے والی) تنقید (اپنا عیب بتانے) سے ناراض نہ ہوں۔

● اللہ کا لگایا چلتا ہے اُن کا بچایا بچتا ہے (یعنی جس کو اللہ لگائے وہ لگتا ہے اور جس کو اللہ ہٹائے اس کو کوئی نہیں لگا سکتا)۔

● مسجد کی جماعت (مسجد وار جماعت سے جُڑے رہنا) اور امیر کی اطاعت (یہ دونوں چیزیں) کام میں چلا سکتی ہیں۔

● امیر کے پردے میں تقصیرات (یعنی قصور) معاف ہیں۔ (جیسے مقتدی کوئی سجدۂ سہو کو واجب کرنے والا عمل کرے تو مقتدی پر اِمام کے پیچھے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ہے ایسے ہی امیر و مامور کی اجتہادی غلطیاں بھی معاف ہیں)۔

● پتہ نہیں کس کی کیا ضرورت ہے، سب کی بات سنو، سب کو وقت دو۔

● جیسے حجرِ اسود ہمارے گھر نہیں آتا بلکہ ہم جاتے ہیں (ایسے ہی ہم علماء کے پاس جائیں)۔

● اس کام میں نفوس (لوگوں سے) سے استغناء (بے نیازی) نہیں ہے، (ہاں) جیوب (پیسوں) سے استغناء (بے نیازی) ہے۔

● حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے گھٹنے آپ علیہ السلام کے مبارک گھٹنوں سے لگا کر بیٹھ گئے۔ (مشکوۃ شریف، بینما نحن عند رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیه اثر السفر ولا یعرفه منا احد حتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاسند رکبتیه الی رکبتیه ووضع کفیه علی فخذیه)۔ (اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امیر، امام اور استاذ سے قریب رہے گا اور ملا رہے گا اس کو زیادہ فائدہ ہوگا)۔

● جو امام کے محاذات (یعنی بالکل پیچھے) ہوتا ہے اُس کو دو مرتبہ سلام ملتا ہے۔

صوبوں اور ملکوں کے تقاضے

بتاریخ: ۷/جمادی الاوّل، ۱۴۴۵ھ۔ مطابق: 31/ڈسمبر 2023ء۔ بعد مغرب بیان:

محترم اقبال حفیظ صاحب۔ مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی دامت برکاتہم

ہماری جان، ہمارا مال اور ہمارا وقت یہ سب چیزیں ہمارے پاس تھوڑے وقت کی امانت ہے، کتنا وقت ہے ہم بتا نہیں سکتے۔ امانت صحیح جگہ لگ جائے تو یہ ہمیشہ کام آئے گی۔ ا ے (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔) (سورۃ التوبہ: آیت نمبر: 111)

ہم جان بچانے کے ارادے سے نہیں بلکہ کھپانے کے ارادہ سے چلیں، سوچتے سوچتے کالی ڈاڑھیاں سفید ہوجائیں گی، وقت نکل نہ جائے (اِس لیئے ہر وقت) ہر تقاضہ اور قربانی کیلئے تیار رہنا۔

● جس کی موت خشکی میں آئے اُس کی روح فرشتے نکالتے ہیں، اور جس کی موت سمندر میں آئے اللہ تعالیٰ بنفسِ نفیس اس کی روح نکالتے ہیں، اور اگر قرض ہوتو وہ بھی ادا کرتے ہیں۔ ا ے

مکمل حدیث یوں ہے:

شَهِيْدُ الْبَحْرِ مِثْلُ شَهِيْدَيِ الْبَرِّ، وَالْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ كَالْمُتَشَحِّطِ فِي دَمِهِ فِي الْبَرِّ، وَمَا بَيْنَ الْمَوْجَتَيْنِ كَقَاطِعِ الدُّنْيَا فِي طَاعَةِ اللّٰهِ، وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَكَّلَ مَلَكَ الْمَوْتِ بِقَبْضِ الْاَرْوَاحِ اِلَّا شَهِيْدَ الْبَحْرِ فَاِنَّهُ يَتَوَلّٰى قَبْضَ اَرْوَاحِهِمْ، وَيُغْفَرُ لِشَهِيْدِ الْبَرِّ الذُّنُوْبِ كُلِّهَا اِلَّا الدَّيْنَ، وَلِشَهِيْدِ الْبَحْرِ الذُّنُوْبِ وَالدَّيْنِ۔

ابواُسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا: ”سمندر کا شہید خشکی کے دو شہیدوں کے برابر ہے، سمندر میں جس کا سر چکرائے وہ خشکی میں اپنے خون میں لوٹنے والے کی مانند ہے، اور ایک موج سے دوسری موج تک جانے والا اللہ کی اطاعت میں پوری دنیا کا سفر کرنے والے کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ نے روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت (عزرائیل) کو مقرر کیا ہے، لیکن سمندر کے شہید کی جان اللہ تعالیٰ خود قبض کرتا ہے، خشکی میں شہید ہونے والے کے قرض کے علاوہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن سمندر کے شہید کے قرض سمیت سارے گناہ معاف ہوتے ہیں“۔

(ابن ماجہ، حدیث نمبر: 2778)

● کویت کی ایک جماعت مرکز نظام الدین آئی، انہوں نے کہا:

”ہمیں مسجد واری جماعت کا کام سیکھنا ہے، اُنہیں بھوپال روانہ کیا گیا، اور جب اُن کے ساتھ مسجد واری جماعت کے کام کا مذاکرہ کیا گیا تو جماعت کے ساتھیوں نے کہا: یہ تو ہمیں بھی آتا ہے، عمل بتاؤ عمل“۔

● لوگ ملکوں اور صوبوں میں جانے والوں کو مرکز کا نمائندہ سمجھتے ہیں ”ہم وہاں اپنے آپ کو سنبھال کر رکھیں، پانچ ماہ والوں کیلئے بھی یہی ہدایات ہیں۔“

● جانے والی جماعتیں وہاں کا خرچ بھی ساتھ لے جائیں۔

● اب بعض ملکوں کے تقاضے ہیں، تو اِس کے بارے میں پہلے بھی طئے ہوا' لیکن وہ تو اُس کی تجدید اب ہوئی، کہ جہاں کے ملکوں کے اِجتماعات ہیں تقاضہ کی جماعت جانا ہے' تو اچھا تو یہ ہے کہ اُس سے مہینہ' ڈیڑھ مہینہ' دومہینہ پہلے ہی پہنچ رہے ہوں لیکن یہ بات متعین طئے ہوئی ہے کہ ہمارے دیگر کتنے بھی تقاضے ہوں لیکن 20 روز یعنی اُس اِجتماع' جوڑ وغیرہ جو ہے اُس سے 15 سترہ دن پہلے ہمارا پہنچنا ہو' تاکہ اُس کے اختتام کے اوپر جوڑ آئے، کم سے کم بیس دن کے لیئے وہاں جانا ہو۔

● جو جانے والے ہیں یہ مرکز بنگلہ والی مسجد نظام الدین کے اپنے کو نمائندے سمجھیں اور وہ اِسی نظر سے دیکھتے ہیں' کہ جیسے یہ تو آسمان سے ہی اُترے ہیں وہ تو ہم ہے نہیں۔ وہاں اپنے آپ کو سنبھال کے رکھنا ہوگا۔ یہ عام جماعتوں کے لیئے بھی ہے جو 5 مہینے کی جارہی ہیں اُن کو بھی یہ سمجھانے کی چیز ہوتی ہے کہ بھئی! اگر ہماری جماعت جو نظام الدین سے آئی ہوئی جماعت قرار دی جارہی ہے اور اُس کے اندر خدانخواستہ کوئی ہلکا پن ہو' ہنسی مذاق ہو یا کوئی اور چیز ہو یا کوئی آپس کی ناراضگی ہو تو اُس کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور نظام الدین کا ہلکا پن آتا ہے، یہ تو عام جماعتیں جو 5 مہینے کی جاتی ہیں اُن کے لیے جب یہ بات ہے پھر جو جماعتیں نظام الدین سے تقاضہ پر جارہی ہیں اُن کو کتنی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

● ایک ملک کے اندر مستورات کی ایک جماعت گئی، اُنہوں نے کہا کہ ہم نے مقامی حضرات کی گاڑیاں جو وہ بار بار پیش کررہے تھے اِسی شرط پر قبول کی کہ پیٹرول ہم ڈلوائیں گے اور کہا: پورے 2 مہینے ہماری مستورات نے ہی کھانا پکایا۔

تو یہ جماعت جو تقاضہ پر جارہی ہے مہمان نہیں ہے، یہ کھانے پینے کا اور اندرونِ ملک سفر کا خرچ خود اُٹھائے' کہیں سے بھی اشراف (دل کے سوال) کا شائبہ تک نہ آئے۔

● یاد رہے کہ اپنے علاقوں میں ہمارے ذاتی یا دعوت کے کام کے جو بھی تقاضے ہیں اُنہیں چھوڑ کر یہاں 3 دن پہلے آنا مقدم ہے۔ اگر ہم مر جائیں گے تو بھی وہ کام ہوں گے ہی، کسی جوڑ میں ہم نہیں رہے، تو بھی ہو جائے گا، تو اِس لیئے یہ 3 دن پہلے آنا جو ہے اِس کو ہم لازم سمجھیں۔

مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی دامت برکاتہم

● ہمارے پاس حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان لکھا ہوا ہے؛ بیان کے اندر حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہیں کہ جو آدمی ہر ہفتہ عمومی گشت ہوتا ہے محلہ کے اندر اگر ایک ہفتہ بھی تم محلہ والوں نے کسی ایسے آدمی کی بات کروائی عمومی گشت کے اندر جس کے اوپر دعوت کی فکریں غالب نہیں ہیں تو پورے ہفتے محلہ والوں کو دعوت کی غذا سے محروم کر دیا۔ یہ ہر ہفتہ ہونے والا گشت ہے؟!۔ اب آپ سوچئے! جب ہر ہفتہ ہونے والے گشت کی یہ اہمیت ہے تو جہاں ممالک میں سال میں ایک اجتماع ہو رہا ہو' ایک سال محنت کر کے وہ مجمع کو جمع کر رہے ہیں اُن کو کس سطح کی غذا ملنے کی ضرورت ہوگی۔ کس سطح کی فکریں وہاں پیدا کرنے کی ضرورت ہوگی، اِس کا بہت اہتمام ہو ایسے ہمارے ساتھی ایسے نام پیش کریں۔

● پھر اِس کے اندر ہماری بات میں تاثیر وہاں پیدا ہوتی ہے، کہ جو بات ہم کہہ رہے ہیں وہ ہمارے عمل میں بھی ہو۔ لہٰذا! جو بات ہم کہنے والے ہیں' پہنچا رہے ہیں ہم کوئی ریکارڈنگ نہیں ہیں کہ سنی ہوئی بات ہم نے پہنچائی؛ عمل کا اثر پڑتا ہے، اِس لیئے جتنا اہتمام ابھی ہے اُس سے زیادہ اہتمام کرتے ہوئے ہم جارہے ہیں، ہمارا عمومی گشت، ہمارا مسجد کے اندر وقت کا دینا، ہماری تسبیحات، ہماری تلاوت، باقی ساری چیزیں ہیں اُس کے اِہتمام کے ساتھ ہم جائیں گے تو اُس کے ویسے ہی اثرات ہوں گے۔

دو درخواستیں:

پہلی درخواست

جہاں جہاں ہماری جماعتیں ممالک کے اندر جارہی ہیں 20 دن نکال کر اِس میں اِس بات کی پوری کوشش کریں کہ علاقہ والوں کو عملی کام کر کے دکھائیں' کچھ نہ کچھ۔ صرف بیانات' مذاکرے' کام کی ترتیب' اجتماعات کی محنت' علاقہ کے اندر جگہ جگہ محنت کر کے اُس میں اِجتماعات کرلیں یہ بہت ناکافی بات ہے، شوریٰ والے جو ذمہ دار علاقہ کے ہیں اُن کو 20 دن 25 دن سے پہلے فارغ کرلیں، اپنے ساتھ اُن کو مستقل طور پر نظام الدین کی جماعت جس ملک میں بھی جارہی ہے وہاں کی شوریٰ کو مستقل اپنے ساتھ رکھیں، دیکھیئے! اِس واسطے اصل میں آپ کو بھیجا جارہا ہے۔ محنت تو علاقہ کے اندر ہورہی ہے لیکن ایک لمبا وقت وہاں کی شوریٰ جس ملک میں آپ جارہے ہیں اور نظام الدین کی جماعت؛ اِن کا ایک لمبا وقت ساتھ گزرے، ساتھ گزرنا ہی اصل کام کا سمجھانا ہے۔ اِن کو عملاً دعوت دکھانے کی کوشش کریں بڑے اہتمام سے، دیکھیئے! عمل سے عمل زندہ ہوتا ہے، صرف تقریر بیانات سے تقریر بیانات زندہ ہوتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ گئے' کوفہ والوں نے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں' تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک وضو کر کے دکھائی۔ ا۔ ( ) ' کوفہ کے بچے بچے کو معلوم ہوگیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کیسے تھی۔ تو ایک عمل سے سارے کوفہ والوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو جان لیا، یہ معمول تھا باقاعدہ۔ بڑے چھوٹوں کو عمل کر کر دکھایا کرتے تھے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وضو کر کے دکھا رہے ہیں اور بتارہے ہیں کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وضو ہے۔

دوسری درخواست

نظام الدین آپ حضرات کم سے کم ہر حال میں 3 دن پہلے ضرور آئیں۔ دیکھیئے! بڑا اہم تقاضہ ہے۔ ایک تو 20 دن مکمل اُس ملک کے اندر لگانے ہیں کیونکہ کام مستقل ترقی کرتا ہے۔ کام ہر دن ترقی کر رہا ہے۔ ہمارے حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے اہتمام سے یہ واقعہ سنایا کرتے تھے مولوی عبداللہؒ کا، کہ مولوی عبداللہؒ اپنے یہاں سے حضرت سے اجازت لے کر گئے گھر، کہ حضرت مجھے اجازت دے دیجیئے' میں اپنے گھر جانا چاہتا ہوں' اپنے کھیت کی کٹائی ہے' (ہم نے خود سنا ہے اپنے کانوں سے حاجی صاحبؒ سے) کہ کھیت کی کٹائی ہے، کھیت کی کٹائی کے واسطے گئے تین دن کی چھٹی لے کر، اور 24 گھنٹہ میں جا کر دیکھا تو کھیت کٹ چکا' گیہوں وغیرہ جو بھی تھا وہ گھر پہنچ چکا' سب چیزوں سے فارغ ہوگئے بجائے 3 دن وہاں گزارنے کے 24 گھنٹے ہی میں واپس آ گیا۔ پھر 24 گھنٹہ میں واپس آ کر حضرت جی مولانا الیاس

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مشورہ میں کہنے لگے کہ حضرت! ہماری رائے ہے فلاں کام ایسے نہیں ایسے ہونا چاہئے، حضرتؒ نے فرمایا: مولوی عبداللہ! کام نے 24 گھنٹے ترقی کر لی ہے۔ آپ کام کے اعتبار سے 24 گھنٹے پیچھے رہ گئے۔ کہنے لگے: اب 24 گھنٹے یہاں رہ کر دیکھو! کام نے کیا ترقی کی، پھر کام سے متعلق بات کہنا (رائے دینا)۔

ہمارے صوبہ کے ساتھی اگر نظام الدین میں اپنا وقت نہیں گزارتے اور وہ اپنے صوبہ سے اُٹھ کر ملک کے اندر چلے جاتے ہیں تقاضہ پر تو وہ وہاں نظام الدین کی بات نہیں کہہ رہے ہیں، وہ جو صوبہ میں کام دیکھتے ہوئے آرہے ہیں اُس کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ نمائندگی کرنے کے واسطے کچھ وقت تو ہو یہاں۔ حضرت کے بیان میں فجر کے بعد بیٹھ رہے ہوں۔ روانگی کو بار بار سن رہے ہیں۔ یہاں مستقل ذمہ داروں کے پاس بیٹھ رہے ہیں۔ اُس ملک کے کیا کوائف ہیں، کیا نوعیتیں ہیں، 5 ماہ کی بیرون کی جماعتوں نے کیا کام وہاں سے آ کر کیا اُن کی کارگزاریوں کو مستقل پڑھ رہے ہیں، جو ہمارے یہاں نظام الدین میں ہیں ایسے پُرانے ساتھی ہیں جو اِس ملک کے اندر وقت لگایا ہے وہ اُن کے پاس بیٹھ بیٹھ کے پوچھ رہے ہیں اُن کو **اَلطَّالِبُ الصَّادِقُ لَایُحْرَمُ** (سچا جو طالب ہوتا ہے اللہ کبھی محروم نہیں کرتے)۔ اِس سچی طلب پر اللہ وہاں پے کام آپ کے اوپر کھولیں گے۔ تو 3 دن پہلے آنے کا اہتمام ہو۔

تقاضوں پر جانے والے کیسے ہوں

1) مقامی کام کرنے والے اور کام کو سمجھانے والے ہوں۔

2) یہاں (مرکز نظام الدین) میں بار بار دو ماہ لگا چکے ہوں۔

3) جو پانچ پانچ مہینے کے لیے بیرون کے اسفار کر چکے ہیں اور اگر اُسی ملک کے اندر بھی (جس کا تقاضہ ہے) پہلے سفر کر چکے ہوں تو اور بھی قابلِ ترجیح چیز ہے۔

4) یہاں کی باتیں (یعنی مرکز نظام الدین کی باتیں) چلانے والے ہوں۔

5) جو بات ہم کہہ رہے ہیں وہ ہمارے عمل میں بھی ہو۔ (یعنی معمولات کی بھی پابندی ہو اور دعوت کے میدان میں بھی ہوں)۔

6) جانے سے پہلے کم از کم 3 دن پہلے یہاں آئیں (کم سے کم دو مشوروں اور مختلف میں شرکت کریں) اور واپسی میں بھی مرکز میں رُکیں (اطمینان سے کارگزاری سنائیں)، ٹکٹ بنا کر نہ آئیں۔

بیرون کے تقاضے

ممالک	تواریخ	نوعیت
کمبوڈیا	2 ر سے 17 ر مارچ تک	پورے ملک کا سفر ہے 20 دن کا
موزمبیق	10 ر مئی سے 21 ر مئی تک	اجتماع ہے
برازیل	10 ر مئی سے 30 ر مئی تک	عمومی اجتماع ہے
کوناکری	14 ر جنوری سے 5 مارچ تک	ڈیڑھ مہینہ کا سفر
جاپان	28، 29، 30 ر اپریل	اجتماع ہے
کوریا	5، 6، 7 ر مئی	اجتماع ہے

تین ملکوں میں کام کے راستے بنانے ہیں؛ تین تین ساتھیوں کی مضبوط جماعتیں چاہئے:

آرمینیا (گرجستان)، جارجیا، آذربائیجان۔

اندرون کے تقاضے

ممالک	تواریخ	نوعیت
انڈومان	2/فروری تا13/فروری	
ہماچل	11‘12/مارچ	4ماہ والوں کا جوڑ ہے
نیپال	یکم/مارچ تا13/مارچ	اجتماع اور ملک کا سفر ہے
گجرات	15/مئی سے 25/مئی تک	
کرناٹک	3/مارچ تا12/مارچ	
بنگال	3‘4‘5/مارچ	پُرانوں کا جوڑ ہے۔
برار	18‘19‘20فروری	اجتماع

بعد عشاء، بروز ہفتہ، بتاریخ:31/ڈسمبر۔مطابق:۷/جمادی الاخری ۱۴۴۴ھ

حضرت جی دامت برکاتہم

حیاۃ الصحابہؓ

اَلْاِسْتِخْفَافُ بِالْمُسْلِمِ وَاحْتِقَارُہٗ (مسلمان کو ہلکا اور حقیر سمجھنا) (حیاۃ الصحابہؓ اُردو، جلد2،ص:473)

● ایک ایسی بیماری ہے کہ آدمی اعمال میں کمال پیدا کر کے بھی اس سے بچ نہیں سکتا وہ ہے لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

● جو لوگ اپنے اعمال خیر سے دوسروں کو ہلکا سمجھتے ہیں وہ عجب (خود کو اچھا سمجھنا) کی بیماری میں ہے، عجب سے بچنے کیلئے استغفار ہے، اگر استغفار نہ ہو تو افتخار (اپنے اعمال پر فخر کرنا) ہوگا۔

● بعض دفعہ تحقیرِ مسلم (مسلمان کو حقیر سمجھنا) آدمی کو اسلام سے بھی محروم کر دیتی ہے۔ ● صحابہؓ معاصی (گناہوں) سے نفرت کرتے تھے عاصی (گناہگار) سے نہیں۔ ● آدمی کسی کو اُسی وقت حقیر سمجھتا ہے جب خود کو عزیز (اچھا) سمجھتا ہے۔

● عجب کا اندیشہ جتنا خواص میں ہوتا ہے اُتنا عوام میں نہیں ہوتا۔ ● گنہگار سے گنہگار مسلمان کو عظمت کی نگاہ سے دیکھنے کی مشق کیا کرو۔ ● ایک مسلمان کا مقام بیت اللہ سے اونچا ہے۔ ا۔ وَالْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ حُرْمَۃً مِّنْکِ۔ (مجمع الزوائد) ۳/۶۳۰

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی حکمت اور کمال یہ ہے کہ آپ کا رویہ اور آپؐ کے اخلاق نے یہ محسوس ہونے نہیں دیا کہ عرب وعجم میں فرق ہے۔ ۲۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِيْ تَرَاحُمِہِمْ وَتَوَادِّہِمْ وَتَعَاطُفِہِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَاشْتَکٰی عُضْوًا تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ جَسَدِہٖ بِالسَّہَرِ وَالْحُمّٰی ۔(بخاری،ص:۸۸۹،مشکوۃ،ص:۴۲۲)

● مسلمان ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں، ایک ملک میں ایک شوریٰ بن رہی تھی؛ ایک صاحب نے مجھ سے کہنے لگے کان میں: اِن کوشوریٰ میں نہ لو یہ ہمارے ملک کے نہیں، میں نے وہیں تقریر شروع کردی تو اُنہوں نے معافی مانگی۔

● حضرت عطاء بن ایسارؒ فرماتے ہیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب شروع میں مدینہ آئے تو ان کو چیچک نکل آئی اور وہ اس وقت اتنے چھوٹے تھے کہ ان کی رینٹ ان کے منہ پر بہتی رہتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان سے گھن آتی تھی ایک دن حضور گھر تشریف لائے اور حضرت اُسامہؓ کا منہ دھونے لگے اور انہیں چومنے لگے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس رویہ کو دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی ان کو اپنے سے دور نہیں کروں گی۔

● حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے انتظار میں عرفات سے (مزدلفہ کو) روانگی موخر فرمادی، جب حضرت اسامہؓ آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ نوعمر لڑکے ہیں ناک بیٹھی ہوئی ہے اور رنگ کالا ہے اس پر یمن والوں نے کہا اس (لڑکے) کی وجہ سے ہمیں اتنی دیر روکا گیا، حضرت عروہؓ فرماتے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے، حضرت ابن سعد راوی کہتے ہیں میں نے حضرت یزید بن ہارون سے پوچھا کہ حضرت عروہ جو یہ فرمارہے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن والے جو مرتد ہوئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس رویہ کو حقیر سمجھنے کی سزا میں ہوئے ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عروہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یمن والے حضرت اسامہؓ (کو حقیر سمجھنے) کی وجہ سے ہی کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔

● حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس کچھ لوگ آئے ان میں سے جو عرب تھے ان کو تو حضرت ابوموسیٰؓ نے دیا اور جو عجمی غلام تھے ان کو نہ دیا، حضرت عمرؓ (کو اس کا پتہ چلا تو) انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا؟ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آدمی کو برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

بتاریخ: ۸ر جمادی الاخری۔ مطابق یکم رجنوری 2023ء بروز اتوار۔ بعد فجر، بمقام: مرکز نظام الدین

حضرت جی دامت برکاتہم

(1) میرے عزیز دوستو اور بزرگو! اللہ رب العزت کے اپنے بندوں سے کسی خیر کا کام لینے کے لیئے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ قبولیت شرط ہے۔ اگر آدمی اپنی صلاحیت اور قابلیت پر گھمنڈ کرلے تو بعض مرتبہ اپنی قابلیت کی وجہ سے اللہ رب العزت کے ایسے امر کا انکار کردیتا ہے جس کا انکار ہمیشہ کی محرومی کا سبب بن جاتا ہے؛ اِس لیئے آگے بڑھنے کا سبق صلاحیت نہیں ہے، اور قابلیت نہیں ہے بلکہ قبولیت ہے، قبولیت کیا ہے! قبولیت یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی ایسا حکم دیا جائے جس کے پورا کرنے کا حالات اور تمہاری عقل انکار کرتی ہو تم اُس کو پورا کردو۔

(2) میں کہہ رہا تھا کل بھی کہ کسی عمل پر مداومت یہ اِستقامت کی دلیل نہیں ہے؛ بلکہ ہم تمہاری اِطاعت کو اور تمہارے اِنقیاد کو آزمانے کے لیئے ہم ایسا اَمر لے کر آئیں گے کہ جو اَمر تمہاری حیثیت کے خلاف ہوگا، ہم دیکھنا چاہیں گے کہ اب تک کی عبادت سے تمہارے اندر اطاعت کا جذبہ کتنا پیدا ہوا ہے، اِس لیئے کہ عبادات صرف ادائیگی کے لیئے نہیں ہیں بلکہ عبادات تذلل میں کمال پیدا کرنے کے لیئے ہیں۔ تذلل میں کمال پیدا کرنے کے لیئے عبادات ہیں اور اُس تذلل کے اِمتحان کے لیئے اللہ تعالیٰ کا کوئی نیا اَمر آجاتا ہے، میری بات بہت توجہ چاہتی ہے! سوال اِس کا ہے ہی نہیں کہ ہم نے کہا ہوا ہے پہلے سے وہ تم کر رہے ہو اُس کا سوال نہیں ہے، سوال اِس کا ہے کہ اگر ہم تمہیں کوئی نیا اَمر دے دیں تو تمہیں تمہاری اب تک کی عبادت نے تمہیں تذلل کے کس مقام تک پہنچایا ہے کہ اللہ کے لیئے ذلیل ہونا آجائے یہ عبادات کی قبولیت کی علامت ہے، صرف مداومت کوئی قبولیت کی علامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیئے اُس کے اَمر کو پورا کرنے کے لیئے ذلیل ہونا آجائے یہ عبادت کا حاصل ہے۔ تو میں نے ایک بات عرض کی تھی کہ بعض مرتبہ اپنی قابلیت پر نظر محرومی کا سبب بن جاتی ہے اور اپنے ناکارہ ہونے کی صفت کبھی قبولیت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اپنے ناکارہ ہونے کا سبب کہ ہم کسی قابل نہیں ہیں، اور جہاں قابلیت کا خیال آتا ہے وہاں یہ قابلیت محرومیت کا سبب بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو عبادت کے جس مقام پر رکھا ہے جنہیں بُرائی کا خیال بھی نہیں آسکتا، اُنہیں اُن کی لائین کی عبادت کا کوئی اگلا اَمر نہیں دیا؛ میری بات سب کی توجہ چاہتی ہے! اگر اُن کو اُن کی لائین کی عبادت کا کوئی اگلا اَمر مل جاتا تو میں کہتا ہوں کہ اُس کا پورا کرنا کوئی مشکل نہیں تھا۔ ہم اُنہیں ایسا حکم دیا جس حکم سے اندازہ کرنا تھا کہ اب تک کی عبادت سے اِطاعت اور تذلل کی اِستعداد کتنی پیدا ہوئی ہے، کہ ہمارے نزدیک اِن کی اپنی حیثیت بنی ہے عبادت سے یا...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ...... اِن کی اپنی حیثیت بنی ہے عبادت سے یا اب تک کی عبادت سے ہمارے اَمر کو پورا کرنے کی اِستعداد بنی ہے' یہ دیکھنا ہے، میں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں؛ کیونکہ آدمی کے اپنے کاموں سے دو شکلیں پیدا ہوتی ہیں' ایک عُجب کی شکل پیدا ہوتی ہے ایک تواضع کی شکل پیدا ہوتی ہے۔ ہر آدمی کے عمل سے' جو بھی آدمی عمل کرے گا اُس میں دو چیزیں پیدا ہو سکتی ہیں ایک عجب اور تکبر اور دوسرے تواضع۔ اللہ نے اِمتحان لیا کہ اب تک کی عبادت سے ان کے اندر تذلل کتنا پیدا ہوا ہے، تو حکم یہ دیا کہ سجدہ کیجئے آدم کو؛ کہا کہ یہ ہم نہیں کریں گے' اِس کے علاوہ کوئی اَمر ہو تو بتایئے، اِبلیس نے کہا کہ یہ مَیں نہیں کروں گا؛ اِس لیئے کہ ہماری اب تک کی عبادت سے یہ حیثیت بنی ہے آپ کے قُرب کی اور جو حیثیت بنی ہے یہ حیثیت اِس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ ہم بہتر ہیں' ہم اعلیٰ ہیں یہ ادنیٰ ہیں اور آپ اعلیٰ کو ادنیٰ کے سامنے جھکنے کا حکم دیں ایسا نہیں ہوگا۔ تو یہ نہیں کیا کہ ٹھیک ہے جو کچھ کر رہے ہیں کہ وہ کرتے رہو!! مصیبت تو یہ ہے نا؛ مصیبت تو یہ ہے کہ اگر ایک اَمر کا انکار کردیا تو جہاں تھے وہاں بھی نہیں رہوگے' یہ ہے مصیبت؛ میں یہ کہنا چاہتا ہوں' اگر ایک اَمر کا انکار کرتے ہو تو جہاں تھے وہاں بھی نہیں رہوگے۔ اِس لیئے میں عرض کر رہا تھا کہ قابلیت اِس کا تقاضہ کرتی ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علم پر بھی کمال تھا' عبادت میں بھی کمال تھا' عقل میں بھی کمال تھا، مگر اب تک کی عبادت سے کمالِ عشق نہیں تھا۔ شیطان کے پاس کمالِ عشق نہیں تھا' عجیب بات لکھی ہے!۔ اِس لیئے میں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں کہ اِس آسمان پر سب

سے پہلے عصیان نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ بتلادیا کہ کسی کے اندر بھی کسی عملِ خیر کے کرنے سے اِستحقاق (حق جتانا) کا ذرّہ بھی پیدا نہ ہو۔میری بات توجہ چاہتی ہے؛ اِستحقاق کا ذرّہ بھی پیدا نہ ہو، اِس لیئے کہ اپنی ذات کا اِستحقاق یہی دوسروں کے اِستخفاف (حقارت) کا ذریعہ بنتا ہے۔ میری بات توجہ چاہتی ہے۔اپنی ذات کا اِستحقاق دوسروں کے اِستخفاف کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ ہے اُصولی بات۔اور یہ ڈرنے کی بات ہے' مَیں کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ عبرت کی چیز ہے یہ' سب سے پہلا جو عصیان (گناہ) آسمان پر ہوا ہے وہ قیامت تک آنے والوں کے لیئے سب سے بڑی عبرت ہے یہ، کہ تمہاری قابلیت نے' تمہاری قدامت نے اور تمہارے قُربِ الٰہی نے تمہیں یہاں پہنچایا۔ سیدھی سیدھی بات ہے کہ یہ مَیں یہ نہیں کروں گا کیونکہ اَمر جو آیا ہے وہ اَمر اِس لائین کی عبادت کو بڑھانے کے لیئے نہیں آیا؛ مَیں یہ کہنا چاہ رہا ہوں، اِس لیئے اللہ نے کہیں بھی قرآن وحدیث میں کہیں کہا نہیں کہ تم زیادہ عمل کروگے تو تمہیں ثواب ملے گا! نہیں۔نہیں۔ **اَكْثَرُ عَمَلًا** کہیں نہیں ہے' مجھے کہیں نہیں ملا، بلکہ قرآن میں حدیث میں جہاں ملا وَ اَحْسَنُ عَمَلاً ملا ہے' احسن عمل کیا ہے! جو کہ احسن عمل کی یہ ادنیٰ سطح ہے کہ جو اَمر دیا گیا ہے اُس کو اچھی طرح پورا کردو یہ احسن عمل کی ادنیٰ سطح ہے، اعلیٰ سطح یہ ہے کہ اگر ہم تمہیں کوئی اَمر تمہاری حیثیت کے خلاف دے دیں تو تم اُس کو پورا کردو یہ احسن عمل ہے۔ میری بات سب کی توجہ چاہتی ہے۔احسن عمل یہ ہے ترقی یہ ہے' ترقی یہ ہے' کہ اگر ترقی چاہتے ہو تو جو حکم ہم دیں تم اُس حکم کو پورا کردو۔ اِس لیئے آپ دیکھیں گے قرآن میں کہ **اَكْثَرُ عَمَلًا** نہیں فرمایا، لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ، لِيَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً کہ حکم دیں گے ہم حیثیت کے خلاف؛ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اب تک کی عبادت سے تمہاری حیثیت بنی یا ہماری حیثیت بنی تمہارے دل میں' یہ ہے اصل سوال، تو یہ دو شکلیں ہوتی ہیں' ایک آدمی کے اپنے عمل سے اپنی حیثیت بنتی ہے، ایک آدمی کے اپنے عمل سے اُس کے دل میں اللہ کا درجہ اُس کا مقام بڑھتا ہے' یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں؛ میری بات توجہ چاہتی ہے، جہاں اپنے عمل سے اپنی حیثیت بنتی ہے وہاں اگلے اَمر کا انکار ہوتا ہے اور جہاں اللہ کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور دل میں اُس کا وقار پیدا ہوتا ہے کہ وہاں آدمی کے اندر تجلیوں کی اور اپنے آپ کو ذلیل کرنے والے احکام کو پورا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے' کہ جو حکم دیا جائے گا پورا کرلیں گے۔تو میں نے ایک بات عرض کی ہے کہ قابلیت نہیں قبولیت' قبولیت یہ ہے کہ ہم حکم لائیں گے حیثیت کے خلاف!! چنانچہ شیطان نے انکار کیا وہ محروم ہوگیا اور محروم ہی نہیں ہوگیا بلکہ اُس نے قسم کھالی ہے کہ جس خیر سے میں محروم ہوا ہوں میں تیرے بندوں کو اُس خیر سے محروم کرنے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔ یہ ایک اُصولی بات ہے' کہ جو آدمی خیر سے محروم ہوجاتا ہے اُس کی قوت دوسروں کو خیر سے محروم کرنے پر ہی صرف ہوتی ہے، یہ ایک اُصولی بات ہے، یہ ایک قدیم بات ہے یہ۔ یہ سب سے قدیم بات ہے' کہ آدمی جس خیر سے محروم ہوگا تو اُس کی قوت دوسروں کو اُس خیر سے محروم کرنے میں استعمال ہوگی۔ اے **قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔** (آیت نمبر:82، سورۂ ص) جس طرح کوئی آدمی اگر کسی خیر کو اختیار کرے گا تو یوں کہیں پھر اُس کی قوت باطل کے مقابلہ میں حق پر استعمال ہوگی، آپ دیکھ لیجئے کتنے صحابہؓ ہیں جو حضور اکرم ﷺ پر اسلام قبول کرتے ہی پہلی بات یہ کہی ہے کہ آج کے بعد ہماری ساری قوت اسلام کے قائم کرنے اُس کے پھیلانے پر خرچ ہوگی جیسے اب تک اسلام کو مٹانے پر خرچ ہوئی ہے۔

لا ادع نفقة كنت انفقتها فی صدعن سبیل اللّٰہ الا انفقت ضعفها فی سبیل اللّٰہ، ولا قتالا كنت اقاتل فی صدعن سبیل اللّٰہ الا ابلیت ضعفه فی سبیل اللّٰہ۔ (حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم عربی، جلد ۱، ص:۲۳۸)

میں نے ایک بات عرض کی ہے کہ سوال اِس کا نہیں ہے کہ آپ نے اب تک کیا سوال اِس کا ہے کہ اگر ہم کوئی نیا حکم آپ کو دیں تو اب تک کی عبادت سے آپ کے اندر تذلل کتنا پیدا ہوا، اللہ کے لیئے ذلیل ہونا کتنا آیا؛ تو ہم نے ایک بات عرض کی ہے کہ حکم آئے گا حیثیت کے خلاف۔ اِس لیئے کہا گیا کہ جو سب سے پہلی نافرمانی جو آسمانوں پر ہوئی ہے وہ نافرمانی صرف حسد کی وجہ سے ہوئی ہے، حسد کی یہ خاصیت ہے کہ حسد حاسد کو تنہا کردیتا ہے، تنہا کردیا اُس نے۔سب سے زیادہ اِفتراق کا اور سب سے زیادہ جماعت سے کٹ جانے کا سبب حسد بنتا ہے، آپ دیکھ لیجئے نا! فرشتوں کی پوری جماعت سے ایک فرد کو الگ کردیا گیا؛ علم میں بھی آگے' عمل میں بھی آگے' عبادت میں بھی آگے' عقل میں بھی آگے' سب کہیں میں، لیکن اِس

فردکوفرشتوں کی جماعت سے خارج کر دیا گیا' تو اَمر آیا حیثیت کے خلاف اُس کو پورا کرنا تھا، اِس لیئے جو آپ کر رہے ہیں یہ ابتلاء نہیں ہے، میری بات یادرکھنا جس چیز کا بندہ عاجز ہوجاتا ہے وہ عمل اِبتلاء کا سبب نہیں ہوتا' ابتلاء کا سبب وہ عمل ہوتا ہے جو آپ کی عادت اور آپ کے معمول اور آپ کی حیثیت کے خلاف دیا جارہا ہے۔سنو! بہت دھیان سے' وہ بنتا ہے اصل سبب ترقی کا کہ آپ اِس کو پورا کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں، تو ہم نے عرض کیا کہ پہلا اَمر حیثیت کے خلاف !، تمام ملائکہ نے اَمر کو پورا کر دیا آدم کو سجدہ کر کے' ابلیس نے یہ کہا میں یہ نہیں کروں گا۔

(3) تو اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ اِمتحان لیتے ہیں فرشتوں کا ایسے اِمتحان لیتے ہیں انبیاءؑ کا بھی' کہ اولاد کے ہونے کا جذبہ ہے مگر یہ ہمارا اَمر ہے کہ آپ اس کو ذبح کیجئے !۔ یہ ہمارا حکم ہے کہ آپ اس کو ذبح کیجئے' ذبح کریں گے حکم ہے۔ بچہ کو بھی ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے مشورہ نہیں لیا اور اُن کو اللہ کا حکم نہیں بتلا دیا صرف؛ بلکہ ایک لفظ میں ایک بچہ کی بھی نیت دُرست کرائی ہے؛ فرمایا: فانظر ماذاتریٰ اپنے معاملہ میں آپ خود غور کیجئے۔ جو عمل کے مکلف ہونے کی عمر کو نہیں پہنچا اُس سے کہا جارہا ہے اپنے معاملہ میں خود غور کیجئے، کہ آپ کا ذبح ہونا میرے اَمر سے ہے یا آپ کا ذبح ہونا اللہ کے اَمر سے،ہی فانظر ماذاتریٰ اپنے بارے میں خود غور کرو۔ بچے کہا افعل ماتؤمر یہ نہیں کہا افعل ماتشاء یہ نہیں کہا کہ جس طرح آپ چاہیں کر لیجئے مجھے تو معلوم نہیں' آپ نبی ہیں آپ کا اللہ کا معاملہ ہے آپ جس طرح چاہیں کر لیں' نہیں، فرمایا: افعل ماتؤمر بچہ نے یہ کہا باپ سے آپ کو وہ کرنا چاہئے جس کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میرا حکم ہے کہ میں تمہیں ذبح کروں یا میں چاہتا ہوں' نہیں، فرمایا: فانظر ماذاتریٰ اِس بارے میں تمہارا اپنا کیا خیال ہے!! کیونکہ بندہ کو چاہئے کہ وہ اللہ کے ہر اَمر کو اللہ کی وجہ سے پورا کرے نہ کہ کسی خاندان' کسی قبیلہ' کسی شیخ' کسی مخلوق کے امر کی وجہ سے نہیں اللہ کے اَمر کی وجہ سے پورا کریں فرمایا افعل ماؤمر آپ کو جو حکم دیا گیا ہے آپ پورا کیجئے۔تو ہم نے عرض کیا کہ حکم آتا کبھی آدمی کے اپنے جذبہ کے خلاف، جذبہ اولاد کے ہونے کا ہے اور حکم اولاد کے ذبح کرنے کا ہے، کہکریں گے، اور حکم آیا ہے جذبہ کے خلاف؛ تو ابراہیم علیہ السلام نے حکم پر چھری چلائی ہے۔ یہاں حکم آیا ہے جذبہ کے خلاف۔

(4) **کبھی حکم آتا ہے اللہ کی طرف سے معمول کے خلاف!!**۔ میں عرض کر چکا شروع میں کہ ایک عمل پر مداومت نہ اس میں استقامت کا امتحان ہے نہ اِطاعت کا امتحان ہے' اِمتحان اِس میں ہے کہ ہم حکم لائیں گے آپ کے معمول کے خلاف؛ چنانچہ نماز ہوتی تھی بیت المقدس کی طرف، ہجرت کے بعد بھی 17 مہینے تک نماز بیت المقدس کی طرف ہوتی تھی، ہم حکم لائے کہ آپ رُخ پھیر لیجئے بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ اِس کی کوئی حکومت نہیں سوائے اس کے کہ ہم آپ سب کا اِجتماعی رُخ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ حضرات سب اپنے رُخ میں اِجتماعی رُخ ہے یا اِنفرادی رُخ ہے، ایک ایک فرد کو چھانٹنے کے لیئے، کون ہیں اِن کے اندر جن میں رسولؐ کا پورا اِتباع نہیں ہے۔ ہم نے صرف اس کو جانچنے کے لیئے قبلہ کو بدلا ہے؛ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ ۔۔۔۔۔ الخ، (سورۃ البقرہ، آیت نمبر: 143) صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کس کی رائے ہے دل میں' کون دل میں رائے رکھتا ہے کہ اب قبلۂ اوّل پر ہی رہنا چاہئے، یا یہ کہ ٹھیک ہے! باقی سب کام آپ کے ساتھ ہوں گے' نماز اُدھر بھی پڑھ لیا کریں گے اِدھر بھی پڑھ لیا کریں گے!!، اللہ تعالیٰ کے یہاں اِس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اگر ایک چیز سے روک دیا گیا چاہے آپ اُس کے کتنے بھی عادی ہوں اور آپ اُسے اپنا حق بھی سمجھتے ہوں اس لیئے کہ یہود بیت المقدس کو اپنا قبلہ کہتے تھے، کفار بیت اللہ کو اپنا قبلہ کہتے تھے اور یہود بیت المقدس کو اپنا قبلہ کہتے تھے' جب قبلہ تحلیل (بدل دیا گیا) ہوا تو دونوں کو اشکال تھا' یہود کو تو اشکال تھا کہ ہمارا قبلہ کیوں چھوڑا آپؐ نے!! اور کفار کو یہ اشکال تھا کہ ہمارے بتوں پر آپؐ ایمان نہیں لاتے اِن کو نہیں مانتے تو ہمارا قبلہ کیوں اختیار کیا' بعض کفار خوش بھی تھے کہ اب تو آہستہ آہستہ ہماری طرف آرہے ہیں' اب تک تو ہماری طرف قبلہ کا رخ نہیں کرتے تھے ہمارے قبلہ کا رُخ کرنے لگے ہیں۔ تو میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس آزمائش کے لیئے اس معمول کے خلاف حکم نازل کیا؛ ظہر کی نماز ہورہی تھی' دو رکعت ہو چکی تھی دو رکعت باقی تھی اس درمیان میں حکم آیا کہ آپ رُخ پھیر لیجئے بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف اور ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اب تک کی عبادت سے اور اب تک کی اطاعت

سے تذلل کتنا پیدا ہوا اور اِطاعت کا مادّہ کتنا پیدا ہوا؛ تو میں عرض کر رہا تھا کہ جس لائین کا عمل چل رہا ہے اُس لائین کے عمل کے حکم سے اِطاعت کا امتحان نہیں ہوتا ہم معمول کے خلاف حکم لا کر دیکھیں گے اور چنانچہ حکم معمول کے خلاف آیا کہ آپ رُخ پھیر لیجئے بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف۔ تو تین قسم کے لوگ تھے کفار، یہود اور منافقین؛ علماء نے لکھا ہے کہ سفہاء کہہ کر اللہ نے اِن تین قسم کے لوگوں کا تعارف کرایا ہے' کہ کفار نے تو یہ کہا کہ آپ ؐ نے ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیوں کیا!!، یہود نے اعتراض کیا کہ آپ ؐ نے ہمارا قبلہ کیوں چھوڑا!!، اور منافقین نے یہ اعتراض کیا کہ تم ایک چیز پر باقی کیوں نہیں رہتے' کبھی کچھ بدلتے ہو' کبھی کچھ کرتے ہو کبھی کچھ کرتے ہو!! معترض، تو قرآن نے اِن کو صفہاء کہا' کہ اگر انہیں کوئی اگلا حکم دیا جائے گا تو بے وقوف قسم کے لوگ ہیں جو یہ کہیں گے کہ جب یوں کام ہو رہا تھا اور یوں عبادت ہو رہی تھی تو اُس کو بدلنے کی ضرورت کیا تھی اور اللہ تعالیٰ یہ جواب دے رہے ہیں کہ ہم نے بدلا ہی اِس لیئے ہے کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا تمہارا اِجتماعی طور پر ایک رُخ ہے یا نہیں ہے؛ چنانچہ حکم آیا معمول کے خلاف اور صحابۂ کرام ؓ آپ ؐ کے ساتھ ساتھ فوراً پھر گئے بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف۔ اور جو کمزور ایمان والے تھے اعتراض کیا کہ اِس کی کیا ضرورت تھی!۔ تو ہم نے عرض کیا کہ کہیں حکم آئے گا حیثیت کے خلاف، کہیں حکم آئے گا معمول کے خلاف۔

(5) کہیں حکم آئے گا اچھے جذبہ کے خلاف، کیونکہ ہم تمہیں اِطاعت میں جانچنے کے لیئے تمہارے جذبہ کے خلاف حکم لائیں گے۔ اِطاعت میں آزمانے کے لیئے تمہارے جذبہ کے خلاف حکم لائیں گے۔ کس شوق سے صحابۂ کرام ؓ عمرہ کے لیئے آپ ؐ کو دکھلایا گیا خواب میں عمرہ اور آپ ؐ لے کر گئے صحابہ ؓ کو لیکن حدیبیہ میں آپ ؐ کو عمرہ سے روک دیا گیا؛ سب میں جذبہ عمرہ کرنے کا آپ کو عمرہ سے روک دیا گیا۔ صحابۂ کرام ؓ میں ایک جوش ایک جذبہ، ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اگر ایک خیر کے کام کا آپ کے اندر جذبہ ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ نہیں کرنا ہے تو ہم آپ کو اچھے جذبہ میں بھی آزمانا چاہتے ہیں کہ جذبہ پورا کرتے ہیں یا ہمارے حکم پر جذبہ بھی چھوڑ دیتے ہیں، تو ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس کے ذہن میں یہ ہے کہ نہیں جی ہم تو عمرہ کریں گے' مقابلہ کریں گے؛ کس کے ذہن میں یہ ہے کہ نہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کا جو اَمر ہے ہمیں اُس کو پورا کرنا ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایک کے پاس جاتے تھے' اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ ایسا حکم لے آتے ہیں کہ یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ جو نبی ؐ کی اتباع میں ہیں آیا اِن میں وحدتِ کلمہ بھی ہے کہ نہیں!! کہیں اِن کا اپنا جذبہ اِن کی وحدتِ کلمہ کو ختم تو نہیں کر رہا ہے!!۔ سنو غور سے! اِن کا جذبہ وحدتِ کلمہ کو تو نہیں ختم کر رہا ہے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے تھے کہ آخر ہم کیوں عمرہ نہ کریں!! کیا بات ہے!! بیت اللہ اِن کی جاگیر نہیں ہے' اللہ کا گھر ہے' سب کے لیئے ہے، ہم کیوں نہ عمرہ کریں۔ جس کے پاس بھی جاتے تھے حضرت عمر ؓ اپنی رائے لے کر وہ یہ جواب دیا تھا کہ عمر ؓ! یہ اللہ کے رسول ؐ ہیں' یہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، یہ جو بات کہتے ہیں اللہ کی طرف سے کہتے ہیں؛ جس کے پاس بھی جاتے تھے وہ یہی جواب دیتا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسے مواقع سیرت میں جتنے بھی ہیں وہ صحابۂ کرام ؓ کی آپ ﷺ کے ساتھ اِجتماعیت اور اِطاعت کو جانچنے کے لیئے ہیں، کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون اپنے جذبہ کو قربان کر کے اطاعت کے ساتھ نبی ؐ کی اِطاعت پر ہے اور کون اپنے جذبہ کو پورا کر کے نافرمانی پر ہے؛ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کے پاس جاتے وہ ایک ہی بات کہتے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں' یہ اللہ کے رسول ہیں یہ جیسا کہیں گے ویسا کرنا ہے۔ روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عمرہ کرنے کے جذبہ اور رائے کو لے کر یہ رائے پیش کر کے اِتنا ڈر گئے کہ جب معلوم ہوا کہ آپ ؐ پر وحی آ رہی ہے تو حضرت عمر ؓ یہ سمجھ گئے تھے کہ جو آیتیں نازل ہو رہی ہیں وہ ساری آیتیں میرے خلاف نازل ہو رہی ہیں۔ (فَرَكِبْتُ رَاحِلَتِي فَتَقَدَّمْتُ مَخَافَةَ اَنْ يَّكُوْنَ نَزَلَ فِي شَيْءٍ، البداية والنهاية، جلد نمبر:13، ص:85)

دیکھو تو صحیح!! ایک آدمی ایک اچھے عمل کا جذبہ رکھنے میں بھی اگر نبی ؐ کے اَمر کی مخالفت ہو رہی ہے تو اس کے اندر اتنا خوف پیدا ہو جاتا تھا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری کو لے کر صحابہ ؓ سے دور ہو گئے؛ نعوذ باللہ! اِس بات کے اختلاف سے دور نہیں ہوئے بلکہ جس بات سے اختلاف کر رہے ہیں اُس اختلاف پر عذاب کے آنے ڈر سے کہ میری رائے آپ ؐ کی رائے کے خلاف ہو رہی ہے اب جو قرآن نازل ہو رہا ہے وہ میرے خلاف نازل ہو رہا ہے اپنی سواری کو لے کر الگ ہو گئے کہ جو عذاب مجھ پر آئے وہ میرے ساتھیوں پر نہ آئے؛ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری لے کر الگ ہو گئے کہ جو

عذاب مجھ پر آئے وہ میرے ساتھیوں پر نہ آئے!!۔تو اِدھر آواز لگی کہ عمرؓ کہاں ہیں؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے' کہ لو عمرؓ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کا وعدہ آگیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جذبہ عمرہ کا ہے لیکن حکم واپسی کا ہے اور بظاہر ساری رکاوٹیں غیروں کی طرف سے ہیں مگر اللہ کا حکم بھی یہی ہے' یہ ہے مشکل؛ اگر یہ صرف غیروں کی طرف سے ہوتی رُکاوٹ پھر تو آسان بات تھی مقابلہ کرتے' اللہ کا حکم بھی یہی ہے کہ واپس جانا ہے۔ چنانچہ مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ یہ مثالیں ہیں کہ صحابۂ کرامؓ نے اِس اَمر کو پورا کیا، یہ نہیں دیکھا کہ ہمارا جذبہ کیا ہے بلکہ یہ دیکھا کہ حکم کیا ہے؛ اِس لیئے کہ انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد صرف اِطاعت کرنا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰه کہ ہم رسولؐ کا اتباع کرنے والوں کو اطاعت میں اِس اِس طرح آزمائیں گے' اِس اِس طرح آزمائیں گے۔ کہ عقل حیران ہوگی کہ آخر یہ اَمر کیوں آیا؟! اور میں کہتا ہوں آپ سے اگر اوامر حالات کے اِعتبار سے آئیں اور اوامر عقل کے اِعتبار سے آئیں اور اوامر مسلمان کے اپنے جذبہ اِرادہ کے اِعتبار سے آئیں تو مَیں تو کہتا ہوں کہ یہ خواہش کا راستہ ہے قربانی کا راستہ نہیں ہے، کوئی خواہش کا راستہ ہے قربانی کا راستہ نہیں ہے، قربانی تو یہ ہے کہ ہمارا ہر حکم جو ہوگا وہ تمہارے جذبہ تمہارے حالات کے خلاف ہوگا؛ چنانچہ یہاں اِمتحان اِس کا تھا کہ آپ کا جذبہ عمرہ کرنے کا ہے اور ہمارا حکم واپسی کا ہے؛ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے پوری زندگی اعمال کیئے' صدقات کیئے اِس پر کہ اے اللہ! میرا اُس دن کا گناہ معاف کردے کہ مَیں اپنی بات پر کیوں اَڑا تھا۔ یہ تو اُس آدمی کا عمل ہے جو اِس اُمت کا ملہم ہے، جو اِس اُمت کا ملہم ہے اُس سے ایک عمرہ کرنے کے جذبہ میں صرف رائے کہ عمرہ کرنا چاہیئے ہمیں دب کر صلح نہیں کرنا چاہئے اور یہ رائے (نَعُوْذُبِاللّٰه) نبی کے حکم کے مقابلہ میں نہیں تھی' یہ رائے کے روکنے کے مقابلہ میں تھی' یہ بات یاد رکھنا کہ حضرت عمرؓ کی یہ رائے مشرکین کے روکنے کے مقابلہ میں تھی نَعُوْذُبِاللّٰه حضرت عمرؓ کی یہ رائے نبیؐ کے اَمر کے مقابلہ میں نہیں تھی؛ اِس پر بھی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشان تھے' فرماتے تھے کہ میں نے ساری زندگی بھر اعمال کیئے' صدقات دیئے کہ اے اللہ! میرا اُس دن کا گناہ معاف کردے کہ میں عمرہ کرنے پر کیوں اَڑا ہوا تھا۔تو ہم نے عرض کیا کہ کبھی حکم ایسا بھی آئے گا، اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتے ہیں کہ کبھی حکم ایسا بھی آئے گا کہ آپ کے اندر جذبہ ہوگا ایک عملِ خیر کے کرنے کا اور ہم کہیں گے یہ نہیں کرنا ہے۔تو میں نے عرض کیا کہ بعض مرتبہ ایک چیز آدمی کرنے جارہا ہوتا ہے اور جب بالکل اُس کے کرنے کے قریب پہنچتا ہے تو اچانک حکم آتا ہے کہ آپ اِس کو چھوڑ دیجئے۔آپ میری بات پر غور کرنا۔

(6) خلفائے راشدینؓ نے اپنے خلافت کے زمانوں میں مختلف اُمراءکو' گورنروں کو معزول کیا ہے' کیوں کیا؟! کیونکہ یہ معزولی جو ہوتی تھی یہ دو کاموں کے لیئے ہوتی تھی؛ ایک تو اِطاعت میں آزمانے کے لیئے اور ایک ترقی دینے کے لیئے۔ میری بات سب کی توجہ چاہتی ہے!!۔ زمانہ یہ کہتا ہے حالات یہ کہتے ہیں لوگوں کا مزاج یہ کہتا ہے کہ معزولی ''تنزلی'' ہے اور اگر آپ سیرت پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ معزولی تنزلی نہیں ہے معزولی ترقی کا ذریعہ ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ معزولی ایک اِمتحان ہے۔ میری بات توجہ چاہتی ہے مَیں واقعات نقل کرنا چاہتا ہوں سیرت سے!!۔معزولی ایک اِمتحان ہے، ہم معزول کرکے اِمتحان لینا چاہتے ہیں!!۔آپ دیکھئے کہ جنہیں معزول کیا گیا اُنہوں نے جواب میں کیا کہا؛ حضرت خالدؓ کو معزول کیا گیا؛ اُنہوں نے خبر سنتے ہی کہا: اَلْحَمْدُلِلّٰہِ۔ (خلافت عمر ابن الخطاب، البدایۃ والنہایۃ، جلد: ۷، مطبوعہ بیروت)

اِس معزولی سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اب میدان میں اُتر کر محنت کا زیادہ موقع ملے گا، یہ نہیں کہ معزولی ہمیں گھر بٹھادے گی!! نہیں، کیونکہ اِمارت کی وجہ سے انتظام میں اور لوگوں کی ضروریات میں اِتنی مشغولی ہوجاتی تھی کہ جس سے عمومی محنت کا وقت نہیں ملتا تھا۔ اِس معزولی پر اللہ کا شکر یہ ادا کرتے تھے کہ اب میدان میں اُتر کر کام کرنے کا زیادہ موقع ملے گا۔ سنو تو صحیح! وہ یہ سمجھتے تھے کہ جتنا نیچے اُتر کر کام کریں گے اِتنا کام کرنے کا موقع زیادہ ملے گا، اِس زمانہ کے اندر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جتنا اوپر جاکر کام کریں گے اتنا کام کا موقع زیادہ ملے گا۔ آپ غور کیجئے!!۔لوگ اِسے ترقی کہتے ہیں۔ وہاں آزمائش ہوتی تھی کہ اگر ہم معزول کرتے ہیں تو تمہارا کیا خیال ہے!!۔ سنو غور سے بات!!۔

حضرت خالدؓ کو معزول کیا حضرت عمرؓ نے، مقدر کی بات اللہ تعالیٰ کا نظام ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذمہ داروں سے کوئی بات مخفی رکھتے نہیں ہیں، کسی بھی طرح ذمہ داروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ تو جب حضرت خالدؓ کو معزول کیا گیا تو رات کو اندھیرے میں علقمہؓ ابنِ علاثہ کی ملاقات ہوئی رات کے اندھیرے میں حضرت عمرؓ سے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لہجہ میں شکل میں جسامت میں حضرت خالدؓ کی طرح تھے' اور علقمہؓ نے ملاقات کی اور خالد! خالد! کہہ کر بات شروع کی' کہ اے خالد! یہ جو عمر ہیں نا' اِس نے تجھے معزول کیا ہے یہ محض اس کی تنگ دلی تنگ نظری ہے' کہ تمہیں عین وقت پر معزول کر دیا؛ بات کس سے ہو رہی ہے!! حضرتِ عمرؓ سے' جس نے معزول کیا ہے یہ صرف تنگ نظری ہے اور یہ تنگ دلی ہے: تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری بات سنی اپنے خلاف، اور یہ بھی کہا علقمہؓ نے کہ میرا تو ارادہ تھا مَیں اور میرا بھتیجہ حضرت عمر کے پاس جانے والے تھے کسی ضرورت کے لیئے' لیکن جب وہ اتنا تنگ دل ہے کہ وہ تمہیں معزول کر دیا تو اب میرا ارادہ نہیں ہے کہ عمر سے اب کوئی جا کر سوال کریں اور میں نے بھی طئے کر لیا ہے کہ عمر سے کبھی کوئی سوال نہیں کروں گا' جب اِتنا تنگ نظر آدمی کہ کیوں معزول کر دیا تو ہمارے کس کام آئیں گے وہ!، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری بات سن کر کہنے لگے کہ اچھا یہ تو بتاؤ! کہ اگر تمہارا امیر تمہارے ساتھ زیادتی کرے یا وہ تمہارا حق مار دے تو پھر یہ بتاؤ کہ تمہارا اِرادہ کیا ہے! یہ حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ بن کر علقمہؓ سے سوال کیا؟ علقمہؓ نے کہا: دیکھ خالد! بات یہ ہے کہ ہمیں تو اپنے امیر کی بات ماننی ہے چاہے یہ ہمیں ہمارا حق دیں یا نہ دیں ہمیں اِس سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ گزر گئی رات' یہ اپنے گھر چلے گئے وہ اپنے گھر چلے گئے؛ صبح کو حضرت عمرؓ کی مجلس میں دونوں سامنے بیٹھے ہوئے تھے' حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ علقمہ! رات تمہاری خالد سے کیا باتیں ہوئیں، تمہاری رات خالد سے کیا باتیں ہوئی ہیں بتاؤ؟ خالد نے کہا: امیر المؤمنینؓ! کوئی بات نہیں ہوئی' میری ملاقات بھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی' حضرت عمرؓ نے کہا: اچھا جھوٹ بول رہے ہو! تو اُنھوں نے قسم کھالی' خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری تو اِن سے کئی دن سے ملاقات نہیں ہوئی، حضرتِ علقمہؓ خالد سے کہنے لگے: خالد! جھوٹ بھی بول رہے ہو قسم بھی کھا رہے ہو!!۔ حضرت علقمہ خالد سے کہہ رہے ہیں خالد! تم جھوٹ تو بول رہے ہو کم سے کم قسم تو نہ کھاؤ!!۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں سچ بول رہے ہو!۔ مجھے تو خوشی اِس بات کی ہے کہ جو بات علقمہ نے کہی ہے کہ ہمیں ہر حال میں بات ماننی ہے؛ مجھے تو خوشی اس بات کی ہے کہ ایک آدمی اپنے دل میں یہ جذبہ رکھے کہ ہمیں بات ماننی ہے یہ مجھے ساری دنیا کے حاصل ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔ (لَاَنْ یَّکُوْنَ مِنْ وَّرَائِیْ عَلَی مِثْلِ رَأْیِکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ کَذَا وَکَذَا، حدیث العمر فی احترام الامیر وقصتہ مع علقمہ فی ذالک، حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد نمبر:۲، ص:۸۸) یہ فرمایا حضرت عمرؓ نے۔ تو میں عرض کر رہا تھا یہ باتیں جاننی چاہئیں کہ معزولی وہ ترقی کا سبب ہے تنزلی کا نہیں ہے۔ اور معزولی ایک امتحان ہے، کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اگر اِن کو اِمارت سے معزول ہم کر دیں تو یہ کام کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ اگر اِن کو معزول کر دیا جائے تو اِن کے کام میں کمی آتی ہے یا کام میں زیادتی ہوتی ہے!!۔ یہ بالکل مَیں کہتا ہوں کانٹے کی چیز ہے؛ یا تو آدمی معزولی سے ترقی کرے گا یا معزولی سے محرومی ہوگی۔ میری بات بہت توجہ چاہتی ہے!!۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے اِس کی بہت مثالیں ہیں سیرت میں کہ اگر ہم معزول کر دیں تو تم معزول کے بعد کیا کرتے ہو؟۔ ایک صحابیؓ تھے خالد بن سعیدؓ! اُنھوں نے ایک سال تک ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِمارت سے اِتفاق نہیں کیا، ایک سال کے بعد جب آئے مدینۂ منوّرہ تو ابوبکر صدیقؓ نے یہ فرمایا کہ اے خالد! ایسا کرو کہ جس کام میں تمام لوگ شامل ہو گئے تم بھی اُس میں شامل ہو جاؤ؛ چنانچہ حضرت خالد بن سعیدؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی، جب بیعت ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کو ایک جماعت کا امیر بنا دیا، اُن کا اِکرام کیا، اُن کو جماعت کا امیر بنا دیا اور وہاں طریقہ یہ تھا کسی کو امیر بنایا جائے کسی جتھہ' کسی جماعت کا یا کسی جیش کا یا کسی علاقہ کا تو اُس کے گھر پر ایک جھنڈا گاڑ دیا جاتا تھا جس سے سب کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ امیر الجیش ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جھنڈا تیار کیا اور کہا ایک آدمی سے کہ جاؤ! یہ جھنڈا لے جا کر گاڑ دو حضرت خالد کے مکان پر، خالد بن سعیدؓ کے مکان پر جھنڈا گاڑ دیا گیا' سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ امیر ہیں۔ حضرت عمرؓ کو اِطلاع ہوئی کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے آدمی کو جیش کا امیر بنا دیا جنھوں نے ایک سال تک آپؓ کی اِمارت سے اتفاق نہیں کیا۔ حضرت عمر

نے کہانہیں یہ نہیں، آپ نے اِن کو امیر کیوں بنایا' انہیں ہٹایئے اِمارت سے؛ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ عمر! اب تو میں طئے کرچکا ہوں' سب کو خبر ہو چکی ہے' سب کو معلوم ہوگیا' اب کو اِمارت سے ہٹانا یہ مناسب بات نہیں ہے' یہ خود کیا محسوس کرے گا لوگوں کے نظر میں بھی اچھا نہیں ہوگا، اب تو میں یہ کر چکا ہوں؛ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں آپ اُن سے جھنڈا واپس لیجئے!! اُن سے اِمارت واپس لیجئے!! آپ نے اُنہیں کیوں بنایا!! جنھوں نے آپ سے ایک سال تک اتفاق نہیں کیا آپ نے اُنہیں امیر کیا بنایا!! حضرت عمرؓ کا پہلو احتیاط کا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلو وہ دِلجوئی کا تھا؛ کہ آپ کام اُن کو دیجئے جن پر آپ کو اِعتماد ہے!! جو ایک سال تک مدینے نہیں آئے اور ایک سال تک اُنہوں نے مرکزی مقام پر اپنے آپ کو آپ کے ساتھ نہیں رکھا آپ اُنہیں امیر کیوں بنارہے ہو، کہا کہ عمر! اب تو میں کر چکا، کہا کہ نہیں نہیں! مَیں تو جو کہہ رہا ہوں آپ یہ کر دیجئے! میری درخواست ہے، حضرت عمرؓ کے اِصرار پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے عمر! اگر تمہارا کہنا یہی ہے تو پھر مَیں کرتا ہوں؛ ایک آدمی کو کہا کہ جاؤ! جا کر کہو خالد بن سعید سے کہ تمہاری اِمارت ختم کر دی گئی ہے اور تمہیں جیش کی امارت سے معزول کر دیا گیا ہے' ابوبکر صدیقؓ کا حکم ہے' مَیں اِن کے حکم سے بھیجا گیا ہوں اور جا کر اُن کو بتلا کر جھنڈا اُکھاڑ کر واپس لے آؤ۔ جب وہاں آدمی پہنچا اور جا کر جھنڈا اُکھاڑنے لگا اور جا کر کہہ دیا کہ امیر المؤمنینؓ نے بھیجا ہے اور یہ فرمایا ہے؛ خالد بن سعیدؓ نے کہا کہ ہمیں اِمارت کے ملنے کی کوئی خوشی نہیں تھی اور اِس کے چھننے کا کوئی غم نہیں ہے' مَیں تو کام کرنا ہے۔ جب آئے تھا جھنڈا ہمیں کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی اور جب سے یہاں سے اُکھاڑ کر لے جایا جارہا ہے جھنڈا تو ہمیں اِس کا کوئی غم نہیں ہے۔ (حیاۃ الصحابہؓ، ج:۲،ص:۲۴) اِس لیئے کہ مخلص وہ ہوتا ہے کہ نہ تو ملامت سے ملول ہوتا ہے اور نہ تعریف سے کبھی خوش ہوتا ہے یہ مخلص کی علامت ہے۔ ملامت سے اُسے خوف نہیں ہوتا کہ لوگ کیا کہیں گے' ذلت ہوگی، لوگ کہیں گے کہ بھئی! کیا بات ہوگئی، کیا بات ہوگئی، بھئی کیا بات ہوگئی۔ مَیں جو واقعات عرض کرر ہا ہوں اِن کی سخت ضرورت ہے!! مَیں بہت اہم بات عرض کرر ہا ہوں۔ کسی بھی چھوٹے بڑے کام کے کرنے کے بعد اُس کا اِستحقاق پیدا ہو جانا یہ آدمی کو سخت ابتلاء میں ڈال دیتا ہے، اِستحقاق پیدا ہو جانا کہ جی تو ہمارا حق بنتا ہے؛ اِستحقاق نہیں پیدا ہونا چاہئے، مَیں شروع سے عرض کرر ہا ہوں۔ تو میرے دوستو عزیزو! اِس طرح اَمر آتا ہے۔

(7) حضرت یوسف صاحبؒ عجیب مثال دے کے فرماتے تھے؛ مَیں تمہیں مثال دیتا ہوں' بعض مرتبہ لوگ سختی کو اور پابندیوں کو اپنی تنزلی کا سبب سمجھ لیتے ہیں؛ حالانکہ سختی اور پابندی یہ ترقی کا سبب ہے، مَیں مولانا یوسف صاحبؒ کے بیان کا ٹکڑا عرض کرر ہا ہوں؛ مثال دے کر سمجھانے لگے مجمع کوئی پُرانوں کا مجمع تھا؛ کہنے لگے: تم دیکھتے نہیں ہو کہ بچے پتنگ اُڑاتے ہیں، جب یہ پتنگ کچھ اُڑ جاتی ہے اور فضاء میں چلی جاتی ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پتنگ اُڑنے سے پہلے دسیوں بار گرتی ہے؛ اڑتی ہے پھر گر جاتی ہے' پھر اُڑتی ہے پھر گر جاتی ہے' پھر اڑتی ہے پھر گر جاتی ہے' بڑی مشکل سے بچہ اُس کو کسی طرح ہوا کی فضاء کے حوالہ کرتا ہے۔ بہت اچھی مثال ہے یہ۔ سب کے سننے کی ہے' کہ جتنے آسمان پر اُڑتے ہیں نا' کام کرنے والے اِن کا اِبتدائی زمانہ دیکھو!۔ جتنے تاجر عالمی سطح پر تجارت کرر ہے ہیں اِن کا اِبتدائی زمانہ دیکھو!۔ کہ وہ ٹھیلے لے کر پھرتے تھے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر کام کرنے والے کو اپنا ماضی ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے کہ ہم کہاں سے کہاں آئے ہیں اور اگر وہ سامنے نہیں رکھو گے تو یوں خیال کرو گے کہ ہم جہاں ہیں یہیں ہیں ہمیشہ سے حالانکہ یہاں آپ ہمیشہ سے نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے ابتدائی طور پر نگاہ رکھے۔ اِس سے دو باتیں پیدا ہوں گی؛ ایک تو ندامت باقی رہے گی کہ ہم تو اِس قابل نہیں تھے ہم تو اِس قابل نہیں تھے اللہ نے یہاں پہنچایا اور دوسری بات یہ ہے کہ اِس سے اِستحقاق پیدا نہیں ہوگا؛ کہ بھئی ہم تو اِس قابل تھے ہی نہیں!!۔ تو میں نے عرض کیا کہ پتنگ گرتی ہے اُڑتی ہے' گرتی ہے اُڑتی ہے یہاں تک کہ جب فضاء میں پہنچ جاتی ہے تو پتنگ یہ سمجھتی ہے کہ میرے اندر تو بہت اُڑنے کی صلاحیت ہے مگر یہ ڈور جس ہاتھ میں ہے یہ مجھے چھوڑتا نہیں ہے!!۔ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ جی بہت صلاحیت ہے لیکن ہمارے یہاں جو ذمہ دار ہیں ہمیں اِستعمال ہی نہیں کرتے!! موقع ہی نہیں دیتے!! یہ شکایتیں ہیں؛ ہمارے اندر تو بہت صلاحیت ہے' ارے! صلاحیت ہے تو شروع میں گر کیوں رہے تھے؟! اب وہ تقاضہ ایک طرف رکھتے ہیں' کہ جی کیا کریں ہمیں پابند کرر کھا ہے یہ، ڈور

چھوڑیں، ہم تو بہت آسمان پر اڑنے والے ہیں۔ تو فرمانے لگے حضرتؒ بیان میں کہ یہ پتنگ کی ڈور کو کھینچتا ہے جسے وہ یہ سمجھتی ہے کہ یہ مجھے اُتارنا چاہ رہا ہے حالانکہ یہ کھینچنا تو پتنگ کو اُٹھانے کے لیئے ہوتا ہے' حضرتؒ کے بیان کا جملہ ہے یہ۔ کیسی عجیب بات ہے!!!۔ ڈور کھینچنا تو؛ وہ تو اُٹھانے کے لیئے ہوتا ہے!۔ میں تو یہ بیان پڑھ کے حیران ہوگیا تھا۔ مَیں نے کہا وہ کھینچتا ہے پوری قوت سے ڈور کو اُٹھانے کے لیئے' جب وہ اُٹھنے لگتی ہے پھر وہ ڈھیلا چھوڑتا ہے، جب وہ گرنے لگتی ہے پھر کھینچتا ہے اُس کو!!۔ کیسی عجیب بات ہے! کہ جہاں تمہیں ضعف آئے گا وہاں پابندی لگے گی اور تم یہ سمجھو گے کہ یہ ہمیں نیچے اُتارنا چاہتے ہیں۔ پھر اگلی بات یہ فرمائی کہ پھر تو ترقی پر چلے جاؤ اور تم فضاء میں کام کرنے لگو تو یکسوئی کے ساتھ کام کرنا کسی سے مقابلہ مت کرنا۔ فرماتے تھے: جب تک یہ فضاء میں اُڑتی رہتی ہے ترقی کرتی ہے اور جب کسی سے مقابلہ ہو جاتا ہے۔ جب پینچ لڑائے جاتے ہیں نا! تو پھر ڈور کٹ جاتی ہے اور جب ڈور کٹ جاتی ہے تو یہ بڑے خوش ہوتے ہیں کہ چلو! ایک ٹانگ پھنسی ہوئی تھی ہم نکل گئے ہیں اب' کام کا موقع ملے گا!!۔ یا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چلو! یہ ڈور کٹی ہے اب ہم زیادہ اُڑیں گے حالانکہ اُنہیں معلوم نہیں ہے کہ اِس ڈور کے کٹنے کے بعد تھوڑی دیر یہ فضاء میں رہیں گے۔ یہ نہیں کہ یہ فضاء میں پہنچ گئے تو باقی رہیں گے! ڈور کٹنے کے بعد آپ جانتے ہیں سب! پھر پتنگ فضاء میں تھوڑی دیر رہتی ہے' اُس کے بعد نیچے آتی ہے' نیچے آتی ہے آہستہ آہستہ...... یہاں تک کہ یہ کھمبے کے تاروں میں یا گندے نالوں میں یا بچوں کے ہاتھوں میں آ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔ سیدھی سیدھی بات ہے۔ یہ پورا بیان حضرتؒ کا میں آپ سے نقل کر رہا ہوں۔ یہ تھی بات!!۔ آدمی سمجھتا ہے کہ زیادتی ہو رہی ہے حالانکہ یہ ترقی کے اسباب ہیں، اِس لیئے کہ ساری خیریں ناگواریوں میں رکھ دی گئی ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ تو یہاں تک فرماتے ہیں' عجیب بات فرمائی! واقعی ہم سب کی کام کی بات ہے؛ فرماتے تھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جو ناگواریاں اور جو تکالیف تمہیں اجتماعیت میں نظر آ رہی ہیں وہ اُن تمام خیروں سے بہتر ہیں جو تمہیں اِفتراق میں نظر آ رہی ہیں۔ (خطبہ ابن مسعود فی التحذیر من الخلاف: ان ما تکرھون فی الجماعة خیر مما تحبون فی الفرقه، حیاۃ الصحابہؓ عربی، ج:۲،ص:۲) جو ناگواریاں اور جو تکالیف یہ بہت بہت ہیں تکالیف اور یہ بہت بہتر ہیں ناگواریاں اُن تمام خیروں سے جو خیریں تمہیں اِفتراق میں نظر آ رہی ہیں۔ جو خیریں تمہیں اِفتراق میں نظر آ رہی ہیں اُن سے زیادہ بہتر وہ ناگواریاں ہیں جو تمہیں اِجتماعیت میں پیش آ رہی ہیں۔

(8) تو مَیں نے عرض کیا کہ ایسے بھی حکم آتا ہے۔ چنانچہ اللہ ربُّ العزّت نبیؐ کی اطاعت کرنے والوں کو یوں آزماتے ہیں، کہ اچانک حکم لے آویں؛ صحابہٴ کرامؓ سفر میں تھے کھانا ختم ہو گیا' کھانے کے لیئے کچھ نہیں ہے، خیال یہ آیا کہ سواری ذبح کر کے گوشت پکایا جائے اِس لیئے کہ پیدل چلنا تو آسان ہے بھوکا رہنا مشکل ہے۔ چنانچہ سواریوں کے لیئے گدھے ہوا کرتے تھے؛ اور گدھے اُس وقت تک حلال تھے' گدھے حلال تھے۔ (حوالہ: نہی عن المتعة وعن لحوم الحمر الاهلیة، بخاری، کتاب النکاح) بکرے کی طرح، ذبح کیا' گوشت تیار کیا صحابہٴ کرامؓ نے، جب کھانا بالکل تیار ہونے کو ہوا اور صحابہؓ دیکھ رہے ہیں کہ گوشت گلنے کو ہے' ہانڈیاں چھولہوں پر تیار ہیں' یہ کھانے کے لیئے تیار تھے' کہ اللہ دیکھ رہے ہیں کہ سفر میں ہیں' کھانے کے لیے کچھ نہیں ہیں' گوشت تیار ہو رہا ہے! اچانک حکم آ گیا کہ ہم نے ابھی ابھی گدھے کے گوشت کو حرام کر دیا ہے۔ نَعُوْذُبِاللّٰہ! نَعُوْذُبِاللّٰہ! کوئی ہے کہنے والا کہ بھئی! مدینے پہنچ جاتے' سفر پورا ہو جاتا یا اِس کا متبادل پہلے مل جاتا' پہلے اللہ اِس کا متبادل دیں پھر اِس کو حرام کریں!!! اگر یہ سارا انتظام ہو جاوے تو پھر تمہاری اِطاعت کا کمال کیا ہے!!۔ اگر ہم تمہیں گدھے کے گوشت کا متبادل دے دیں پھر اِس کو حرام کر دیں تو تمہاری اِطاعت کا کمال کیا ہے!! چنانچہ آپؐ نے اعلان کر دیا کہ جاؤ! اعلان کر دو صحابہؓ میں کہ ابھی سے' اِسی وقت گدھے کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا آپؐ نے حکم دیا کہ کھانا پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو۔ برتنوں کو توڑنے کا حکم کیوں دیا!!! تا کہ اِس کا مسالہ بھی چاٹنے کا خیال نہ آوے برتن توڑ دو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر حکم آپ کا برتن توڑنے کا ہے ہم بالکل تیار ہیں توڑنے کے لیئے لیکن اِتنا فرما دیجئے اگر ہم رگڑ کر اچھی طرح برتنوں کو صاف کر دیں فرمایا کہ چلو ایسا کر لو؛ ورنہ حکم یہ دیا تھا کہ برتن بھی توڑ دیں۔ ہاں!۔ آزمائش ہے نا!۔ اِس لیئے مَیں نے عرض کیا کہ جو حکم آئے گا

وہ کبھی حالات کے بھی خلاف آئے گا' جذبہ کے بھی خلاف آئے گا؛ چنانچہ شریعت میں شکار کی ایک شکل ہے کَلْبِ مُعَلَّم سدھایا ہوا کتا (سکھلایا ہوا کتا)، اُن کے شکار کے حلال ہونے کے لیئے چند شرائط ہیں' کہ آپ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر اُس کو چھوڑیں اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کتا اُس میں سے خود نہ کھائے لاکر' مالک کے حوالے کرے۔ یہ شرط پھر بھی آسان ہے؛ تیسری شرط بڑی مشکل ہے' کہ جب یہ کتا دوڑ رہا ہو شکار کی طرف اور قریب ہو کہ وہ شکار پر حملہ کردے لیکن مالک اِس کو آواز دے کر روک دے تو یہ مالک کی آواز پر رُک جائے، شکار کو چھوڑ دے، اُس پر حملہ نہ کرے، اِتنا مالک کی اطاعت کرنے والا ہو' تب تو اِس کا شکار حلال ہے اور یہ مالک کی آواز پر رُکتا نہیں ہے اور کام کرجاتا ہے اپنا تو اِس کا شکار حلال نہیں ہے؛ آپ ذرا اندازہ کیجیے!!۔حیوانات کی سب سے رذیل مخلوق!اگر اُس میں بھی اِطاعت نہیں ہے تو اُس کا شکار قابلِ قبول نہیں ہے تو بھئی !اشرف المخلوقات اِنسان اگر اِس میں اِطاعت نہیں ہے تو اِس کا عمل قابلِ قبول کیسے ہوسکتا ہے!!۔سیدھی سیدھی بات!!۔غور کرو!!۔ہم سوچتے نہیں ہیں جس طرح' جیسے چاہو کرلو!!۔جس طرح چاہو' کرلو!!۔

(9) حضرتؒ فرماتے تھے: قیامت تک کے لیئے یہ اُصول ہے کہ غیبی مددوں کا مشاہدہ اللہ اُن کو کرائیں گے جو ظاہر کے خلاف حکم پورا کریں گے۔ظاہر کے خلاف جو حکم کو پورا کریں گے اللہ اُن کو غیبی مددوں کا مشاہدہ کرائیں گے۔بہت سے مواقع ایسے ہیں' کہ ساتھی اُس میں اپنی عقل کو شامل کرکے کچھ کا کچھ کرجاتے ہیں۔اور وہ مواقع دیکھتے ہیں اور مَیں کہتا ہوں کہ مواقع اللہ تعالیٰ معین ہی اِس لیئے کرتے ہیں تمہاری اِطاعت کا اِمتحان لینا ہے۔اللہ کا نظام ہے' اللہ تعالیٰ اِطاعت میں آزمانے کے لیئے ایسا نہیں کرتے کہ آدمی (نعوذباللہ' نعوذباللہ) زنا کا ارادہ کرے اور نہ کرسکے!! اور شراب پینا چاہے اور اُس کا ہاتھ ہی نہ اُٹھے' اُس کا منہ ہی نہ کھلے؛ یہ نہیں ہوگا؛ بلکہ مَیں کہتا ہوں کہ غلط کاموں کے کرنے میں رُکاوٹ کا پیدا ہونا اِطاعت کا اِمتحان نہیں ہے غلط کام کے کرنے میں سہولتوں کا ملنا یہ اِطاعت کا اِمتحان ہے۔میری بات سب کی توجہ چاہتی ہے!!!۔کسی غلط کام کے کرنے میں سہولت کا مہیا ہونا؛ جس کام سے اللہ روکتے ہیں اُس کام کی سہولتیں دیتے ہیں' جس کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں اُس میں رُکاوٹیں پیدا کرتے ہیں' جس کام سے روکتے ہیں اُس میں سہولتیں پیدا کرتے ہیں۔مَیں سمجھتا ہوں ان مع العسر یسرا کا مطلب ہی یہی ہے' کہ ہم عسر لائیں گے اوامر کے ساتھ، اگر آپ اِس دُشواری سے گزر جائیں تو پھر آپ سے یسر کا وعدہ ہے۔جو عسر سے نہیں گزرے گا' جو سختی سے نہیں گزرے گا اُس سے آسانی کا کوئی وعدہ ہی نہیں ہے۔عسر کے بغیر یسر کا وعدہ نہیں ہے۔

(10) مَیں نے ایک بات عرض کی ہے' کہ اللہ کا نظام ہے یہ' کہ وہ جس کام سے روکیں گے اُس کے کرنے کی سہولت دیں گے اور جس کام کے کرنے کا حکم دیں گے اُس میں رکاوٹیں پیدا کریں گے' دیکھنے کے لیئے، اصحاب السبت کو ہفتہ کے دن شکار سے روک دیا گیا تھا' حالانکہ اللہ کا اِس میں کیا فائدہ ہے کیا نقصان ہے!! کچھ نہیں ہے!! ہم تو تمہیں اِطاعت میں آزمانا چاہتے ہیں؛ مَیں کہتا ہوں کہ اگر ہفتہ کے دن مچھلیاں سمندر کی تہہ میں اُتر جائیں اور یہ ہفتہ کے دن شکار نہ کریں تو کوئی طمع نہیں ہے' کوئی شکار ہی نہیں ہے، تو شکار نہ کرنے میں کیا کمال ہے' کوئی شکار ہی نہیں ہے تو شکار نہ کرنا!! یہ کمالِ اطاعت نہیں ہے کہ آج شکار نہ کریں گے کیونکہ منع کردیا گیا ہے' نہیں، کمال یہ ہے کہ روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنہیں ہفتہ کے شکار سے روک کر ہفتہ کے دن ساری سمندر کی مچھلیوں کو پانی سطح پر ایسا جمع کردیا کرتے تھے کہ پانی نظر نہیں آتا تھا۔اِمتحان ہے' پانی نیچے مچھلیاں اوپر' ہوا ایسا کہ ایسا پورا دریا مچھلیوں کا بھرجاتا تھا مچھلیوں سے کہ پانی نظر نہیں آتا تھا۔پانی نیچے مچھلیاں اوپر؛ ہم دیکھنا چاہتے ہیں! کہ اگر ہم آج ہفتہ کے دن تمہیں شکار کی یہ سہولت دے دیں تو تم اِس سہولت کی وجہ سے حکم پورا کرتے ہو یا توڑتے ہو۔میں نے اِس کی مثال دی، کہ جس کام سے روکیں گے اُس میں سہولت پیدا کریں گے۔اور تمہیں موقع دکھلائیں گے کہ یہ موقع اچھا ہے کرنے کا؛ چنانچہ اِنہوں نے اللہ کے اَمر کے ساتھ حیلہ کیا، اللہ کے اَمر کے ساتھ حِیلہ کرنا یوں کہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے سب سے جلدی عذاب کے آنے کا سبب ہے۔سب سے سخت عذاب اور جلدی عذاب جو آتا ہے وہ اللہ کے اوامر کے ساتھ حیلہ کرنے سے آتا ہے۔اللہ مجھے معاف فرمائے، حیلہ کسے کہتے ہیں؟ حیلہ کہتے ہیں بائی پاس! اگر کوئی آدمی جاننا چاہے کہ

حیلہ کیا ہے! تو حیلہ بائی پاس ہے' کہ بھئی! اِدھر سے جانے میں تو بڑی دُشواری ہوگی بائی پاس سے نکل جائیں۔ ہم جارہے تھے سفر میں' کسی نے بتایا نہیں' جام لگا ہوا ہے' اندھادھند ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے اور شاید گھنٹہ' دو گھنٹے لگ جائیں گے اِنتظار میں! لہٰذا یہاں سے بائی پاس ہے' اب تو راستہ تو یہی ہے، ہم تو راستہ سے جائیں گے' اِنتظار کرلیں گے!! اُنہوں نے کہا کہ جی! نہیں؛ نہیں؛ کچھ پتہ نہیں ہے' کب راستہ کھلے گا؛ جب اِفتراق سب کا ہوا تو ہم خاموش ہوگئے، وہاں سے اُنہوں نے پیچھے کر کے ایک گاؤں میں گاڑی گھسائی، گاؤں' گاؤں' گاؤں چلتے رہے، دو گھنٹہ کے بعد جب آئے تو کاندھلہ کے اڈّے پے تھے' جہاں سے چلے تھے وہیں۔ کاندھلہ سے سہارنپور جارہے تھے۔ سُبل کا اتباع کررہے تھے' سُبل کا اِتباع کرتے ہیں نا! وہ اِس طرح اپنے راستہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ اِس لیے فرمایا: وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (سورۃ انعام، آیت نمبر:۱۵۲) میں سمجھتا ہوں یہ حِیل ہے، یہ سبل ہی حِیل ہیں' اُنہوں نے حیلہ کیا کہ ہفتہ کے دن شکار سے روکتے ہیں تو کیا بات ہے! ہم ایسا کرتے ہیں کہ اِس دریا کے کنارے حوض بنادیتے ہیں چھوٹے چھوٹے گڑھے کھود دیتے ہیں جو ہفتہ کے دن مچھلیاں اوپر آئیں گی وہ گڑھے میں گر جائیں گی اِتوار کو نکال لیں گے۔ اچھے اچھے دیندار لوگ وہ اپنے علم کو حیلہ میں استعمال کرتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ گھٹیا دین ہوتا ہے اُس شخص کا جو اللہ کے ساتھ حیلہ کرتا ہے۔ اور حیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امر کو اس طرح پورا کرنا دشوار ہورہا ہے تو پھر ایسا کرو کہ کوئی دوسرا راستہ نکال لیں۔ آپ جانتے ہیں آپ کے یہاں سڑک بن رہی ہوتی ہے جاکے دیکھو وہاں!!۔ عرب ملکوں میں کہیں سڑک بن رہی ہوگی' ٹوٹ رہی ہوگی وہاں کوئی متبادل راستہ دیں گے نا!! اُس پے لکھ دیتے ہیں تحویلات؛!۔ تحویل!! کہ بھئی! یہ راستہ بند ہے آپ اِدھر چلے جاؤ' اُدھر چلے جاؤ!۔ تحویل' جسے حیلہ کہتے ہیں: اللہ نے جس امر کو جس طرح پورا کرنے کا حکم دیا ہے تم اس کو بدل کر نیا راستہ نکالو اپنی سہولت کا اِس کو حیلہ کہتے ہیں۔

(11) تو میں نے ایک بات عرض کی ہے' مواقع ملتے ہیں ساتھیوں کو' مواقع' کہ چلو! یہ موقع ہے یوں کرلو۔ فرماتے تھے: جو اپنے مواقع کو گنوادیں گے حکم پر اور پرواہ نہیں کریں گے کسی موقع کی اللہ تعالیٰ اِن کو غیبی مددوں کا مشاہدہ کرائیں گے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ جاؤ! میدان کا حال معلوم کر کے آؤ، کوئی نیا کام مت کرنا' صرف میدان دیکھ کر آجاؤ۔ گئے؛ وہاں دیکھا کہ رات کا وقت تھا' ساری فوج لشکر مشرکین کا اور سپہ سالار ابوسفیان!! یہ موقع بڑا اچھا ہے! یہ قریب ہوگئے' وہ آگ پے تاپ رہا تھا' یہ اندھیرے میں تھے' اُس نے اِن کو دیکھا نہیں' اِنہوں نے اُس کو اچھی طرح دیکھ لیا!!۔ قریب پہنچ گئے، خیال آیا کہ اِس سے اچھا موقع کیا ہوگا اِسے یہاں نمٹا دیا جائے!! فرماتے ہیں تیر نکالا اور نشانہ بنایا مگر خیال یہ آیا دل میں کہ مجھ سے کہا گیا تھا کوئی نیا کام مت کرنا' منظر دیکھ کر آجاؤ، صرف یہ حضور اکرم ﷺ کی ہدایات کی وجہ سے اِنہوں نے ابوسفیان کو قتل نہیں کیا؛ ورنہ موقع ایسا اچھا تھا کہ اِسے نمٹا دیتے تو ساری فوج کے پاؤں اُکھڑ جاتے لیکن نہیں کیا، کہ مجھے یہ کرنے کے لیئے کہا ہی نہیں گیا ہے!۔ چونکہ مزاج یہ بنایا تھا کہ ہم جو کہیں وہ کرلو، اگر تمہیں کوئی موقع نظر آئے کہیں۔ اور واقعی میں عرض کرتا ہوں کہ جو ہدایات پر عمل کر کے مواقع کو چھوڑ دیتے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ بڑی بڑی خیروں سے نوازتے ہیں۔ (حضرتِ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے قتل کا موقع ملا تھا جاسوسی کے وقت' اس کو چھوڑ کر ہدایت (يَا حُذَيْفَةُ اِذْهَبْ فَادْخُلْ مَعَ الْقَوْمِ فَانْظُرْ مَاذَا يَصْنَعُوْنَ وَلَا تَحْدِثَنَّ شَيْئًا حَتّٰى تَأْتِيَنَا۔ ترجمہ: اے حذیفہ! اُٹھ کھڑا ہو اور دشمن کے جتھہ میں جاکر اُن کی خبر لا، کوئی حرکت نہ کر کے آئیو) پر عمل کیا تو ابوسفیان اسلام لائے)۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام:505)

سنئے کیا ہوا!! یہاں چھوڑ کر آگئے ابوسفیان کو ایسے ہی؛ کہ نہیں؛ مجھ سے نہیں کہا گیا تھا اُس کو قتل کرنے کے لیئے!! 20 فرشتے ملے راستہ میں گھوڑوں پر سوار' ملاقات ہوئی فرشتوں سے' سارے فرشتے عمامہ باندھے ہوئے تھے اور گھوڑوں پر سوار تھے اُن سے راستہ میں ملاقات ہوئی، ذرا! سلام کہہ دینا ہمارا اپنے نبی محمد ﷺ کو اور کہہ دینا کہ اللہ کی مدد آگئی ہے۔ ہدایات پر عمل کیا تو اِدھر سے غیبی مددوں کا مشاہدہ کیا اور اِدھر ہدایات پر عمل کیا تو ابوسفیان کی ہدایت کا ذریعہ بنا، وہاں قتل کردیتے تو وہ جہنم میں جاتے۔ موقع کتنا اچھا تھا۔ مواقع نہیں دیکھنے ہیں ہدایات دیکھنی ہیں کہ ہدایات کیا ملی ہیں۔

(12) حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا مکہ مکرمہ، یہ گئے، تو مکہ والوں نے ماشاء اللہ اُن کی رشتہ داری ابھی تھی، تعارف بھی تھا، اُنہوں نے کہا آؤ عثمان! طواف کرلو۔ اُنہوں نے کہا کہ جی میں طواف نہیں کروں گا، میں یہ طواف کے لیئے نہیں بھیجا گیا، کہا کہ طواف کرلو تم آئے ہوئے ہو!! کہ نہیں؛ مجھے طواف کے لیئے نہیں بھیجا گیا، میں جس کام کے لیئے بھیجا گیا ہوں وہ کام کر کے واپس جاؤں گا۔ اُدھر حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو بیعت فرمایا۔ جب بیعت فرمایا اپنے صحابہؓ کو تو آپؐ نے اپنے ہی ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھا، کہ یہ میرا ہاتھ ہے یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اللہ اکبر! ذرا سوچو تو صحیح!! اِس بیعت کے موقع پر حضرت عثمانؓ شریک نہیں تھے، اپنا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھا حضرت عثمانؓ کو غائبانہ میں بیعت کیا۔ صحابہؓ نے کہا: عثمان! بڑی مبارکباد تمہارے لیئے، تم وہاں طواف کر رہے اور یہاں بیعت ہو رہے!، آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، عثمان طواف نہیں کریں گے، ہم نے اُن کو جس کام کے لیئے بھیجا وہ وہی کام کریں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عثمانؓ کا وہاں طواف نہ کرنا یہاں آپؐ کے ہاتھ پر غائبانہ بیعت ہونا ہے۔ فرمایا کہ جو ہدایات پر عمل کرے گا اُس کو بڑی خیریں ملیں گی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ عثمان طواف نہیں کریں گے، کہ میں ساتھیوں کے بغیر کیسے طواف کرلوں!! نہیں نہیں، اکیلا آیا ہوں، جس کام کے لیئے آیا ہوں وہ کام کر کے واپس جاؤں گا۔ تو میں نے چند باتیں اِس لیئے عرض کی ہیں کہ سارا مدار ہی واقعی اطاعت پر ہے۔ سارا مدار اطاعت پر ہے۔ (لو مکث کذا و کذا سنۃ ما طاف حتی ابن کثیر، جلد ۱۳، ص: ۱۰۶۔ سورۂ فتح، آیت: ۲۰۔ ۴۲)

(13) اِس لیئے میرے بزرگو دوستو عزیزو! اِس کام کا کمال اتباعِ سنت میں ہے۔ سچی کہتا ہوں کہ ساری ولایتوں کا نچوڑ، ساری خلافتوں کا خلاصہ، سارے تصوّف کی حقیقت وہ محض اِتباعِ سُنَّت ہے۔ ملنے کے دو ہی راستے ہیں: اِتباعِ ہدیٰ یا اِتباعِ ہوائے اِس کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ اِتباعِ ہدیٰ تو ''اِتباعِ سُنَّت'' کو کہتے ہیں، اور اِتباعِ ہَوا ''کسی بھی عمل کو خلافِ سُنَّت پورا کرلینا'' یہ اِتباعِ ہَوا ہے۔ میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ اسلام کا وقار، اسلام کا معیار، اسلام کی بنیاد جائز ناجائز پر نہیں ہے؛ آپ کو حیرت ہوگی یہ سن کر، جائز ناجائز پر نہیں ہے، یہ تو بہت ادنیٰ سطح ہے کسی کام کو جائز سمجھ کر کرلینا ناجائز سمجھ کر چھوڑ دینا یہ تو دین کے اضمحلال کا سبب ہے۔ دین کی ترقی، دین کا کمال وہ اِتباعِ سُنَّت میں ہے، یہ دیکھنا پڑے گا کہ آیا جو عمل ہم کر رہے ہیں یہ سُنَّت کے مطابق ہے یا خلافِ سُنَّت ہے۔

(14) میری بات یاد رکھنا!!! اگر خلافِ سُنَّت ہے تو دو چیزیں ہیں ایک تو عادات ہیں، عادات انسانی ضروریات ہیں، دوسرے دعوت، تعلیم اور عبادات ہیں۔ میری بات توجہ چاہتی ہے!!۔ دعوت، تعلیم اور عبادات ایک تو یہ ہیں اور دوسرا عادات اور ضروریات ہیں انسان کے؛ یوں کہیں کہ مضرت کے خوف سے، جانی نقصان کے اندیشہ سے سُنَّتِ عادات کو چھوڑا جا سکتا ہے لیکن اِس چھوڑنے میں بھی اگر دل میں غم ہے پھر تو آپ خلافِ سُنَّت عمل کی ظلمت سے بچ جائیں گے۔ میری بات سب کی توجہ چاہتی ہے!!۔ اور اگر دل میں یہ غم نہیں ہے تو پھر سنتِ عادات میں بھی رواجی طریقے اختیار کرنے کی وجہ سے رواجی چیزوں کی ظلمتوں سے بچ نہیں سکو گے۔ میری بات سب کی توجہ چاہتی ہے، مَیں میری بات کو دوبارہ دُہراؤں گا!!۔ دو چیزیں ہیں انسان کے ساتھ ایک اُس کی عادات اور ضروریات ہیں اور دوسری چیز اُس کے ساتھ دعوت، تعلیم اور عبادات ہیں؛ دعوت، تعلیم، عبادات میں تو رواج کی اور خلافِ سنت طریقوں کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، اِس لیئے کہ اگر دعوت، تعلیم، عبادات میں اگر رواج داخل ہوا تو یہ تو نبی کی بعثت کے مقصد کو بدل دے گا۔ نبی کی بعثت کا جو مقصد ہے دعوت اور تعلیم خاص طور پر وہ دو بنیادی چیزیں اجتماعی ہیں، عبادات اِنفرادی چیز ہیں، نبی کی دو چیزیں اجتماعی ہیں دعوت اور تعلیم؛ اگر یہ دو چیزیں سنت سے ہٹ گئیں اور رواج پر آ گئیں تو نبی کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، اِس لیئے کہ یہ قاعدہ سب یاد رکھیں کہ کسی بھی حکم سے جو کہ مطلوب ہے صرف وہی مطلوب نہیں ہے بلکہ اُس حکم کو پورا کرنے کا طریقہ بھی مطلوب ہے۔ میں ایک مثال دیتا ہوں! تا کہ بات آسان ہو جائے، یہ تو ایک عنوان ہے؛ میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں؛ آپ کہتے ہیں کہ بدن ڈھانکنا فرض ہے، میں کہتا ہوں کہ بدن ڈھانکنا سُنَّت کے مطابق فرض ہے۔ اگر آپ بدن کو سنت کے مطابق نہیں ڈھانپتے ہیں تو بدن کا ڈھانپنا تو ہر مذہب میں ہے، اِس سے مذہبِ اسلام کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔ آپ کہتے ہیں کہ بھئی! دین آنا چاہیئے، اصل تو دین مقصود ہے کسی بھی طرح آئے؛ مجھے اِس بات سے چڑ ہے جس کو آپ ڈ نکے سے اُصول سمجھتے ہیں نا مجھے اِس بات سے نفرت ہے جس کو آپ سہولت کہہ کر بیان کرتے ہیں ہمیں اُس سے نفرت ہے۔ آپ کہتے ہیں اصل تو دین ہے، دین

آنا چاہئے، جیسا آپ کہتے ہیں نا کہ اصل تو علم ہے علم حاصل ہونا چاہئے' کسی بھی طرح ہو!! نہیں، بالکل نہیں؛ جس طرح عبادت کے لیئے طریقہ مخصوص اور متعین ہے اِسی طرح دعوت اور تعلیم کے لیئے بھی طریقہ مخصوص اور متعین ہے۔ آپ اِس میں رواج کو داخل نہیں کر سکتے۔

(15) میں مثال دیتا ہوں؛ آپ کہتے ہیں دانت صاف ہونا مقصود ہے، مجھے بتائیے! اگر آپ بُرش سے دانت صاف کرلیں تو دانت صاف ہو جائیں گے!! آپ کہتے ہیں دانت صاف کرنا مقصود ہے آپ بُرش استعمال کریں دانت صاف ہو جائیں گے۔ آپ مجھے بتائیے! جو آدمی بُرش سے دانت صاف کر رہا ہے دانت تو صاف ہو جائیں گے لیکن مسواک کے جو 70 فائدے ہیں کوئی حاصل ہوگا۔

(16) یہاں لوگوں کی عقلیں آکر فَق ہو جاتی ہیں؛ وہ یہ کہتے ہیں کہ دین مقصود ہے' کسی بھی طرح آئے، مَیں یہ کہتا ہوں دین مقصود ہے اُس دین تک اُصول کا طریقہ بھی مقصود ہے، یہ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اِس لیئے اگر کہیں رواج کو ذرّہ برابر دخل ہے تو وہ صرف عادات میں ہے وہ بھی اگر مضرت کا اندیشہ ہو۔ مضرت کے اندیشہ سے تو صرف استعمال کی اجازت ہے، اگر اِس کے استعمال میں آپ خوش ہیں پھر تو آپ یہود و نصاریٰ کے طریقوں سے خوش ہیں اور اگر اِس کے استعمال سے آپ رنجیدہ ہیں تو پھر آپ رواجی چیزوں کے استعمال کی ظلمت سے جو خلافِ سنّت ہیں اُن کی ظلمتوں سے آپ بچ جائیں گے اگر آپ رنجیدہ ہیں؛ میں اس کی مثال دیتا ہوں، آپ سردی کی مضرت سے بچ کر یا گرمی کی مضرت سے بچ کر یا لمبے سفر کی مضرت یا نقصان سے بچ کر اگر آپ گاڑی میں سفر کرتے ہیں لیکن آپ گدھے کی سواری کو گاڑی کے مقابلہ میں حقیر سمجھتے ہیں، حضرتؒ فرماتے تھے کہ جس چیز کے تم عادی ہو جاؤ اور اُس کے مقابلہ کی سنت تم سے چھوٹ جائے تو فرماتے تھے کہ تمہاری کیفیت ایسی ہونی چاہئے جیسا شوگر کا مریض ہوتا ہے؛ ڈاکٹر نے یہ کہہ دیا کہ اگر ایک دانہ بھی شکر کا کھالیا آپ نے تو آپ ہلاک ہو جائیں گے' وہ بے چارہ' آپ جانتے ہیں کہ شوگر کا مریض شکر نہیں کھاتا لیکن جو چیز بغیر شکر کے کھا رہا ہے اُس میں ہر لقمہ پر شکر کو یاد کر رہا ہے' کاش! شکر کھاتا!!؛ تو آپ مجھے بتائیے! شوگر کا مریض پھیکی چیز کھا کر خوش ہوتے ہیں!! ہر لقمہ پر اور میں بتلاؤں کہ شوگر کے مریض کو جتنی طلب شکر کی ہوتی ہے اتنی شاید دوسرے کو نہیں ہوتی۔ یہ میں مثال دے رہا ہوں چھوٹی سی۔ کہ اگر آپ کا حال یہ ہے کہ عادات اور ضروریات میں خلافِ سُنَّت کسی عمل کے کرنے پر آپ کسی مضرت کی وجہ سے مجبور ہو کر سُنَّت کو چھوڑ رہے ہیں اور اُس میں آپ غمگین ہیں تب تو آپ رواج کی ظلمت سے بچ سکتے ہیں، اور اگر یہ کیفیت نہیں ہے تو سیدھی سیدھی بات ہے کہ رواج کے اندر رواجی ظلم کی ظلمتیں ہیں اور سنتوں کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا براہِ راست نور ہے۔ سنتوں میں آپ ﷺ کا براہِ راست نور ہے اور رواجی طریقوں میں یہود و نصاریٰ کے طریقوں کی ظلمتیں ہیں۔

(17) تو ہم نے عرض کیا کہ سنت کا اِتباع؛ تین چیزوں میں تو گنجائش ہی نہیں اعراض کے داخل کرنے کی دعوت، تعلیم اور عبادات اِن تین چیزوں میں رواج کا کوئی دخل نہیں ہے۔ کیونکہ جب اِن تین شعبوں میں رواج داخل ہوگا تو یہ تین شعبے جو اسلام کی بنیاد ہیں جس پر سارے اسلام کا مدار ہے' سارے اسلام کا مدار ہی اِن تین پر ہے دعوت' تعلیم اور عبادات، اگر اِس میں رواج داخل ہو گیا تو پھر نبی ﷺ کا طریقہ تعلیم اور آپ ﷺ کا طریقہ دعوت اور آپ ﷺ کا طریقہ عبادت سب بدل جائے گا۔ اِس لیئے میرے محترم دوستو بزرگو اور عزیزو! بات تو اصل یہ ہے کہ ہمیں سُنَّت پر آنا ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: میرے کام کا مقصد ہی احیاءِ سُنَّت ہے۔ لیکن رواج اور حالات آدمی کو اِس کا تقاضہ کرتے ہیں کہ ہاں! یہ اُس زمانہ کا طریقہ تھا یہ اِس زمانہ کا طریقہ ہے!۔ اِس لیئے ہمیں اجتماعیت کے ساتھ اور اتباعِ سُنَّت کے ساتھ اور اپنے جذبہ کے خلاف' اپنی چاہت کے خلاف جو سیرت کا اور صحابہ کرامؓ کے معمولات کا تقاضہ ہے اور حکم ہے اُس کے مطابق اپنے آپ کو پابند کرنا ہے، سارا کام پابندیوں کا ہے۔ سارے احکام اِسی امتحان کے لیئے ہیں' شروع سے لے کر اخیر تک۔ اِس لیئے میرے دوستو عزیزو! اِس کا عزم کرو، ہر چیز میں دیکھا کرو کہ میرا یہ عمل یا میری یہ ضرورت سنت کے مطابق پوری ہو رہی ہے یا خلافِ سنت پوری ہو رہی ہے۔ مولانا یوسف صاحبؒ تو فرماتے تھے کہ خلافِ سُنَّت چیزوں کی دل میں نفرت ہونی چاہئے۔ اِس لیئے میرے دوستو عزیزو! یہ عزم کرو کہ اِن شاء اللہ ہمیں اِس مزاج کے ساتھ چلنا ہے۔ ہمتیں کر کے فرماؤ اور قدم اُٹھاؤ اِس کے لیئے۔ جو علماء ماشاء اللہ سال کے لیئے آئے ہیں سال پیش کریں' جو عرب سال کے لیئے آئے ہیں وہ عرب سال پیش کریں اور جو علماء دو سال لگا چکے ہیں یوروپ سال کے لیئے بھی اپنے آپ کو پیش کریں۔

۸ /جمادی الاخری۔ مطابق: یکم /جنوری 2023ء۔ بروز اتوار۔ بوقت 10 بجے سے بمقام: مرکز نظام الدین۔

کارگزاری سے پہلے حضرت جی دامت برکاتہم کے ارشادات

1) صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زمانۂ جاہلیت کے قصے آپس میں اظہارِ تشکر کے لیے دُہراتے تھے۔ (کہ اللہ نے ہم کو کفر کی ظلمتوں سے بچا کر اسلام کی روشنی عطاء کی)۔ (خیر القرون کی درسگاہیں، ص:42)

2) جو لوگ حال پر نظر رکھتے ہیں ان میں قناعت پیدا ہوتی ہے؛ جو ہو رہا ہے وہ کافی ہے' بلکہ بعض مرتبہ اگلی سطح سے اُنہیں اختلاف ہوتا ہے۔

3) (کارگزاری کا فائدہ) جو عمل میں آیا ہے وہ کیسے باقی رہے' جو باقی ہے وہ کیسے عمل میں آئے۔

4) حضرت عمرؓ نے فرمایا: ربیع بن زیاد کو اہتمام سے دیکھنا اگر یہ اپنی بات میں سچا نکلا (اس پر خود بھی عمل کیا) گو وہ اس امارت کی ذمہ داریوں میں تمہاری خوب مدد کرے گا اس لیے اُنہیں (بوقت ضرورت کسی جماعت کا) امیر بنا دینا۔ پھر ہر دس دن کے بعد ان کے کام کی دیکھ بھال کرتے رہنا اوران کے کام کرنے کے طریقے کو مجھے اس تفصیل سے لکھنا کہ مجھے یوں لگے کہ جیسے میں نے خود ان کو امیر بنایا ہو۔ (ثُمَّ لَا يَأْتِيَنَّ (عَلَيْكَ) عَشَرَةٌ إِلَّا تَعَاهَدْتَّ مِنْهُ عَمَلَهٗ وَكَتَبْتَ إِلَيَّ بِسِيْرَتِهٖ فِيْ عَمَلِهٖ حَتّٰى كَاَنِّيْ أَنَا الَّذِي اسْتَعْمَلْتُهٗ۔ (کنز العمال، ۳۶/۷، جلد ۲، حیاۃ الصحابہؓ، ج ۲، ص: ۱۷۴)

5) حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ اگر میں تمہیں کوئی کام دیدوں اور میری بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق وہ کام کر بھی دو تو کیا میری ذمہ داری پوری ہوگئی؟ ساتھیوں نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کی ذمہ داری تو پوری ہوگئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں؛! میری ذمہ داری اُس وقت تک پوری نہیں ہوگی جب تک کہ میں تم سے کارگزاری نہ سن لوں۔

(اَلنَّظْرُ فِی الْعَمَل حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:2، ص:110)

6) کارگزاری ایسی سناؤ جیسے مریض ڈاکٹر کو اپنی بیماری سناتا ہے۔

۸/جمادی الاخری۔مطابق: یکم/جنوری 2023ء۔ بروز اتوار۔ بوقت بعد نماز مغرب۔ بمقام: مرکز نظام الدین۔

مولانا یوسف صاحب ابن حضرت جی زید مجدہٗ

بنجر علاقوں کی کارگزاری

فرمایا کہ بنجر بستیوں میں ۴ ماہ کی مسلسل جماعتیں ڈالی جائیں، جن میں پُرانے ساتھی ہوں۔ دسترخوان وسیع ہو۔

بڑے بڑے خرچ جیسے بیرون کے لیے لگارہے ہیں ایسے ہی بنجر بستیوں میں بھی بڑے بڑے خرچ لے جائیں۔

جس طرح ہم بیماری، پریشانی کی دوری کے لیے دُعائیں کرتے ہیں ایسے ہی رُخ طئے ہونے کے بعد دُعائیں کریں (کہ دیئے ہوئے علاقہ میں کام کی شکلیں قائم ہوں)۔

۸/جمادی الاخری۔مطابق: یکم/جنوری 2023ء۔ بروز اتوار۔ بوقت بعد نماز عشاء۔ بمقام: مرکز نظام الدین۔ دہلی

حیاۃ الصحابہؓ

اَلْاَخْذُبِظَاھِرِ الْاَعْمَالِ (ظاہری اعمال کے مطابق فیصلہ کرنا) ۔ (حیاۃ الصحابہؓ اُردو، جلد:2، ص:110)

● عوام الناس کا مواضعِ تہمت سے بچنا اتنا ضروری نہیں جتنا ان لوگوں کا بچنا ضروری ہے جن پر کسی بھی دینی کام کی ذمہ داری ہے۔

● اگر ہم محتاط نہ ہوں تو اعتماد ضائع ہوجاتا اور عملہ کے استعمال کو بھی متأثر کرتا ہے، یہ نہیں کہ ہماری ایک انفرادی اور ایک اجتماعی زندگی ہے، اپنی انفرادی زندگی بھی اجتماعی زندگی کی طرح صاف ہونا چاہئے۔

● اب آپ کا کوئی پرسنل مسئلہ نہیں، آپ کی ہر چیز تولی جائے گی، آپ مقتدیٰ ہیں، ہر ایسی چیز سے اپنے کو بچائیں جس سے غلط نمونہ بن جائیں۔

● ظاہر کا دُرست ہونا باطن کی دُرستگی پر موقوف ہے اور یہ اعتماد کے لیے لازم ہے، ظاہر ان کا بگڑتا ہے جن کا باطن بگڑتا ہے۔ (مسنون دُعاؤں میں یہ مضمون ہے) ۲۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً۔ ترجمہ:۔ یااللہ! کردے میرے باطن کو بہتر میرے ظاہر سے اور کر میرے ظاہر کو بھی اچھا۔

(مناجاتِ مقبول، ص:66)

اپنے ظاہری اعمال کے ذریعہ اپنے اعتماد (بھروسہ) (جو امیروں اور ذمہ داروں اور عوام کا تم پر ہے) کی حفاظت کرو، افادے (دوسروں کو دینی فائدہ پہنچانا) اور استفادے (دوسروں سے دینی فائدہ اُٹھانا) دونوں کے لیے اعتماد شرط ہے۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ سے کہا گیا کہ فلاں کو نکالو تو حضرت نے فرمایا: بہتر متبادل لاؤ گے تو بھی نہیں نکالوں گا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے ساتھ وحی کے مطابق معاملہ کیا جاتا تھا (جس میں بعض دفعہ ان کے چھپے ہوئے

کاموں کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ کیا کرتے تھے) اور اب وحی کا سلسلہ بند ہوگیا ہے۔ اب ہم تمہارے ظاہری اعمال کے مطابق معاملہ کریں گے۔ جو ہمارے سامنے اچھے کام کرے گا۔ ہم اسے امین سمجھ کر اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے اندرونی اعمال سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ اس کے اندرونی اعمال کا اللہ ہی محاسبہ فرمائیں گے اور جو ہمارے سامنے برے کام کرے گا نہ ہم اسے امین سمجھیں گے اور نہ اسے سچا مانیں گے۔ اگر چہ وہ یہ کہتا رہے کہ اس کا اندرون بہت اچھا ہے۔

(اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز، جلد: ۳، ص: ۱۴۷)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (خلیفہ بننے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے جو بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا:

''امابعد! (اب میرا تم سے واسطہ پڑ گیا ہے) میری آزمائش تمہارے ذریعہ سے ہوگی اور تمہاری میرے ذریعہ سے اور میرے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ) کے بعد مجھے تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا ہے، جو ہمارے پاس موجود ہوگا اس سے تو ہم خود معاملہ کرلیں گے اور جو ہم سے غائب ہوگا اس پر ہم طاقتور اور امانت دار آدمی کو امیر بنائیں گے۔ لہٰذا اب جو شخص اچھی طرح چلے گا اس کے ساتھ ہم اچھا سلوک کریں گے اور جو غلط چلے گا اُسے ہم سزا دیں گے۔ اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔

تَعۡقِیۡبُ الۡجُیُوۡشِ (باری باری لشکر بھیجنا) (حیاۃ الصحابہؓ اُردو، جلد:2، ص:111)

تعارف کے حد تک کام ہونا کوئی چیز نہیں' کام کی ترقی' کام کی گہرائی' کام کا جماؤ ہے اور یہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک نقل وحرکت سنت کے مطابق نہ ہو اور سنت کے مطابق ہونا یہ ہے کہ جماعتوں کا تسلسل ہو، چار چھ جماعتیں ڈالنا کافی نہیں۔ ہمارا کام معمار کی تعمیر کی طرح ہے جہاں سے چھوڑتا ہے وہیں سے وہ شروع کرتا ہے۔

پچھلی جماعت اس وقت تک واپس نہ ہو جب تک بعد میں آنے والی جماعت آ کر تقاضوں کو اچھی طرح سمجھ نہ لے۔

تعمیر کے لیے (کام کو اُٹھانے کے لیے) تعقیب (مسلسل جماعتوں کا بھیجنا) ضروری ہے ورنہ صرف تعارف ہی تعارف ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انصار کا ایک لشکر اپنے امیر کے ساتھ ملکِ فارس میں تھا۔ ہر سال حضرت عمرؓ باری باری لشکر بھیجا کرتے تھے (دوسرا لشکر بھیج کر پہلے لشکر کو بلایا کرتے تھے) لیکن اس سال حضرت عمرؓ اور کاموں میں مشغول رہے جس کی وجہ سے بعد میں دوسرا لشکر نہ بھیج سکے۔ جب مقرر کردہ وقت پورا ہوگیا تو اس سرحد والا (انصار کا) لشکر واپس آ گیا۔ (حضرت عمرؓ ان سے ناراض ہوئے اور انہیں خوب دھمکایا اور یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ تھے۔ تو انہوں نے کہا: اے عمر! آپ تو ہمیں بھول گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے بارے میں آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ باری باری لشکر بھیجتے رہنا۔ آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔

۹ رجمادی الاخری۔ مطابق: 2 رجنوری 2023ء۔ بروز پیر۔ بوقت بعد نماز فجر۔ بمقام: مرکز نظام الدین۔

حضرت جی دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ فاعف عنهم واستغفرلهم وشاورهم فی الامر۔ فاذاعزمت فتوکل علی اللّٰہ۔ ان اللّٰہ یحب المتوکلین۔ ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم۔ وان یخذلکم فمن ذی الذی ینصرکم من بعده۔ وعلی اللّٰہ فی الیتوکل المؤمنون۔

وقال اللّٰہ سبحانهٗ وتعالیٰ: والعصر۔ ان الانسان لفی خسر۔ الی الذین آمنوا وعملو الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

وقال اللّٰہ سبحانهٗ وتعالیٰ: کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله

وقال علیه الصلوٰة والسلام: من رامنکم منکراً فالیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالک اضعف الایمان۔ اوکماقال علیه الصلوٰة والسلام۔

میرے بزرگو عزیزو! اللہ رب العزت کی طرف سے نصرت اور مدد کے لیے کچھ متعین ضابطے ہیں، اگر اُن ضابطوں کو اُمت نے اختیار نہیں کیا تو اُمت اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرتوں سے محروم رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے غیبی نصرتوں کے لیے کچھ ضابطے متعین کیئے ہیں' اگر اُمت نے وہ ضابطے اختیار کیئے تو سارا باطل مجتمع ہو کر ایک مسلمان کا بال بیکا نہیں کر سکتا، اور اگر یہ ضابطے اُمت نے اختیار نہیں کیئے تو سارے مسلمان مل کر ایک باطل کا بال بیکا نہیں کر سکتے؛ سیدھی سیدھی بات ہے!۔ کچھ ضابطے ہیں، اور اِس میں جو بنیادی اُصول ہے اور جو بنیادی ضابطہ ہے وہ سب سے اہم اور بنیادی چیز اُمت کی اِجتماعیت ہے۔ اِجتماعیت کا کیا مطلب ہے؟! اور اِجتماعیت اپنی اپنی چاہتوں پر' اپنی اپنی خواہشات پر جمع ہونا یہ اِجتماعیت نہیں ہے؛ بلکہ ہدایت پر مجتمع ہونا یہ اِجتماعیت ہے' کہ حق کو قبول کرو' چاہے وہ دُشمن کی طرف سے آرہا ہو، اور حق کو قبول کرو چاہے وہ مبغوض کی طرف سے آرہا ہو اور ناحق کو رَد کر دو چاہے وہ تمہارے کسی محبوب ترین آدمی کی طرف سے آرہا ہو، اِس لیئے کہ اُصولی بات یہ ہے' کہ مُداہنت سے کبھی اِجتماعیت پیدا نہیں ہوسکتی۔ مداہنت سے اجتماعیت کبھی پیدا نہیں ہوسکتی۔ وجہ اُس کی یہ ہے کہ مداہنت نفاق کی حقیقت ہے۔ نفاق کی حقیقت اور نفاق کا کمال مداہنت ہے۔ کیا مطلب ہے مداہنت کا؟ مداہنت اِسے کہتے ہیں کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیئے حق کو چھپا لیا جائے۔ منافق اور مداہن دونوں کا ایک وَزن ہے اور دونوں کا ایک مطلب ہے؛ تو میں نے پہلی بات عرض کی ہے' کہ اِجتماعیت اِس کا نام نہیں ہے کہ آپ حق کو چھوڑ کر یا حق کو چھپا کر مجتمع ہو جائیں' نہیں!! یہ پہلی شرط ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپس کی محبت' مؤدت کا جو تعلق رکھا ہے وہ اُمت کے ایمان اور اعمالِ صالحہ پر جمع ہونے پر رکھا ہے۔ جو وُدّ پیدا ہوگی' وُدّ کہتے ہیں بے غرض محبت کو، اِس بے غرض محبت کے لیئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ آپ حق پر جمع ہوں۔ اگر آپ اِجتماعیت کے لیئے کوئی ناحق اور کوئی خلافِ سُنَّت (کام کریں) اور لوگوں کی خوشامد پر اگر آپ جمع ہوتے ہیں تو اِس سے قلوب کبھی جمع نہیں ہوں گے۔

میں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں۔ آدمی اپنا حق چھوڑ دے تو اِجتماعیت ہوسکتی ہے لیکن آدمی حق کو چھوڑ دے دین کو' تو اِجتماعیت نہیں ہوسکتی۔ جی ہاں!۔ ناحق مطالبہ پر اُمت کبھی جمع نہیں ہوگی، یہ میری بات یاد رکھنا ہمیشہ۔ اِس لیئے میں مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں' جتنے دُنیا میں سیاسی اِجتماعات ہوتے ہیں' مولانا یوسف صاحبؒ کی بات مَیں نقل کر رہا ہوں' فرماتے تھے: اِن کے دل کبھی بھی نہیں جُڑیں گے، کیونکہ اِن کے اِجتماع میں مداہنت ہے اور اِن کے اجتماع میں قومیت ہے' اِن کے دل کبھی نہیں جُڑیں گے۔ دلوں کے اجتماع کے لیئے حق پر جمع ہونا لازم ہے۔ سیدھی بات ہے، اگر چہ اُس حق پر جمع ہونے والوں کی تعداد کم ہو؛ میں ایک بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں' کہ آج کل مزاج لوگوں کا یہ بن گیا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اکثریت کن کی ہے، اور اکثریت کو دیکھ کر فیصلہ کرنا یہ باطل کا مزاج ہے حق کا مزاج یہ نہیں ہے۔ حق کا مزاج تو یہ ہے کہ اگر چھوٹی سی جماعت حق پر ہے تو وہ باطل کی بڑی جماعت پر غالب آکر رہے گی؛ کیونکہ حضرت زُبیرؓ کا کہنا یہ تھا کہ اگر مجھ سے مطالبہ ناحق کیا گیا تو ہم اِس کے لیئے کبھی نَرم نہیں پڑیں گے۔ ناحق مطالبہ پر کبھی نَرم نہیں پڑیں گے' یہاں تک کہ چبانے والے کی داڑھ میں پتھر نَرم پڑ جائیں۔ یہ فرمایا کہ اگر ناحق مطالبہ کیا گیا کہ آؤ! ناحق پر اِجتماع کر لیتے ہیں' تو میں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں' کہ ناحق پر اِجتماع کرنے کا مطالبہ ہمیشہ کفار کی طرف سے ہوا ہے۔ مؤمن کبھی بھی ناحق پر جمع ہونے کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ میری بات توجہ چاہتی ہے!!۔

ہر آدمی اِس بات پر غور کرے' کہ آیا میرا مطالبہ یا میری چاہت یا میری رائے وہ سُنّت سے ہٹی ہوئی تو نہیں ہے، اگر میری رائے سُنّت سے منحرف ہے تو آپ لاکھ پیسہ خرچ کریں' آپ لاکھ دلجوئی کریں قرآن کہتا ہے کہ آپ ساری دُنیا کا مال بھی خرچ کر دیں اُن کے دلوں کو جوڑنے کے لیئے تو آپ اِن کے دلوں کو جوڑ نہیں سکتے! یہ کس سے کہا جا رہا ہے!! محمد ﷺ سے۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِہِمْ کہ اس کی وجہ کیا ہے!!، اِس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو اِس پر جوڑا ہے کہ آپؐ نے باوجود دِقت کے' باوجود قلّت کے' باوجود اذیّتوں کے اِن کو حق پر جمع کیا ہے۔ اور وہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں!!۔ اِس لیئے پہلا اُصول ہے یہ' کہ آپ دلوں کو جوڑنے کے لیئے مداہنت اختیار نہ کریں۔ کیونکہ میں نے غور کیا کہ جہاں مخلوق کو راضی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہاں مداہنت اختیار کی جاتی ہے۔ اور جہاں خالق کو راضی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ مخالف سے مخالف دل کو پلٹ دیتے ہیں۔ کہ اے اللہ! میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ اِس کی سینکڑوں مثالیں ملیں گی حدیثوں میں۔ اور اگر آپ اِس کوشش میں ہوں کہ لوگ خوش ہو جائیں مداہنت کے ذریعہ سے' یہ نہیں ہو سکتا؛ بلکہ حضرت سفیان ثوریؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی سے آپ کو لوگ خوش نظر آتے ہوں تو اغلب یہ ہے کہ وہ آدمی مداہن ہو گا۔ اِس لیئے کہ مخلوق کو مداہنت سے خوش کیا جا سکتا ہے۔ اور مخلوق کو خالق کی رضا پر جمع کیا جا سکتا ہے' کیونکہ قُلوب اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

تو مَیں نے ایک بات عرض کی ہے سب سے پہلی' کہ اگر یہ کوشش کوئی کرے کہ چلو! بے اُصولی صحیح' چلو! غلط صحیح' جمع تو ہو جائیں!! نہیں' کبھی نہیں۔ تو اُنہوں نے (حضرت زُبیرؓ نے) یہ تقسیم کر دی ناحق مطالبہ پر کبھی نَرم نہیں پڑیں گے' یہاں تک کہ چَبانے والے کی داڑھ میں پتھر نَرم پڑ جائیں۔

میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آخر اِجتماعیت کسے کہتے ہیں!! وہ اِجتماعیت اَجسام کا جمع ہونا نہیں ہے، وہ اِجتماعیت دو چیزوں کا جمع ہونا ہے: 1) سب کی بات ایک ہو جائے، وحدتِ کلمہ۔ یہ اِتنی بڑی طاقت ہے وحدتِ کلمہ کہ ابوسفیانؓ جب اسلام کی مخالفت میں گئے تھے بادشاہوں کے پاس تو وہاں صحابہؓ کی جماعت کے سامنے کھڑے ہو کر ابوسفیانؓ کو سچ بولنا پڑا، کہ میں نے ارادہ ہی نہیں کیا کہ کسی بات کو جھٹلا دوں لیکن میں نہیں جھٹلا سکا کیونکہ اُن کی پوری جماعت ایک زُبان ہو کر یہ کہتی تھی کہ ہمارے امیر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بادشاہ نے یہ نظام بنایا تھا کہ اِدھر ابوسفیان جو کاٹ کرنے آئے تھے اُنہیں کھڑا کیا' اور اِدھر صحابہؓ کی جماعت' اور اُن کے آگے اُن کے امیر صاحب مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ سوال کرتے تھے اُن سے۔ تو بادشاہ پوچھتا تھا جماعت سے' کہ امیر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں؟ کہ ہاں! ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ابوسفیان تم کیا کہتے ہو؟ کہ ہاں! ٹھیک کہہ رہے ہیں؛ ٹھیک ہے۔ ٹھیک کہہ رہے ہیں؛ حالانکہ جو آدمی مخالفت کے اِرادہ سے گیا ہو' وہ ایک چھوٹی سی جماعت کی ایک بات ایک فکر اِس کی قوت اِتنی ہو گئی کہ ابوسفیان کی ہمت نہیں ہوئی' کہتے ہیں ابوسفیان کہ مجھے خیال آیا چند دو تین باتوں پر کہ اِس کا میں انکار کروں لیکن نہیں کر سکتا تھا!! ہمت ہی نہیں ہوئی!۔ کہ جب اِن کی جماعت اپنے ذمہ دار پر مجتمع ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اِسلام کی حفاظت کا جو قلعہ تھا وہ اصل قلعہ یہ تھا۔ اِس کی حد بندی اصل یہ تھی۔ یہی ہیں وہ ابوسفیان' قریش کی طرف سے وکیل بن کر' متکلم بن کر گئے مدینۂ منوّرہ، اور یہ مطالبہ لے کر گئے کہ آپؐ صلح کی مدت میں توسیع کر دیجئے۔ آپؐ کو بتایا گیا وحی سے کہ ابوسفیان آ رہے ہیں ایک مطالبہ لے کر اور تمہارا کام یہ ہے کہ تم ابوسفیان کو راضی کر کے خوش کر کے اور مایوس کر کے بھیجنا۔ آپ اِس سے اندازہ کیجئے! کہ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کو کتنا مضبوط اور اُن کو دیئے ہوئے کام پر کیسا جمائے ہوئے تھے۔ میری بات سب کی توجہ چاہتی ہے۔ فرمایا کہ ابوسفیان آ رہے ہیں ایک مطالبہ لے کر' آپؐ کو وحی سے معلوم ہو گیا، تمہارا کام یہ ہے کہ تم اُس کو راضی کر کے اور مایوس کر کے بھیجنا۔ کیا مجال ہے' کہ کوئی ایک فرد بھی یہ کہہ دے کہ ٹھیک ہے جی! ہم مشورہ میں رکھیں گے' ہم غور کریں گے' ہم آپ کی طرف سے بات کریں گے، رشتہ داریاں ہیں' تعلقات ہیں' تجارتی تعلقات ہیں' خاندان ایک ہے' یہ کیا کفر اور اسلام نے تو ایسا تقسیم کیا ہے اُمت کو اللہ اکبر۔ کہ باپ اِدھر تو بیٹا اِدھر، بیٹا اِدھر تو باپ اِدھر۔ سگا بھائی' ایک ماں باپ کے بھائی، وہ یہ کہتے تھے ایک مسلمان سے اپنے مشرک بھائی کے بارے میں کہ دیکھو! اِسے بہت مضبوط باندھنا' اِس کی ماں بہت مالدار ہے؛ حالانکہ اُس کی ماں بھی وہی ہے۔ اِتنا اسلام کا رشتہ مضبوط تھا کہ مُداہَنت کی گنجائش ہی نہیں تھی بالکل۔ ابوسفیان اِس خیال سے گئے کہ اپنے تعلقات تو ہیں ہی ہیں کریں گے بات! آئے مدینۂ منوّرہ، پہلے ملاقات کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہ ہم ایک مطالبہ لے کر آئے ہیں اور آپ چونکہ ماشاءاللہ آپ تو اُن کے مشورہ کے وزیر ہیں! اِس لیئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہیں، یہ اِن کے مشیرِ خاص ہیں اگر اِن کا ذہن بدل گیا اور اِنہوں نے بات لے لی تو پھر یہ اِس فیصلہ کو بدل دیں گے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کی۔ فرمایا: کیا بات کر رہے ہو ابوسفیان! ہم اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے فیصلہ کے تابع ہیں۔ فیصلہ وہی ہے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا ہے۔ وہاں سے نکلے' خیال آیا کہ عمرؓ بہت سخت ہیں' اگر یہ بات مان لیں گے تو یہ مشورہ میں

بات رکھ دیں گے ہمارا کام ہو جائے گا، حضرت عمرؓ سے جا کے بات کی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے سخت بات کی' فرمایا کہ اللہ تمہاری پچھلی صلح کو بھی ختم کریں اور تم جو نیا معاہدہ کرو اُس کو بھی توڑ دیں۔ ہمارے یہاں کوئی سنوائی نہیں ہے۔ ہم ناحق پر سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ واپس جاؤ۔ خیال یہ آیا کہ ارے بیٹی ہے اپنی' اور آپؐ کی بیوی' آپؐ کی زوجہ محترمہ ہیں میری بیٹی ہے بیٹی تو باپ کا خیال کرے گی ہی! وہاں وہ گئے، جیسے ہی وہاں گھر میں داخل ہوئے ابوسفیان اُمِ حبیبہؓ کے پاس اُنہوں نے کہا کہ کیسے آنا ہوا' کیا بات ہے؟ کہا ذرا بیٹھ جاؤں' بیٹھ کے بات کرتا ہوں' کہا نہیں نہیں نہیں' بیٹھنا مت! تُو ناپاک ہے' نجس ہے مُشرک ہے اور یہ اللہ کے نبیؐ کا بستر ہے اِس پر وحی آتی ہے ذرا کھڑا رہ' پہلا میں اللہ کے نبیؐ کا بستر ہٹا دوں پھر بیٹھنا۔ پھر کہا بیٹھو! کیا بات ہے' کیسے آنا ہوا' کہا: بیٹی تم تو بہت بدل گئی' میں تمہارا باپ ہوں' کہا کہ ہاں باپ ہو ٹھیک ہے' خبر ہے۔ کہ بھئی بات یہ ہے' ہم یہ مطالبہ لے کر آئے ہیں، اُمِ حبیبہؓ نے یہ کہا: تم! تمہاری یہ مجال!! کہ تم اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے فیصلہ کے مقابلہ میں ہم سے رائے لو۔ اُمت یہ سبق بھول چکی ہے۔ وہ تو جب اللہ کی ذات کے ساتھ تعلق کمزور ہو جاتا ہے تو میں صاف صاف عرض کرتا ہوں جتنا اللہ کی ذات کے ساتھ تعلق کمزور ہوگا اتنی مداہنت پیدا ہوگی۔ اِس لیئے یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ ایمان اور نفاق جس طرح متضاد ہیں، ایسے ہی جس درجہ اللہ کا تعلق ہوگا اتنا ایمان ہوگا اتنا آدمی مداہنت سے دور ہوگا۔ میں مثال دے رہا ہوں۔ کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ ابوسفیان یہاں سے مایوس ہو کر واپس گئے، اُدھر قریش کی گالیاں پڑیں، کہ نہ تو امن لے کر آئے کہ ہم اطمینان سے رہتے' نہ جنگ لے کر آئے کہ ہم تیاری کرتے؛ تم نے کیا کیا یہ۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہوتا ہے۔ کیا عملہ کا کوئی فرد' نیا ہو یا پُرانا' عملہ کا کوئی فرد نیا ہو یا پرانا کیا وہ دین کے بارے میں یا حق کے بارے میں اپنی قوم کی رعایت میں اپنے امیر اور ذمہ دار کے خلاف رائے رکھتا ہے یا نہیں رکھتا، یہ بہت اہم بات ہے۔ میں پھر یہ عرض کر دیتا ہوں کہ اجتماعیت یہ نہیں ہے کہ پانچ لاکھ وہاں جمع ہو گئے' آٹھ لاکھ وہاں جمع ہو گئے' دس لاکھ وہاں جمع ہو گئے؛ اجتماعیت یہ ہے کہ آیا یہ ایک فکر ایک بات پر مجتمع ہیں یا نہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی ان کا بدل نہیں ہے جس کے لیئے عرش کانپ اُٹھا ہو؛ ورنہ کن کن کی شہادتیں ہوئی ہیں۔

کیونکہ ہمارے یہاں جو درجہ ملے گا اور ہمارے یہاں تعلق کی سند ملے گی وہ اس پر ملے گی کہ آپ کو تعلق ہم سے زیادہ ہے یا ہمارے مخالف سے زیادہ تعلق ہے۔ میں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں' یہ امتحان ہوگا۔ عام سے عام صحابیؓ کا بھی ہوگا' مشورہ والوں کا بھی ہوگا۔ روایت میں ہے آپؐ نے ایک عام صحابیؓ کو پکڑا، ایسے کو پکڑا جس کو اپنے باپ سے سب سے زیادہ محبت تھی' اور آپؐ جانتے تھے کہ اس سے زیادہ مدینہ منوّرہ میں اپنے باپ کے ساتھ محبت کرنے والا کوئی صحابیؓ نہیں ہے' اُنہیں آپؐ نے پکڑا اور بلاتے ہی یہ فرمایا: جاؤ! اپنے باپ کا سر کاٹ کر لاؤ، کوئی وجہ نہیں' کوئی سبب نہیں' کوئی جرم نہیں' کچھ نہیں بتایا، فرمایا: جاؤ! باپ کا سر کاٹ کر لاؤ، وہ دوڑے، آپؐ نے فرمایا: کہاں جا رہے ہو! عرض کیا: آپؐ کا حکم ہے باپ کا سر لینے جا رہا ہوں' اِس سے زیادہ میں کچھ جانتا نہیں ہوں' نہ میں پوچھ سکتا ہوں' نہ میں سوچ سکتا ہوں، کیا وجہ ہوئی ہوگی' کوئی گنجائش ہی نہیں ہے' میرا سوچنا بھی عصیان ہے آپؐ کے امر کے خلاف اور پوچھنا بھی عصیان ہے؛ نہ کرنا تو عصیان بہت بعد کی چیز ہے۔ یہاں تو گنجائش نہ سوچنے کی ہے نہ پوچھنے کی ہے، فرمایا: نہیں، یہاں آؤ! ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ محبت ہم سے زیادہ ہے یا باپ سے زیادہ ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛ آپ ﷺ نے اِن کی قوم کے بارے میں فیصلہ اِن سے ہی کروایا خود نہیں کیا۔ کیونکہ اگر ہم فیصلہ کریں تو یہ قوم سے یہ کہیں گے کہ بھئی اللہ کے نبی کا فیصلہ ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اللہ مجھے معاف فرمائے جیسا میں محسوس کرتا ہوں کہ بعض مرتبہ ساتھی ذمہ داری سے پلّہ جھاڑنے کے لیئے کہہ دیتے ہیں کہ بھئی! مشورہ والوں نے تو یہ طئے کیا ہے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ اُمور میرے سَر ڈال کر اپنی جان بچا کر پیچھے ہٹنا چاہتے ہو۔ یہ ہم کیا کریں یہ اُن کا فیصلہ ہے یہ۔ نہیں عملہ اِسے نہیں کہتے۔ عملہ اِس کو نہیں کہتے جو فیصلے کیئے ہوں منسوب کر کے امیر کی طرف پیچھے ہٹ جائے بلکہ عملہ اُس کو کہتے ہیں جو وزیر بن کر بوجھ اُٹھائے اور اُن فیصلوں کی تنفیذ کرے اُس کو وزیر کہتے ہیں اُس کو عملہ کہتے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے بنو قریضہ کا فیصلہ آپؐ نے نہیں کیا۔ فرمایا یہ فیصلہ سعد کریں گے۔ اللّٰہ اکبر۔ ساری قوم اس امید پر تھی کہ یہ فیصلہ ہمارے حق میں کریں گے۔ جب انہیں سواری پر بٹھا کر لایا گیا، چاروں طرف سے قوم نے گھیرا ہوا تھا۔ قوم نے ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، اور ہر ایک اپنے تعلقات اور اپنے احسانات اور اپنی محبت اُنہیں یاد دلا رہا تھا' اور ساری قوم اِس امید پر تھی کہ یہ فیصلہ کریں گے، بہت اچھا ہوا کہ فیصلہ ہمارے سردار کے حوالہ کر دیا گیا' بڑے خوش تھے وہ، اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ دل میں سوچتے ہوئے جا رہے تھے فیصلہ کی جگہ میدان میں طئے کی ہوئی تھی تا کہ سب کے سامنے فیصلہ ہو، جب فیصلہ کی جگہ پہنچ رہے تھے تو راستہ میں سوچتے ہوئے آ رہے تھے کہ سعد! آج تیرے امتحان کا دن ہے، یا محرومیت یا قبولیت ایک فیصلہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ آج

میری قوم کے امتحان کا دن ہے' کہ نہیں آج میرے امتحان کا دن ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی جگہ کھڑا کر دیا ہے کہ اللہ آج فیصلہ کریں گے کہ مجھے قوم کا' قوم کی ملامت کا اندیشہ ہے یا مجھے نبیؐ کی ملامت کا اندیشہ ہے؛ فرمایا کہ آج وہ دن آ گیا ہے کہ آج سعد اپنے قوم کے فیصلہ میں کسی کی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرے گا۔ ایک طرف آپؐ کھڑے ہو گئے ایک طرف قوم۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو فیصلہ میں کروں آپ کو منظور ہوگا، فرمایا: ہمیں منظور ہوگا جو فیصلہ تم کرو۔ تو پھر قوم سے پوچھا: جو فیصلہ میں کروں گا تمہیں منظور ہوگا، کہا: ہاں! جو فیصلہ آپ کریں ہمیں منظور ہے۔ اب قوم انتظار میں تھی، آپؐ کو پورا یقین تھا کہ حضرت سعد جو فیصلہ کریں گے وہ فیصلہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے چاہت کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت سعدؓ نے فیصلہ کیا' کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ اِس قوم کے جوانوں کو قتل کر دیا جائے اور اِس قوم کے بچوں کو غلام بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اِس کی عورتوں کو باندیاں بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اس کا مال سب' مالِ غنیمت بنا لیا جائے، ایسی قوم کو جڑ سے ختم کر دیا جائے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی مخالفت کرے۔ سوچئے تو صحیح! پوری قوم کے خلاف فیصلہ، تنہا ایک فرد۔ یہ نہیں کہ حضرت سعدؓ نے قوم میں سے کچھ لوگوں کو ساتھ لیا ہو؛ کہ بھئی! تم بھی میرا ساتھ دینا' تم بھی میرا ساتھ دینا' تب ہی تو بات بنے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں اِتنی تیز دوڑ کر گئے لپک کر کہ صحابہؓ فرماتے ہیں ہمارے تسمے ٹوٹ گئے جوتوں کے اور ہماری چادریں گر گئیں، ہم حیران رہے کہ آخر اتنا تیز تو کبھی آپؐ دوڑے نہیں کیا بات پیش آ گئی!! کہ جا رہے ہیں اتنا تیزی سے، آپؐ نے فرمایا پوچھنے پر' کہ اگر میں اتنا تیز نہ جاتا تو مجھے اندیشہ تھا اس بات کا کہ ہم سعدؓ کے غسل سے غسل دینے سے محروم ہو جاتے اور ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں فرشتے اُٹھا کر نہ لے جائیں اُنہیں غسل دینے کے لیئے اِن کا یہ درجہ ہے اللہ کے یہاں، صرف ایک بات کی وجہ سے' کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی چاہت میں اُن کے امر کی مخالفت نہیں کی اور اُن کی بات کو نافذ کرنے میں قوم کے ملامت کی پرواہ نہیں کی؛ حالانکہ وہ کسی مال کا یا کسی زمین کا قضیہ نہیں تھا قوم کو جڑ سے ختم کرنے کا مسئلہ تھا۔ سوچئے تو صحیح!!۔ آپؐ وہاں پہنچے تو روایت میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک دروازہ پر کھڑے رہے اندر داخل نہیں ہوئے، صحابہؓ پیچھے کھڑے ہوئے ہیں انتظار میں کہ آپؐ داخل کیوں نہیں ہوتے!! سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے' کمرہ خالی بالکل اور آپؐ دروازہ کے دونوں چوکھٹ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ صحابہؓ اِس انتظار میں کہ آپؐ داخل ہوں تو ہم بھی داخل ہوں' آپؐ اندر کیوں نہیں جا رہے ہیں، پھر آپؐ داخل ہوئے تو ایسے داخل ہوئے کہ پنجہ کے بل آپؐ نے قدم رکھا ایڑی اُٹھی ہوی' ایک پیر یہاں رکھتے تھے ایک پیر اُدھر رکھتے تھے' کہ یہ کیا کر رہے ہیں آپؐ، کمرہ خالی ہے تو آپؐ اِس طرح کیوں چل رہے ہیں' پوچھا گیا' فرمایا کہ فرشتوں سے کمرہ اتنا بھرا ہوا تھا کہ کہیں گھسنے کی گنجائش نہیں تھی۔ ایک فرشتہ نے اپنا پَر سمیٹا تو مجھے پیر رکھنے کی جگہ ملی۔ آپ اِس سے اندازہ کیجئے؛ تو میں نے عرض کیا کہ بات اصل یہ تھی، کہ اِجتماعیت یہ نہیں' کہ یہاں یہ اِجتماع ہو گیا' وہاں وہ اِجتماع ہو گیا' وہاں وہ اجتماع ہو گیا؛ اِجتماع کہتے ہیں وحدتِ کلمہ کو' کہ سب کی ایک بات ہو، یہ اِجتماعیت کی پہلی شرط ہے، باقی دوسری چیزیں ہیں فُروعی وہ نبھ جائیں گی اگر وحدتِ کلمہ ہے' کہ سب کی بات ایک ہو۔ یہ میں نے پہلی بات عرض کی ہے' کہ اِجتماعیت کے لیئے پہلی شرط یہ ہے' کہ سب کی بات ایک ہو سب کا فکر ایک ہو؛ تو یہاں سے باطل کو داخل ہونے کا راستہ نہیں ملتا۔ اِس لیئے کہ آپس میں پھوٹ ڈلوانے کے لیئے اُس کا اندر داخل ہونا لازمی ہے اور اگر وہ داخل نہیں ہو سکتا تو وہ پھوٹ ہی نہیں ڈال سکتا' اُس کی وجہ یہ ہے' یعنی اس کی اہمیت اس لیئے ہے، کہ وحدتِ کلمہ ہوتی ہے تو پھر باطل داخل نہیں ہو سکتا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس معاملہ میں اِتنے سخت تھے اور اُن کی سختی کی وجہ سے ہی اسلام کے قلعہ کی دیواریں مضبوط تھیں، حضرت عمرؓ کی شہادت سے جو اسلام کے قلعہ میں دراڑ پڑی ہے جو سُلما پڑا ہے وہ کہتے ہیں کہ اُس کے بعد وہ بھرا نہیں جا سکا۔ وہ دراڑ وہ سلما پھر بھرا نہیں جا سکا' یہاں تک اَللّٰہ اکبر، اہلِ فارس کو اِس کا یقین تھا کہ جب تک عمرؓ حیات ہیں ہماری بادشاہت اور ہماری حکومت چل نہیں سکتی؛ حالانکہ کہاں فارس کہاں مدینہ۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا نظام یہ ہے کہ وہ اِطاعت اور اِجتماعیت کے ساتھ چلنے والوں کا رُعب اِتنا ڈال دیتے ہیں باطل کے دلوں میں۔ وہ یہ کہتے تھے صاف کہ عمر کے ہوتے ہوئے ہماری حکومت نہیں چل سکتی۔ چنانچہ فارس نے ایک یہودی کو تیار کیا اور یہ کہا کہ میں تجھے یہ انعامات دوں گا' یہ انعامات دوں گا تو کسی بھی طرح عمر کو قتل کر دے؛ وہ تیار ہو گیا۔ بہت انعامات دیئے' بہت رشوت دی' بہت سامان دیا؛ روایت میں آتا ہے کہ یہ گیا یہودی وہاں' اور جا کر چھپا رہا مدینۂ منوّرہ میں' اور انتظار میں رہا کہ کوئی موقع ملے، پتہ چلا کہ یہ جب دن بھر کام کر کے تھک جاتے ہیں مسلمانوں کے اُمور اور خدمات میں تو پھر یہ اِس درخت کے نیچے لیٹ کر زمین پر سو جاتے ہیں' یہ ہے موقع اِن پر حملہ کرنے کا' اور روایت میں آتا ہے کہ وہ وقت سے پہلے جا کر درخت پر بیٹھ گیا اوپر، خنجر تیار کر کے؛ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کام کرتے کرتے تھکے ہوئے آئے اور اُس درخت کے نیچے لیٹے اور سو گئے، اِس سے بہتر کوئی موقع اِس کے پاس نہیں تھا حملہ کرنے کا' کہتا ہے کہ جیسے ہی میں نے اُترنے کا اِرادہ کیا درخت سے' اچانک ایک شیر آیا'

بڑا خوفناک شیر اور اُس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلوے کو چاٹنا شروع کیا۔ وہ چاٹتا تھا حضرت عمرؓ سوتے تھے، کہ میں سوچ میں پڑ گیا، اچانک جب آواز آئی کہ جو شخص دُنیا میں انصاف اور عدل قائم کرنا چاہتا ہو اُس کا حفاظت کا نظام غیبی ہوتا ہے۔ کہ میں حیران ہو گیا شیر کو دیکھ کر۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ کی آنکھ کھلی تو یہ شیر وہاں بیٹھا رہا کچھ فاصلہ پر، پھر میں اُتر کے نیچے آیا، شیر چلا گیا، میں نے حضرت عمرؓ کو سارا قصہ سنایا اور وہیں میں نے اسلام قبول کیا۔ تو میں نے ایک بات عرض کی ہے، کہ یہ بات تھی، کہ وہ حق کے بارے میں کبھی اس لیئے گئے، وجہ یہ ہے کہ جب آدمی کے کسی کی ذات کے ساتھ شخصی تعلقات دینی تعلق پر غالب آجاتے ہیں تو پھر وہ اِن تعلقات کی وجہ سے دین کے بارے میں مداہنی ہوجاتا ہے۔ مداہنت میں سمجھتا ہوں پیدا ہی شخصی تعلقات سے ہوتی ہے۔ مداہنت پیدا ہی جب ہوتی ہے جب شخصی تعلقات دین کے تعلق پر غالب آجاتے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہ **اجتماعیت کی سب سے پہلی شرط ہے یہ کہ عملہ ایک فکر پر مجتمع ہو۔**

دوسری شرط یہ ہے کہ آپ اُصول کو قائم کرنے میں اور اُصول کی تعلیم دینے میں نرمی اختیار کریں۔ نرمی الگ چیز ہے مداہنت الگ چیز ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ مداہنت نرمی ہے، نہیں! مداہنت تو منافق کا مزاج ہے اور نرمی نبی کا مزاج ہے، آپ ذرا غور کیجئے اِن میں کتنا فاصلہ ہے۔ نرمی نبی کا مزاج ہے اور مداہنت منافق کا مزاج ہے۔ لوگ بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ مداہنت اور نرمی ایک چیز ہے؛ حالانکہ نرمی کا مطلب یہ ہے کہ آپ بے اُصولی کرنے والے کو محبت سے اُصول کی تعلیم دیں؛ غلطی ہوئی ہے۔ مَیں بہت اہم بات عرض کرنا چاہتا ہوں! خود حضور اکرم ﷺ اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ کا معمول یہ رہا ہے کہ کسی بھی مسلمان کو اُس کی غلطی پر کفار کو اُس پر ہنسنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اُس کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا گیا جس سے غیر اُس پر جرح ہوجائیں۔ غلطیاں ہوئیں لوگوں سے، لیکن حضور اکرم ﷺ نے تعلیم کا، تذکیر کا جو طریقہ بتلایا اگر تعلیم و تذکیر کا وہ طریقہ نہیں ہے تو ہم صاف طور پر عرض کرتے ہیں کہ اگر تذکیر کا طریقہ سُنَّت سے ہٹ جائے گا تو اِس سے فساد ہوگا اِصلاح نہیں ہوگی۔ تو میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ جتنے تعلیم و تذکیر کے طریقے خلافِ سُنَّت ہیں وہ سب فساد کا ذریعہ ہیں اصلاح کا ذریعہ نہیں ہیں۔ آپ اصلاح کے لیئے سُنَّت طریقہ اختیار کیجئے، کہ اصلاح کے لیئے سُنَّت طریقہ یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص سے عبادت میں غلطی ہوجائے یا تم سے دعوت کے اِس نظام میں کوئی غلطی ہوجائے، یا تم سے معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کی حلال، حرام کی ہوئی چیزوں کے بارے میں کوئی غلطی ہوجائے تو سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ تم غلطی کرنے والے کے ساتھ شفقت کا معاملہ کر کے اُس کے قریب ہوجاؤ۔ پہلی شرط یہ ہے کہ تم اُس کے ساتھ معاملہ شفقت کا کر کے تم اُس کے قریب ہوجاؤ۔ تو قریب والے کی بات سنی جاتی ہے؛ چونکہ غلطی پر ٹوکنے والے تو بہت ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو آدمی مخلص ہوگا وہی مصلح ہوگا، جس کے ٹوکنے میں اخلاص نہیں ہے وہ مفسد ہے مصلح نہیں ہے۔ غلطی پر ٹوکنے والے کے اندر اخلاص کی علامت یہ ہے کہ وہ اِس غلطی کو غلطی کرنے والے کے علاوہ کسی اور سے غلطی کا ذکر نہ کرے تو یہ ٹوکنے والا مخلص ہے اور اگر یہ کسی اور سے تذکرہ کرتا ہے اس کی غلطی کا تو یہ ٹوکنے والا مفسد ہے مصلح نہیں ہے۔ یہ اس کی علامت ہے مخلص ہونے کی۔ حضرتؒ سے پوچھا گیا کہ جی! ایک بات سمجھ میں نہیں آتی، ایک غلط بات کو ایک آدمی ٹوکتا ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ اس کا منہ چوم لوں اور اِس کا شکریہ ادا کروں اور زندگی بھر اِس کے اِس اِحسان کو نہ بھولوں۔ اور بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی غلطی پر جب ٹوکتا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اِس کا منہ نوچ لوں اور زندگی بھر اس سے بات نہ کروں، تو کیا وجہ ہے یہ؛ حالانکہ وہی بات اِس نے بھی ٹوکی ہے وہی بات سے اِس نے بھی ٹوکا ہے!! پھر کیا وجہ ہے؛ حضرتؒ نے فرمایا کہ اِس کا تعلق غلطی کرنے والے سے نہیں ہے، عجیب بات فرمائی! فرمایا کہ اِس کیفیت کا تعلق، کے پیدا ہونے کا غلطی کرنے والے سے کوئی تعلق نہیں ہے اِس کا تعلق ٹوکنے والے کی نیت سے ہے۔ اگر ٹوکنے والے کی نیت فساد کی ہے تو مُنکر کرنے والے میں غصہ پیدا ہوگا اور نفرت پیدا ہوگی ٹوکنے والے سے، اور اگر ٹوکنے والے کا ارادہ واقعی نصیحت ہے (غصہ پیدا نہیں ہوگا)؛ نصیحت کسے کہتے ہیں؟ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نصیحت کسی بات کو یا کسی خیر خواہی کو کہتے ہوں گے؛ حالانکہ نصیحت کا جو اصل مفہوم ہے وہ شہد کو مَیل سے صاف کر لینا ہے۔ اُس کے لغوی معنی اصل یہ بنتے ہیں۔ نَصَحْتُ الْعَسْلَ کہ شہد کو اُس کے موم سے اور میل سے بالکل صاف کر لینا، جو شہد صاف کر لیا جاتا ہے میل سے اور موم سے اُسے صاف کرنے کو نصیحت کہتے ہیں، نَصَحْتُ الْعَسْلَ سے مشتق ہے یہ نصیحت۔ اگر آپ کے دل میں ذرّہ برابر بھی غلطی کرنے والے سے آپ کے دل میں عداوت یا اُس کو ذلیل کرنے کا ذرّہ برابر بھی خیال ہے یا اپنے آپ کو آگے لانے کسی کو پیچھے ہٹانے کے لیئے ٹوکنے کا ارادہ کیا ہے تو پھر یاد رکھو! کہ اِس جرم کے اندر یا اِس سے بڑے عیب کے اندر مبتلاء ہوئے بغیر آپ کی موت نہیں آئے گی۔ یہ اُصول ہے یہ۔ تو یہ فرمایا، کہ یہ تمہارے لوگوں سے غلطی ہو تو تم اُن کو اُن کی غلطیوں پے بدنام نہ کرنا۔ اور اُن کی غلطی کو اُنہی کی ذات تک رکھتے ہوئے ختم کرنا؛ ورنہ لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ

کسی کی اصلاح کے لیئے چاہتے ہیں کہ اِس کی غلطی کو دُنیا میں عام کیا جائے؛ تا کہ سب کو معلوم ہو کہ اِس نے یہ کیا ہے۔ یہ مَیں کہنا چاہتا ہوں' کہ یہ ہے مزاج جو اُمت کے درمیان فساد پیدا کرتا ہے اور جو اُمت کے درمیان' میں کیا عرض کروں اِمام غزالیؒ کا قول ہے کہ اُمت میں جتنا تحزب (گروہ بندی) ہوگا اور اُمت میں جتنے فرقے بنیں گے اور جتنی پارٹیاں بنیں گی وہ سب اہلِ حق کے تعصب کی وجہ سے بنیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعصب کا حاصل ہی تحزب ہے۔ تعصب کا نتیجہ ہی تحزب ہے۔ تعصب کا نتیجہ ہی تحزب ہے۔ اگر تعصب نہیں ہوگا تو میں کہتا ہوں کہ صحابۂ کرامؓ کے قلوب ایسے پاکیزہ قلوب تھے تو اُن کے زمانہ میں تعصب نہ ہونے کی وجہ سے تحزب بھی نہیں تھا اور جتنا تحزب ہے جتنی پارٹی بندی ہے وہ سب پارٹی بندی کی وجہ سے ہے بالکل اِس میں کوئی دو رائے نہیں ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے یہ طریقہ بتلایا' کہ غلطیاں تو ہوں گی لوگوں سے' فرشتے نہیں ہیں۔ ابھی ہم ملائیشیا میں تھے' ایک ملک کی شوریٰ بن رہی تھی' ایک صاحب نے کہا کھڑے ہو کر مشورہ میں کہ جس کو شوریٰ میں لیا جاوے اُس کے اندر کیا صفات کیا کمالات ہونے چاہئیں!!! میں نے کہا سنو! پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ فرشتہ ہونا چاہئے!۔ جن کا کام کرنا ہے نا۔ تو بالکل بے عیب ہو' تمام گناہوں سے بالکل پاک ہو، میرے یہ کہتے ہی وہ بے چارہ ایسا خاموش ہو کے بیٹھے کہ بھئی! بولو نا' کہ نہیں نہیں ہم سمجھ گئے، جس کو آپ چاہیں شوریٰ میں لے لیجئے، آسان بات ہے، یہی کہا جاتا تو کیا کہتے!! میں نے کہا کہ پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ فرشتہ ہونا چاہئے!! تم میں دیکھ لو' اگر کوئی ایسا فرشتہ ہو ہم شوریٰ میں داخل کر دیں گے۔ میں واقعی سمجھتا ہوں کہ جب کسی کے اندر عُجب پیدا ہو جاتا ہے تو اُس کو عیوب زیادہ نظر آنے لگتے ہیں۔ ساتھیوں میں عیوب کا کسی کو نظر آنا یہ اُس کا عجب کا چشمہ ہے یہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں۔ لوگ بجائے اُس اُلجھن میں پڑنے کے کہ مجھے کیسا ہونا چاہئے اِس اُلجھن میں پڑے ہوئے ہیں کہ دوسروں کو کیسا ہونا چاہئے، اُن کو تو ایسا ہونا چاہئے تھا' اُن کو تو ایسا ہونا چاہئے تھا، اُنہوں تو ذمہ دار ہیں اُن کو تو ایسا ہونا چاہئے تھا؛ اِس اُلجھن میں لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ میرا یہ سوچنا ہے کہ مجھے کیسا ہونا چاہئے تھا۔ یہ ہر آدمی کے اندر عجب کی علامت ہے یہ کہ اُس کو ساتھیوں کے عیوب نظر آئیں۔ ورنہ جس آدمی کے اندر عجب نہیں ہوتا اُس کو اپنے عیوب کا اِتنا اِستحضار ہوتا ہے کہ اُس کو دوسروں کے عیوب کو دیکھنے کی نہ فرصت ہوتی ہے نہ ہمت ہوتی ہے، کہ میں کیا دیکھوں کسی کو' میں اپنا حال دیکھوں، تو یہ ہے بات۔ تو میں نے عرض کیا غلطیاں ہوں گی' بشر ہیں انسان ہیں' اللہ تعالیٰ نے تو مغفرت کے معاملہ کو اِتنا وسیع کیا ہے کہ اگر کوئی قوم گناہ ہی نہ کرے' اِستغفار ہی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ غفاری کو ظاہر کرنے کے لیئے ایسی قوم لائیں گے جو گناہ کرے گی گناہ کر کے اِستغفار کرے گی پھر اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ غفاری کو ظاہر کریں گے، حدیث میں ہے۔ ہم تو یہ سوچتے ہیں کہ یہ معاف نہیں ہوگا وہ معاف نہیں ہوگا اور اللہ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی قوم گناہ ہی نہ کرے تو ہم گناہ کرنے والی قوم لائیں گے' اللّٰہ اکبر سوچئے تو صحیح! حدیث میں آتا ہے کہ اللہ قوم لائیں گے ایسی جو گناہ کرے گی اور وہ اپنے گناہوں پر اِستغفار کریں گے پھر اللہ اُن کی مغفرت کر کے اپنی صفتِ غفاری کو ظاہر کریں گے۔ تو سوال اِس بات کا ہے کہ غلطی کرنے والے کے ساتھ کیا معاملہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے اِس کی تعلیم دی ہے۔ کسی نے نماز غلط پڑھی اُس کو آپؐ نے پہلی غلطی پر نماز نہیں سکھلائی' فرمایا نہیں' پڑھو پڑھو' پھر پڑھو' پھر پڑھو' پھر پڑھو' یہاں تک کہ ایک آدمی تھک کر یہ سوال کرتا ہے کہ جی کیسے پڑھوں؟۔ کسی آدمی کو اُس کی غلطی کی طرف متوجہ کرنا' آپؐ پڑھواتے رہے نماز دوبارہ پڑھو' دوبارہ پڑھو، یہاں تک کہ اُس نے خود پوچھا کہ کیسی نماز پڑھوں۔ فرمایا اب تم سوال کر رہے ہو نا تو ایسے پڑھو۔ جی ہاں!۔ کسی سے معاشرہ میں غلطی ہوئی ہے، ایک صاحب نے آ کر عرض کیا کہ مجھے زنا کی اجازت دیجئے' تو آپؐ نے اِس غلطی کا اِزالہ کسی ملامت سے نہیں کیا۔ (عن ابی اُمامۃ رضی اللہ عنہ قال: ان فتی شابا أتی النبي ﷺ فقال یا رسول اللّٰه ئذن لي بالزنا فاقبل القوم علیه فزجروه قالوا مه مه فقال ادنه فدنا منه قریبا قال فجلس قال أتحبه لأمک قال لا واللّٰه جعلني اللّٰه فداءک قال ولا الناس یحبونه لأمهاتهم قال أفتحبه لابنتک قال لا واللّٰه یا رسول اللّٰه جعلني اللّٰه فداءک قال ولا الناس یحبونه لبناتهم قال أفتحبه لأختک قال لا واللّٰه جعلني اللّٰه فداءک قال ولا الناس یحبونه لأخاتهم قال أفتحبه لعمتک قال لا واللّٰه جعلني اللّٰه فداءک قال ولا الناس یحبونه لعماتهم قال أفتحبه لخالتک قال لا واللّٰه جعلني اللّٰه فداءک قال ولا الناس یحبونه لخالاتهم قال فوضع یده علیه وقال اللهم اغفر ذنبه وطهر قلبه وحصن فرجه فلم یکن بعد ذلک الفتی یلتفت الی شئ، (مسند احمد رقم الحدیث: 2259) کہ نکل جاؤ یہاں سے' تم کیا سوال کر رہے ہو نبی سے' نہیں، اگر میرے اُمتی میں زنا کا اِرادہ پیدا ہوا ہے تو اِس ارادہ کا ازالہ کیسے کیا جائے! آپؐ نے ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی، فرمایا کہ یہی اگر کوئی تمہاری بہن کے ساتھ' تمہاری ماں کے ساتھ' تمہاری بیٹی کے ساتھ' تمہاری خالہ کے ساتھ کرے تو تم برداشت کرو گے، کہ نہیں کروں گا، فرمایا: لوگ بھی نہیں چاہتے کہ اُن کے ساتھ ایسا کیا جاوے' جاؤ۔ وہ کہتے ہیں آپؐ نے مجھے اس طرح سمجھایا کہ میرے دل سے زنا کا ارادہ ختم ہو گیا ہمیشہ کے لیئے۔ تو میں نے عرض کیا کہ

لوگوں سے غلطیاں ہوں گی۔ آپ ﷺ کی مسجد میں جس نے پیشاب کیا آپ ﷺ نے صحابہؓ کو پیشاب کرنے والے کو تعلیم دینے کا طریقہ بتلایا، کہ اِسے تعلیم دینی ہے، پہلے معاملہ شفقت کا کرو، دوسری بات یہ ہے کہ اِس کی غلطی کو ہلکا بناؤ۔ تم اگر ہلکا بناؤ گے اِس کی غلطی کو تو وہ تمہیں شفیق سمجھے گا اور اگر تم اس کی غلطی کو بڑا بناؤ گے تو وہ تمہیں اپنا دشمن سمجھے گا، فرمایا کہ ایک ڈول پانی کا یہاں بہادو، کوئی بات نہیں ہے، مسجد کا ناپاک ہونا اتنی بڑی بات نہیں ہے جتنا ایک مسلمان کو پیشاب روکنے کی اذیت دینا بڑا گناہ ہے۔ کسی آدمی کو پیشاب روکنے کی اذیت دے رہے ہیں مسجد کے ادب کے لیئے' یہ کیسے ہوسکتا ہے!!۔ جب ایک مسلمان کا مقام بیت اللہ سے اونچا ہے اور مسجدیں بیت اللہ سے ادنیٰ ہیں تو پھر مسجد میں پیشاب کرنے والے کو اذیت دینے کی کہاں گنجائش ہے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ یہ تھی بات۔ کہیں صحابہ کرامؓ سے مختلف قسم کی غلطیاں ہوئی ہیں، حاطب ابن ابی بلتعہ نے خط لکھ دیا مکہ والوں کو' کہ محمد ﷺ تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسی بڑی غلطی تھی حضرت عمرؓ نے تو تلوار نکال لی تھی' اجازت دیجئے میں اس کا قتل کردوں، یہ منافق ہے، اِس نے آپ کے مکہ مکرمہ پر حملہ کی تیاری کی اطلاع کی ہے مشرکین کو، بہت بڑی غلطی ہے، آپؐ کو معلوم ہوگیا وحی سے' خط منگوالیا گیا' کھلا' پوچھا: حاطی تم نے ایسے کیوں کیا! دیکھو تو صحیح! کتنی بڑی بات ہے، معلوم تو ہو' کہ اگر ایک آدمی سے غلطی ہوئی ہے تو وجہ کیا ہوئی ہے' دیکھو تو صحیح! تو اُنہوں نے صاف کہہ دیا کہ یارسول اللہ ﷺ! بات یہ ہے کہ اللہ تو آپ کی مدد کل بھی کریں گے اور ہر حال میں اللہ آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے مددگار رہیں آپ کی نصرت تو یقینی ہے، اگر سارے کفار کو بتادیا جائے کہ آپ تیاری کر رہے ہیں تو آپؐ اُن تیاری کرنے اور اُن پر راز کھل جانے پر آپؐ کو تو ہزیمت ہونی نہیں ہے' آپؐ کو تو شکست ہونی نہیں ہے' آپؐ کو تو فتح ہونی ہے۔ یہ میرا یقین ہے کہ اللہ آپ کے ساتھ ہیں، اِس کا تو مجھے یقین ہے کہ اللہ آپ کے ساتھ ہیں' مگر میں نے اپنے بچوں کی حفاظت کے لیئے مشرکین پر احسان کیا ہے یہ میری کمزوری ہے۔ صاف بات ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی اِس غلطی کو اِس وقت اِن کا عذر سمجھا اور اِن کے بدر میں حاضر ہونے کو اِن کا درجہ سمجھا۔ آپ دونوں باتوں پر غور کریں؛ اِن کے بدری ہونے پر تو اِن کا درجہ سمجھا' اور اِن کی اس غلطی کو اِن کی کمزوری، بے چارہ اس نے اِس کمزوری میں اور اِس عذر میں یہ کام کیا ہے، اپنے بچوں کی حفاظت کے لیئے مشرکین پر احسان کرنے کے لیئے خط لکھا ہے۔ آپؐ نے اپنے صحابیؓ کو اِس بات سے بچانے کے لیئے کہ یہ ہمارے میں سے نہیں ہے یہ غیر آدمی ہے، یہ نہیں فرمایا کہ تم غیروں کے ساتھ ملے ہوئے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اِتنی بڑی غلطی ہے جس کا میں کہتا ہوں کہ مجھے اِتنی بڑی غلطی کوئی ملتی نہیں ہے، سیرت میں، اور آپ ﷺ نے اِس بات کو یہ کہہ کر ختم کیا کہ اِس نے اپنے بچوں کی حفاظت کے لیئے ایسا کیا ہے' یہ اِس کا عذر ہے اور عمرؓ اِس کے عذر کو قبول کرنا چاہیئے۔ فاعف عنہم کہ اے نبی جی! آپ اِن کو معاف کریں۔ آپ اِن کو معاف کردیجے، ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاتم کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ فرمایا اُن کو کیسے قتل کرسکتے ہو اللہ تو فرمارہے ہیں جو چاہے کرو تم اہلِ بدر اللہ تمہیں معاف کرچکے ہیں، تم جو چاہو کرو، تمہاری تو معافی کی اور مغفرت کی اور جنت کی مہر تم پر لگ چکی ہے وہ تو مٹے گی نہیں۔ کوئی بھی غلطی کرلو۔ سیدھی بات ہے۔ اِس لیئے فرمایا کہ کوتاہیوں پر قربانیوں کو دیکھنا ہے' کوتاہیوں کو نہیں دیکھنا، ہر ایک کی کوتاہی پر اُس کی قربانی کو دیکھو۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہ ایک بہت اہم بات ہے، کہ کسی کو ضائع نہ ہونے دو۔ لوگ یہ کہہ کر ضائع کرتے ہیں کہ یہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے، یہ ہماری فکر پر نہیں ہے یہ۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے اُن لوگوں پر جو پوچھتے ہیں کہ بھئی! تم کس جماعت کے ہو!!۔ اور میرے نزدیک سب سے قبیح اور سب سے گندا لفظ یہ ہے کہ یہ اِطاعت کرنے والے ہیں یہ نافرمانی کرنے والے ہیں۔ اِسے کہتے ہیں فرقہ بنانا۔ سیدھی سیدھی بات ہے۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اُمت پہلے ذہنی طور پر تقسیم ہوتی ہے، آدمی ذہنی طور پر سوچتا ہے کہ یہ ہمارے نہیں ہیں' یہ ذہنی سوچ کے بعد پھر اس کا اقدام اور اس کا عمل اس پر چلتا ہے کہ اس سے بے تعلقی ظاہر کرو، میں تو صاف کہتا ہوں کہ جتنے ممالک تقسیم ہوئے ہیں' جتنی حدیں قائم ہوئی ہیں یہ سب سے پہلے ذہنی تقسیم ہوتی ہے پھر اقوام تقسیم ہوتی ہیں۔ میں تو صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ پہلے دماغی جغرافیہ بنتا ہے پھر زمینی جغرافیہ بنتا ہے۔ دماغی جغرافیہ ہوتا ہے ایک' وہ یہ کہتا ہے کہ جی یہ ہمارے نہیں ہیں۔ پھر ان کی مسجدیں' اِن کے حلقے' اِن کے صوبے وہ سب تقسیم بعد میں ہوتے ہیں؛ سب سے پہلے دماغی جغرافیہ بنتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اُمت بنانے کے لیئے سب سے پہلے یہ قدم اُٹھایا' کہ آپ ﷺ نے اُمت کو رنگ میں' زبان میں' علاقوں میں' قوم میں تقسیم نہیں ہونے دیا۔ تو میں نے ایک بات عرض کی ہے کہ غلطی کسی سے ہو تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ اُس کے ساتھ اپنائیت ظاہر کریں اور اُس کو اُس کی غلطی پر ٹوکنے پر اُس کو طریقہ بتایئے۔ یہ طریقہ یہ ہے اور وہ اپنا عذر پیش کرے تو اُس کا عذر فوراً قبول کرلینا چاہیئے۔ کہ ہاں! یہ اُس کا عذر ہے۔ کہ اُس کے عذر کو قبول کرو۔ عذر قبول نہیں کرو گے تو وہ ضائع ہوجائے گا' تو عذر قبول کرو۔ اور جب تک وہ آپ سے اتفاق نہ کرے آپ اکرام کرتے رہو کیا بات ہے اِس میں!!۔ اپنا کام کرتے رہو سب کا اِکرام کرتے رہو؛ نہ اُس کا اکرام یہ ہے کہ آپ اپنا کام

چھوڑ دیں اور نہ آپ کا کام یہ ہے کہ آپ اُس کا اکرام کرنا چھوڑ دیں۔ میں بہت آسان بات آپ سے عرض کر رہا ہوں۔ اِس لیئے فرمایا کہ کسی ساتھی کو مجروح مت ہونے دو۔ حضورِ اکرم ﷺ تو اِتنا بھی نہیں کہتے تھے کہ فلاں صاحب آپ نے یہ کیوں کیا، آپؐ فرماتے تھے: کیا ہو گیا لوگوں کو وہ ایسا کرتے ہیں۔ تا کہ جس کی غلطی ہے اُس کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہ ہو۔ ہماری کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ غلطی کرنے والے کی غلطی سب کو بتا دیں؛ وہاں یہ کوشش ہوتی تھی کہ غلطی کرنے کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ ہو۔ تو آپؐ فرماتے تھے: کیا ہو گیا لوگوں کو کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں۔ تو جو غلطی کرتا تھا وہ حضورِ اکرم ﷺ کے چہرہ سے دیکھ کر سمجھ لیا کرتا تھا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے، ایسی کئی مثالیں ہیں حدیثوں میں، کہ صحابۂ کرامؓ خود کہتے ہیں کہ آپؐ کے چہرے کی ناگواری ہماری غلطیاں یاد دلا دیا کرتی تھیں۔ اور آپؐ کے چہرے کی بشاشت ہم سمجھ لیا کرتے تھے کہ ہمارا عمل آپؐ کو پسند آیا ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ کسی کو مجروح نہیں کرنا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اُصول بتلایا ہے، ایک اُصول بتلایا، حضرت عمرؓ کے خادم تھے اسلم، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلم دروازے پر رہنا' اندر کوئی نہ آئے، حضرت زُبیرؓ آئے، حضرت زُبیرؓ کا مقام' اُنہوں نے اندر آنا چاہا' خادم نے کہا: جی اِس وقت امیر المؤمنینؓ مشغول ہیں' اندر آنے سے منع کیا ہے' آپ انتظار کریں، اُنہیں یہ خیال ہوا کہ میرا حضرت عمر کا تعلق اور میرا مقام میرا درجہ ظاہری بات ہے! یہ غلام مجھے کیوں روک رہا ہے' اُنہوں نے اسلم کو ایک چاٹا مار کر اُس کو ایک طرف کیا اور اندر داخل ہو گئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیسے آ گئے اندر، خادم نے کہا: جی! میں نے ان کو روکا تھا' اِنہوں نے مجھے چاٹا مار کے ایک طرف کر دیا' اندر داخل ہو گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں ایک اُصول بتایا' سب کے لیئے ہے وہ، حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا حضرت زُبیرؓ سے' کہ زُبیر! بات یہ ہے کہ جب جنگل میں کسی جانور کو زخمی کر دیا جاتا ہے تو باقی درندے اُس کو پھاڑ کھاتے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے یہ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات یہ ہے کہ زمانہ آپ ﷺ کا وحی کا زمانہ ہو یا وحی کے بعد کا زمانہ ہو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر اللہ وہ باتیں جاری فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہوتی تھیں اور کام کی باتیں ہوتی تھیں۔ یہ فرمایا کہ جب جنگل میں کسی جانور کو زخمی کر دیا جاتا ہے تو پھر اُس کو درندے پھاڑ کھاتے ہیں، کیا عجیب بات ہے! کیا مطلب ہے! کہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم معمولی بات پر اپنے ساتھی کو مجروح کر دو گے تو دوسرے لوگ اس پر جرتج ہو جائیں گے۔

بنگلہ دیش کی ایک مسجد کے امام صاحب مجھے ملے، ملاقات کے لیئے آئے' وہاں کی ایک بڑی مسجد میں وہ امام تھے' تو وہ آئے میرے پاس ملاقات کے لیئے، بات بات میں وہ کہنے لگے کہ' میں نے پوچھا کیا کرتے ہو' کہنے لگے امامت کرتا ہوں' بچوں کو پڑھاتا ہوں، کہنے لگے کہ حضرت مولانا اسعد مدنی مجاہدِ اُمت اور فدائے ملّت اور امیر الہند حضرت مولانا ارشد مدنی کے برادرِ محترم بنگلہ دیش آئے' سفر میں تھے' ایک مسجد میں اُن کو نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ گزر رہے تھے' مسجد تھی' کہنے لگے' نماز پڑھائی میں نے' نماز کے بعد دیکھا تو حضرت موجود تھے۔ نماز کے بعد ملاقات کی میں نے' تو فرمانے لگے کہ مجھے آپ سے کچھ تنہائی میں بات کرنی ہے۔ اِمام صاحب کہنے لگے کہ آپ فرمایئے! کہنے لگے کہ یہاں نہیں' یہاں تو سب لوگ موجود ہیں کہیں ایک طرف چلو، کہنے لگے حضرت میرا ہاتھ پکڑ کر محراب کو ہو گئے، حضرت کے ساتھ حضرت کے اور بھی رفقاء تھے وہ حضرت کے ساتھ ساتھ، وہ بھی ساتھ میں آ گئے، اپنا خادم حضرت کے ساتھ تھا' فرمایا کہ یہاں موقع میرے بات کرنے کا نہیں ہے یہاں میرا خادم میرے ساتھ ہے، ایسی کیا بات کرنی ہے، پہلی ملاقات ہے میری، کہ ایسے بھی نہیں کہ پُرانے تعلقات ہیں تو کوئی تعلق کی بات کرنا چاہ رہے ہیں' راز کی بات' پہلی ملاقات، کہنے لگے اُس کونے میں چلو، اُدھر کونے میں گیا' وہاں بھی وہ ساتھ ساتھ آ گئے' کہنے لگے تمہارا یہاں کوئی حجرہ ہے' کہ جی! میرا حجرہ ہے' اِمام صاحب کا کمرہ، کہنے لگے وہاں کمرے میں چلو، کہ میں پریشان کہ آخر کیا قصہ ہے، کمرہ بند کر کے حضرت نے مجھے تنہا بٹھایا اور مجھ سے فرمایا کہ تمہاری قرأت میں ایک جگہ غنہ ہوا ہے وہ مناسب نہیں ہے اُس کو ٹھیک کر لو۔ تمہاری قرأت میں ایک جگہ غنہ ہو گیا ہے وہ وہاں ہے نہیں اُس کو ٹھیک کر لو۔ بس! ۔ کہنے لگے کہ اس بات کو کہنے کے لیئے حضرت نے اپنے خادم کو بھی باہر چھوڑ دیا کمرے سے، میں نے کہا حضرت مجھے وہیں کیوں نہیں بتا دیا' کہنے لگے کہ نہیں تمہارے سارے مقتدی ہیں' تمہاری مسجد ہے' تم مسجد کے امام ہو' میں سب کے سامنے تمہیں ٹوکتا تو تمہاری نماز پر سے تمہارے مقتدیوں کا اعتماد ختم ہو جاتا۔ آپ غور تو کیجئے! ۔ کیسے لوگ ہوتے تھے۔ یہ تھا مزاج۔ یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت پڑھو تو پتہ چلے گا کہ آپؐ نے کس طرح اُمت بنائی ہے۔ اور ہم کمال سمجھتے ہیں اِس میں کہ فلاں سے غلطی ہوئی' جلدی سب کو بتاؤ! جی ہاں! اُس کے لیئے جو ہوتا ہے' تا کہ اِنہیں پیچھے کرو ہم آگے بڑھیں' اُنہیں پیچھے ہٹاؤ ہم آگے بڑھیں۔ سارے اِسی کھینچا تانی میں لگے رہتے ہیں۔ صاف صاف بات ہے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ ایک مزاج ہے نبوت کا یہ۔ اِس لیئے فرمایا کہ درگزر کرنا اور اصلاح کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اُمت بنائی ہے۔ اُمت بنانے میں آپؐ نے بہت زیادہ اہتمام

کیا ہے اور جو بھی چیز اُمت کے بننے میں رُکاوٹ آئی یا اُس کے خلاف ہوا اُس کو آپؐ نے برداشت نہیں کیا۔ نہ تو اِس اُمت کو حضور اکرم ﷺ نے زبان میں تقسیم ہونے دیا، نہ قوم میں تقسیم ہونے دیا، نہ علاقوں میں تقسیم ہونے دیا، سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ قتال میں ایک مشرک پر حملہ کرتے ہوئے کہا: یہاں میدان جنگ ہے، یہاں کسی کا نپٹی کی آواز سنائی نہیں دیتی اور جان کا خطرہ اور دُشمن حملہ کر رہا ہے لیکن جیسے ہی اِنہوں نے یہ کہا: خذہا منی وانا الغلام الفارسی، کہ لے میرا وار لیتا جا، میں فارسی غلام ہوں۔ پیچھے حضور اکرم ﷺ تھے اِن کے پیچھے، فرمایا کہ کیا کہا تم نے سلمان! یوں مت کہو کہ میں فارس کا غلام ہوں، یوں کہو کہ وانا الغلام الانصاری میں انصاری غلام ہوں۔ علاقائیت کو میدانِ قتال میں بھی آپؐ نے پکڑ لیا، کہ یہ آدمی کہہ رہا ہے کہ میں فلاں علاقہ کا ہوں۔ تو کہیں تقسیم نہیں ہونے دیا اُمت کو۔

بلکہ ایک موقع تو ایسا آیا کہ قیس ابن مطاطیہ نے یہ کہہ دیا سلمان، صہیب، بلال اِن حضرات کے بارے میں کہ یہ کیا کام کریں گے، اِن کی تو زبان عربی زبان ہے نہیں، عربی زبان تو ہماری زبان ہے اہلِ خزرج کی، جو نبی کی مدد ہم کر سکتے ہیں تم نہیں کر سکتے، کیونکہ تمہاری زبان نبی کی زبان نہیں ہے، اتنی بات کہتے ہی معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خود خزرج کے ہیں لیکن عالم ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کیا چیز ایسی ہے کونسا جملہ ایسا ہے جو اُمت کے اندر توڑ پیدا کرے اُنہوں نے اِتنا غصہ میں آ کر اس کا گریبان پکڑ لیا، قیس ابن مطاطیہ کا اور کھینچ کر لے گئے آپؐ کی خدمت میں اور جا کر کہا کہ اس نے یہ بات کہی ہے، کہ جو مدد نبی کی ہم کر سکتے ہیں اہلِ زبان عربی زبان والے وہ یہ نہیں کر سکتے کیونکہ اِن کی زبان عربی نہیں ہے، آپؐ کو اِس پر غصہ آیا کہ تم نے اُمت کو زبان پہ تقسیم کر دیا اور تم نے اپنے آپ کو دوسری زبان والوں سے افضل سمجھ لیا حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ عربی زبان جنت کی زبان ہے، نبوت کی زبان، قرآن و حدیث کی زبان ہے اور ساری انسانوں کی زبان ہمیشہ کے لیئے عربی ہے جنت میں۔ ساری وحی عربی زبان میں ہے، لیکن آپؐ نے فرمایا کہ عربی زبان نہ تمہاری ماں ہے نہ تمہارا باپ ہے کہ تم اِس پر فخر کرو۔ یہ تو زبانوں میں سے ایک زبان ہے، آپؐ بیان فرما رہے تھے اور حضرت معاذؓ قیس ابن مطاطیہ کا گریبان پکڑے ہوئے منبر کے سامنے کھڑے تھے؛ فرمایا کہ اگر اِس نے اگر یہ بات کہی ہے تو اِس کو، فرمایا کہ معاذ! اِس کو جہنم کی طرف دھکہ دے دو۔ (حیاۃ الصحابہؓ اُردو، جلد:2، ص:545)۔ کہ کیوں تم نے فخر کیا اِس پر کہ ہم اہلِ زبان ہیں، زبان میں تقسیم اُمت کو نہیں ہونے دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مؤذن بنانے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے، کہ ایک اجنبی آدمی جو ہمارے سے نہ رنگ میں ملتا ہے نہ زبان ملتی ہے، نہ علاقہ ملتا ہے نہ شکل ملتی ہے، کچھ نہیں، کہا اِن کو مؤذن بناؤ۔

تو میں نے عرض کیا کہ اُمت بنانے کے لیئے یہ مزاج چاہئے کہ ساتھیوں سے درگزر کیئے جائے، ساتھیوں کو ہر قیمت پر ساتھ لے کر چلا جائے۔ آپ دیکھئے نا! جب عیاش ابن ابی ربیعہ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے پہنچ گئے مدینہ تو ابوجہل کو پتہ چلا کہ عیاش نکل گئے ہیں یہاں سے، تو یہ مدینہ پہنچے تو عیاش ابن ربیعہ سے کہا کہ عیاش! تمہاری ماں گرمی میں بیٹھی ہوئی ہے مکہ کی دھوپ میں، اُس نے قسم کھالی ہے کہ تمہیں دیکھے بغیر سایہ حاصل نہیں کرے گی۔ مر جائے گی وہ گرمی میں۔ اور اُس کے سر میں جوئیں ہوگئی ہیں اور اُس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک عیاش کو نہیں دیکھ لوں گی سر میں کنگھی نہیں کروں گی۔ تم فوراً واپس چلو۔ عیاش کہتے ہیں کہ میرا دل پریشان ہو گیا ماں کے حالات سن کر، حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں جانا چاہتا ہوں، یہ لینا ہے مجھے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عیاش! یہ تمہیں فتنہ میں ڈالنے کے لیئے آئے ہیں تم اِن کے ساتھ مت جاؤ۔ دیکھو! میں پھر سے عرض کرتا ہوں مدینۂ منوّرہ کوئی شہر نہیں ہے یہ ایک اسلام کا مرکزی مقام ہے اور مرکزی مقام سے کسی کا چلا جانا اور کسی کو لے جانا یہ اُس کے لیئے اِجتماعیت سے کٹ جانا ہے۔ مرکزی مقام اصل ہے۔ اِجتماعیت ہی مرکزیت سے ہے۔ یہ وہاں رہ کر چھپ کر بھی اسلام پر چل سکتے تھے، چھپ کر عبادت بھی کر سکتے تھے، لیکن اسلام کوئی چھپنے والی چیز اور چھپانے والی چیز نہیں ہے؛ اِس لیئے جتنا کھل کر یہ اسلام کی دعوت اور اسلام کے عقائد کو کر سکتے تھے مدینہ میں رہ کر کر سکتے تھے، لیکن عیاش ابن ربیعہ کو ابوجہل نے ایسا سمجھایا کہ حضرت عیاش نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عیاش! اگر تم نے جانے کا ارادہ ہی کر لیا ہے، انہوں نے کہا اصل میں میرا مال ہے وہاں وہ بھی لیتا آؤں گا اور ماں کو قسم سے بری کرتا آؤں گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ماں کے لیئے جا رہے ہو، فرمایا کہ عیاش! میں قریش میں سب سے بڑا مالدار ہوں، تم میرا آدھا مال ابھی لے لو، ایک فرد کے لیئے، تم میرا آدھا مال ابھی لے لو، اُنہوں نے کہا کہ جی! نہیں مال کا مسئلہ نہیں ہے وہ تو ماں کا مسئلہ ہے، اُسے قسم سے بَری کرنا ہے، فرمایا کہ اگر پھر بھی جانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو یہ میری اونٹنی لے جاؤ، تیز دوڑنے والی اونٹنی ہے، اگر اُنہوں نے تمہارے ساتھ کوئی غلط تو تم اِس اونٹنی پر اپنی جان بچا لینا، یہ اِس اونٹنی کا کوئی پیچھا نہیں کر سکتا۔ چلئے، اِن کی اونٹنی تیز چل رہی

تھی؛ابوجہل نے کہا کہ تیری اونٹنی تیز چل رہی ہے میری اونٹنی سست پڑ گئی ہے، اگر مجھے اپنے ساتھ سوار کرلو؛ کہا آ جاؤ، کیا بات ہے، اُنہیں کیا معلوم تھا کیا اِرادہ ہے، یہ وہاں سے اُترے، سواری سے؛ چنانچہ عیاش ابن ربیعہ کو باندھا رسیوں سے اور ان کو ستایا یہاں تک کہ یہ اسلام سے مرتد ہو گئے۔ چلے گئے مکہ مکرمہ، اور یہ صحابہؓ کہا کرتے تھے کہ جو ایک مرتبہ اسلام سے نکل گیا وہ دوبارہ واپس نہیں آ سکتا۔ اِدھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فکر میں تھے کہ کیا ہوا عیاش کا، کیا ہوا عیاش کا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو، کیا میں عرض کروں میں آپ سے، اپنے اور دین کے دُشمنوں کے بارے میں بھی نبی کا استغنیٰ پسند نہیں ہے تو پھر مسلمان سے مسلمان کے لیئے استغناء کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ آپ سوچیئے تو صحیح میں کیا کہہ رہا ہوں! ۔ آپ دعوت دیتے رہیئے ہدایت دینا ہمارا کام ہے۔ آپ کے اندر غیروں سے استغناء نہیں ہے' ہمارے اندر اپنوں سے استغناء ہے۔ آپ ﷺ کے اندر تو غیروں سے استغناء نہیں ہے یہاں اپنوں سے استغناء ہے۔ اِدھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُعاء میں لگے رہے۔ استغناء نہیں ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہا کہ چلے گئے تو چلے گئے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُعاؤں میں لگے رہے، پھر آپؐ نے ہجرت کی، آپؐ کے ہجرت کے بعد مدینۂ منوّرہ میں آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی: قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من الرحمۃ اللّٰہ۔ یہاں سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کی آیت یہ لکھ کر مکہ مکرمہ بھیجی، اُن لوگوں کے لیئے جو سمجھتے تھے کہ جو اسلام سے نکل گئے ہیں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتے۔ فرماتے ہیں اِس آیت کو پڑھ کر مکہ والوں نے یہ کہا کہ او ہو! یہ تو ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے؛ چنانچہ ایسے لوگ واپس آئے مدینۂ منوّرہ۔ تو میں نے عرض کیا کہ ساتھیوں سے استغنیٰ نہیں ہونا چاہئے۔ ایک ایک فرد کے لیئے یہ کوشش ہوتی تھی۔ اِس لیئے ہم نے عرض کیا کہ ساتھیوں کو لے کر چلنا۔ اور ساتھیوں کا اعتماد بنانا۔ ساتھیوں کو مجروح مت کرو۔ اور اگر تم کسی کو مشورہ میں یوں کہتے ہو نا کہ آپ کی رائے ٹھیک ہے' تو وہ بے چارہ آئندہ رائے نہیں دے گا۔ اِس لیئے فرمایا کہ یہ ہیں اُصول اِجتماعیت کے' کیونکہ مدد میں عرض کر چکا کہ اِجتماعیت کے ساتھ ہے اور یہ اِجتماعیت کے اُصول ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اُمت کو اِجتماعیت کے لیئے سب سے اہم چیز مشورہ دیا گیا ہے؛ جبکہ اللہ اللہ کے رسولؐ کو مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ عالم الغیب ہے اور اِن کے پاس وحی کا سلسلہ ہے اِس لیئے فرمایا اللہ اللہ کے رسولؐ دونوں مستغنی ہیں مشورہ سے۔ لیکن اللہ نے اِس مشورہ کو تمہارے لیئے رحمت بنایا ہے۔ ورنہ اللہ اللہ کے رسولؐ کو مشورہ کی ضرورت نہیں ہے' اللہ عالب الغیب ہیں وہ کسی سے مشورہ نہیں کرتے اور نبیؐ کے پاس وحی آ سکتی ہے وہ اللہ سے پوچھ کر کام کریں انہیں مشورہ کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اِس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی کو مشورہ کا حکم دیا ہے، کہ آپ اِن سے اُمور میں اِن سے مشورہ کیجئے، اِس لیئے مشورہ یہ سب سے بڑا اجتماعی کام ہے اور نماز کی طرح اِجتماعی ہے اور اگر غور کیا جائے گا تو سارا نظام مشورہ کا نماز کے تابع ہے' نماز کی صفت پر ہے' نماز کے طریقہ پر ہے۔ سارا مشورہ نماز کے طریقہ پر ہے۔ کہ جس طرح تم نماز کے لیئے اپنے سارے کام چھوڑ کر مسجد میں جمع ہوتے ہو اِس طرح اپنے سارے کام چھوڑ کر مشورہ میں مسجد میں جمع ہوں۔ اور جیسے تم جانتے ہو کہ مسجد میں نماز ایک ہی ہوتی ہے دو نمازیں مسجد میں نہیں ہوتی' شریعت اجازت نہیں دیتی' کہ کیوں! اِس لیئے کہ جماعت سے نماز کا پڑھنا اِجتماعیت نہیں ہے ایک وقت میں سب کا جمع ہونا اِجتماعیت ہے۔ ہم کچھ کہہ رہے ہیں۔ جماعت کی نماز کی جو حکمت ہے وہ ایک وقت میں سارے مسلمانوں کا جمع ہونا ہے۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو حائضہ عورتوں اور بچوں کو بھی عید کی نماز میں حاضر ہونے کا حکم دیا؛ حالانکہ اُن کو نماز نہیں پڑھنی ہے۔ نماز نہ بچوں پر ہے نہ حائضہ عورتوں پر ہے' فرمایا کہ نہیں؛ مسلمانوں کی اجتماعیت دکھلانے کے لیئے عورتیں' بچے بھی عید کی نماز کے لیئے حاضر ہوں، اُس زمانہ کی بات ہے؛ تاکہ بتایا جائے کہ مسلمان کتنے ہیں' کب ہیں' کہاں ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ نماز کی صفت پر مشورہ کو لاؤ، کہ جس طرح محلہ کا ہر مسلمان مرد وہ نماز کے لیئے مسجد میں آنا چاہئے اُس کو اِس طرح ہر مسلمان مرد وہ مشورہ میں شریک ہونا چاہئے۔ پھر مشورہ نماز کی طرح۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ مسجد میں ایک جماعت کی نماز ہوگی بس! ۔ اگر کسی کی نماز چھوٹ گئی ہے تو وہ جماعت مسجد سے باہر کے حصہ میں کرے گا مسجد میں نہیں۔ اِس لیئے کہ ایک مسجد میں دو نمازیں نہیں، ایک مسجد میں دو مشورے بھی نہیں، ایک مشورہ۔ ایک مشورہ ایک نماز۔ اور ایک مشورہ اور ایک نماز اور ایک امام اور اگر امام بھول جائے تو یوں کہیں کہ امام کو مقتدی لقمہ دے دیں اور لقمہ دینے میں مقتدی جھگڑے گا نہیں امام کے ساتھ۔ امام آپ کی نماز کا ضامن ہے' آپ لقمہ دے دیجئے اور اِمام کے حوالے نماز کر دیجئے، یہ نہیں کہ آپ نیت توڑ کے چلے جاویں' کہ ہمارا لقمہ نہیں لیتے!! ۔ کہ بھئی آپ نے ہمارا لقمہ نہیں لیا ہم نماز چھوڑ کر جا رہے ہیں ایسا نہیں ہوگا' ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ نماز چھوڑ کر چلے جاویں کہ آپ نے ہمارا لقمہ نہیں لیا۔ کہیں خطا امام سے ہوگی' کہیں خطا لقمہ دینے والے سے ہوگی، اِمام کو ضامن کہا ہے نماز کا' کہ آپ کی نماز کی ضمانت امام پر ہے۔ قیامت میں آپ سے

آپ کی نماز کا سوال نہیں کیا جائے گا۔ آپ کی نماز کا سوال امام سے ہوگا۔ سیدھی بات ہے۔ آپ کیوں لڑ رہے ہیں کہ ہمارا لقمہ نہیں لیا' چھوڑ دیں امام پر۔ وہ آپ کے لقمہ پر غور کرے گا' اگر لے لے گا تو ٹھیک ہے اور نہیں لے گا تو امام ضامن ہے۔

اِس لیئے شریعت نے اِتنی وُسعت رکھی ہے اِطاعت میں کہ اگر آپ کو کھلے کفر کا حکم کرے امیر پھر تو اُس میں اُس کی اطاعت نہیں ہے۔ اور اگر نماز چھوڑ نے کا حکم کرے تو اطاعت نہیں ہے، اِس سے پہلے پہلے اطاعت لازم ہے۔ اگر آپ کو کفر کا حکم کرے تب تو آپ اطاعت نہ کیجیئے اور اگر کفر کا حکم نہیں کر رہا ہے۔

مجذومہ عورت گھسٹ گھسٹ کر بیت اللہ کا طواف کرتی تھی، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو حکم دیا کہ اللہ کی بندی لوگوں کو تکلیف نہ دے، طواف چھوڑ اپنے گھر بیٹھ جا، تیری وجہ سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے، اور ظاہری بات ہے کہ جس عورت کو کوڑھ کا مرض ہو اور وہ زمین پر گھسٹ کر طواف کرے بتایئے کہ اُس کے اندر طواف کی کیا رغبت ہوگی اور کیا شوق طواف کا ہوگا کہ اِس حال میں بھی وہ طواف کر رہی ہے، لوگ بچ بچ کے چلتے تھے اُس سے بھیڑ میں، حضرت عمرؓ نے حکم دیا چھوڑ دے طواف، تیری وجہ سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے، اُس نے اِس جذبہ کے باوجود طواف کرنا چھوڑ دیا، گھر بیٹھ گئیں۔ حضرت عمرؓ کی شہادت ہوگئی۔ اُس سے کہا گیا کہ جا جا! جا کے طواف کر، تجھے کوئی روکنے والا نہیں، تجھے روکنے والا دنیا سے چلا گیا ہے' جا! جا کر طواف کر جا کے، اُس نے کہا: یہ نہیں ہوسکتا کہ میں امیر کی فرمانبرداری کروں اُس کی حیات میں اور نافرمانی کروں اُس کے مرنے کے بعد۔ میں نہیں طواف کروں گی کیونکہ امیر المؤمنینؓ نے منع کیا ہوا ہے۔ وہ مجھے روک کر گئے ہیں نا۔ کیسی عجیب بات ہے۔ یہ تو نہیں کہ ہمارا جذبہ طواف کا ہے ہم طواف کریں گے؛ حالانکہ ایسی عبادت ایسا طواف جو بیت اللہ کے علاوہ کہیں ہو نہیں سکتی۔ ساری عبادات دُنیا میں جہاں جہاں ہو وہ کرلو، طواف ایک ایسی عبادت ہے جو بیت اللہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اُس نے کہا امیر کا حکم ہے نہیں کریں گے امیر حیات ہے تب بھی اور امیر چلا گیا تو کیا بات ہے علت تو باقی ہے نا جس وجہ سے روکا تھا۔

تو میں نے عرض کیا کہ یہ ہے مزاج کہ جو کہا جائے اُسے پورا کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جو تقاضے تمہیں دیئے جائیں اُنہیں پورا کرلیا کرو ورنہ یہود ونصاریٰ تمہاری گردنوں پر سوار ہوجائیں گے۔ حضرت علیؓ نے کچھ کہا کرنے کے لیئے اور پھر پوچھا یہ کام ہوگیا! کہ نہیں ابھی نہیں ہوا' فرمایا جو کہا کرو اُسے پورا کرلیا کرو ورنہ یہود ونصاریٰ تمہاری گردنوں پر سوار ہوجائیں گے۔

اور فرمایا کہ مشورہ کا یہ ادب ہے کہ مشورہ میں اپنی رائے پیش کردو۔ اور امیر اور ذمہ دار اور اگر وہ غور و فکر کرے اور چونک جائے اپنے فیصلہ میں تو اُس کو ایک اجر ملے گا اور اگر اُس نے غور و فکر کر کے فیصلہ صحیح کردیا تو اُس کو ڈبل اجر ملے گا، اُس کو غور و فکر کا بھی اجر ملے گا اور اُس کو فیصلہ کا بھی اجر ملے گا۔ چونک گیا تو ایک اجر اور ٹھیک فیصلہ کردیا تو دوگنا اجر۔ ہاں! اِتنی بات ضرور ہے کہ اپنے اُمراء کو اپنی رائے ضرور دے دیا کرو، رائے ضرور دیا کرو، رائے دینے میں ہمیشہ امیر کے ذمہ داروں کا لا احترام لازم پکڑو؛ ورنہ آدمی اپنی رائے کے اصرار کی وجہ سے ذمہ داروں کی بے احترامی کر بیٹھتا ہے اور میں کہتا ہوں رائے پر اصرار کرنا ہی بے احترامی ہے۔ رائے پر اصرار نہیں ہونا چاہیئے۔

اور اگر کوئی فیصلہ ہوجائے کسی بات کے بارے میں' سب کو معلوم ہوگیا کہ یہ فیصلہ ہوگیا اِس فیصلہ کے بعد اگر آپ کے دل میں کوئی رائے آتی ہے تو آپ کا اُس رائے کو ظاہر کرنا فساد کرنا ہے، چاہے وہ رائے کتنی بھی اچھی ہو۔ میں آپ کو ایک واقعہ عرض کرتا ہوں' اِس سے معلوم ہوگا کہ اگر فیصلہ کے بعد کوئی رائے دل میں آتی ہے تو اُس رائے کو پیش کرنے کا کیا ادب ہے۔ پہلی بات تو یاد رکھو! کہ رائے دینے کی جگہ صرف مشورہ ہے۔ مشورہ کی جگہ رائے دینی تھی اِس کے علاوہ باہر رائے دینے کی جگہ نہیں ہے۔ جس طرح امام کو لقمہ دینے کا موقع صرف نماز میں ہے اِس طرح رائے دینی کی جگہ صرف مشورہ ہے، کہ رائے دینی ہے تو مشورہ میں دو، کہ لوگ مشورہ میں خاموش بیٹھتے ہیں باہر نکل کر اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں، یہ فساد ہے یہ۔ یہ فساد ہے۔ تو چنانچہ بعض مرتبہ ایسا ہے کہ فیصلہ ہوجاتا ہے پھر کسی کے دل میں بہت اچھی رائے آتی ہے اور واقف یہ سمجھتا ہے رائے بہت اچھی ہے مگر میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ سے ہمیں یہ ادب بھی ملا ہے کہ اگر تمہارے دل میں کوئی رائے نبی کے فیصلہ کے بعد آجائے' دیکھو! دو باتیں ہیں ایک بات تو یہ ہے کہ آپ نے رائے مشورہ میں دی نبی نے فیصلہ کردیا' پھر آپ کے دل میں اپنی رائے باقی ہے تو قرآن کہتا ہے کہ یہ تو ایمان والا ہے ہی نہیں، قسم کھا کر، فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدو فی انفسھم حرجم مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ یسلموا تسلیما کہا ہے تاکید کے لیئے کہ پوری طرح نبی کے فیصلہ کو تسلیم کرلیں، فیصلہ کے بعد دل میں رائے باقی نہ رکھیں، ثم لا یجدو فی انفسھم حرجم مما قضیت آپؐ کے فیصلہ کے بعد اُن کے دل میں اپنی رائے اپنا کوئی ارادہ باقی نہ رہے۔ اگر ہے

تو ایمان والا نہیں ہے۔ ہوا یہ کہ بدر کا میدان طئے ہوگیا، کہ یہاں پڑاؤ کرنا ہے، جب بدر کا میدان طئے ہوگیا اور سب کو اطلاع ہوگئی تو ایک صحابیؓ کے دل میں خیال آیا کہ یہ جگہ مناسب نہیں ہے کیونکہ یہاں پانی نہیں ہے، پانی وہاں ہے' فاصلہ پر، اگر ہمارا پڑاؤ پانی پر ہو' پانی ضرورت کی چیز ہے، دل میں خیال اللہ نے ڈال دیا کہ یہاں کے بجائے وہاں ہوتا' مگر فیصلہ ہو چکا' اب یہ بھی نہیں ہے مشورہ میں کہ جی! رائے آئی ہے اس کو بولنا نہیں ہے کیونکہ فیصلہ ہو چکا ہے؛ یہ بھی طریقہ غلط ہے، اور یہ اُس سے زیادہ غلط ہے کہ آپ لوگوں میں یہ کہتے پھریں کہ ہماری رائے تو یہاں کی ہے کیونکہ یہاں پانی نہیں ہے، یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ نبی کے فیصلہ کے بعد آپ کوئی رائے کو ظاہر کریں۔ کہ کیا کریں!۔ اُن صحابیؓ نے کسی سے اِس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ یہ طریقہ بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی رائے آجائے فیصلہ کے بعد تو کیا جائے۔ اُنہوں نے غور کیا اور موقع تلاش کیا کہ آپ ﷺ تنہا کب ہیں۔ دیکھا کہ آپ ﷺ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ پہلے تو مجھے یہ بتادیجئے آپ کہ آپ نے بدر کا میدان جو طئے کیا ہے وہ اللہ کے حکم سے وحی سے کیا ہے یا اپنی رائے سے کیا ہے۔ پہلے تو اپنے اللہ کا معاملہ صاف کیا۔ سنو! سنو! کہ مشورہ میں فیصلہ کے خلاف رائے پیش کرنے کا ادب کیا ہے!۔ پہلے کیا کہا؟ کہ وحی سے ہے یا آپ کی رائے سے ہے۔ فرمایا: نہیں، وحی سے نہیں ہے، اور نہ ہی اس میں کوئی وحی آئی، یہ میں نے اپنی رائے سے کیا ہے، ایک بات سے اطمینان ہوگیا کہ وحی کی مخالفت نہیں کروں گا میں۔ اگر وحی سے طئے ہوا ہے تو ہم خاموش ہوجائیں گے بھول جائیں گے اپنی رائے کو، اور اگر آپؐ نے طئے کیا ہے وحی سے نہیں ہوا تو اُنہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا گنجائش ہے کہ آپ کے سامنے ایک رائے پیش کی جائے۔ کیسا اچھا طریقہ تھا۔ ہاں بتاؤ! کیا رائے ہے، کہ درخواست یہ ہے کہ یہاں پانی نہیں ہے وہاں پانی ہے اگر ہمارا پڑاؤ پانی پر ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ فرمایا: بالکل ٹھیک رائے ہے۔ سب سے کہہ دیا کہ جاؤ! کہہ دو جا کر کہ پڑاؤ یہاں نہیں ہوگا وہاں ہوگا۔ ایک ساتھی کی رائے پر سارا مشورہ بدل گیا سارا فیصلہ بدل گیا، سوچئے! کیسا اچھا طریقہ تھا۔ اب ہم دیکھیں، اللہ مجھے معاف فرمائے! ہم اُس مشورہ کو دیکھیں اور اپنے مشوروں کو دیکھیں۔ غور کرو! آوازیں بلند ہوتی ہیں، احتجاج ہوتا ہے، بعض بیٹھ کے غیبتیں ہوتی ہیں، مشورہ تھوڑی ہے یہ، یہ مشورہ ہے۔ یہ کیا مشورہ ہے۔

مشورہ تو میں عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے اسلام کا وقار نماز میں اور دعوت کا وقار مشورہ میں ہے۔ اسلام کا وقار نماز میں' کہ دیکھیں' کفار جب نماز میں دیکھتے تھے صحابہؓ کو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ وقار اسلام کا جو نظر آتا تھا وہ نماز میں ہے۔ اور دعوت کا وقار مشورہ میں ہے۔ جتنے بادشاہوں کے پاس سے لوگ آتے تھے وہ آپؐ کے صحابہؓ کے مشورہ کی کیفیت کو دیکھ کر کہ ہم نے ایسی حکومت اور ایسی محبت تو ہمارے یہاں کسی کسریٰ کے یہاں ہے اور نہ قیصر کے یہاں ہے جو اِن کے یہاں ہے۔ کہ یہ کیسے مشورہ میں بیٹھتے ہیں، کیسے رائے دیتے ہیں۔ میں آج بھی عرض کرتا ہوں کہ مشورہ والے مشورہ کو طریقہ سے کرلیں تو آج بھی باطل کے دل میں اسلام کا وہ رُعب لوٹ آئے گا جو رُعب اُس زمانہ کے مشورہ کے طریقہ سے تھا۔ لیکن وہی بات ہے کہ وہ زمانہ کا باطل مسلمانوں کی اجتماعیت کو دیکھ کر روتا تھا آج کا باطل مسلمانوں کے افتراق کو دیکھ کر ہنستا ہے۔ ادھر آدمی اپنی رائے کو حق سمجھتا ہے؛ نہیں، رائے الیکشن نہیں ہے، رائے کوئی ووٹ نہیں ہے۔ رائے تو کام کا حق ہے، جیسا امام کو لقمہ دیا جاتا ہے نماز دُرست کرنے کے لیئے اِس طرح امیر کو لقمہ دیا جاتا ہے کام ٹھیک کرنے کے لیئے، اس کے علاوہ کیا بات ہے۔ اِس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے مشورہ کی۔ رائے کی۔

تو ہم نے عرض کیا کہ یہ ایک بنیادی چیز یہ ہے' کہ جہاں مشورہ صحیح رُخ پر ہوگا وہاں غیبی مددیں نازل ہوں گی۔ ہمیں ساری غیبی نصرتیں اور برکتیں صرف مشورہ میں نظر آئی ہیں۔ بے شمار قصے ہیں اِس کے۔ آپ غور کریں گے جتنی بڑی غیبی نصرتیں فتحِ مکہ جو ہے نا فتحِ مکہ اُس کا اصل سبب حدیبیہ ہے، کہ اپنے سارے جذبہ کو' اپنی رائے کو قربان کردو، جو کہا جارہا ہے وہ کرلو۔ تو میں نے عرض کیا کہ مشورہ تو آپؐ کرتے تھے اور آپؐ کے مشورہ میں عمومیت بہت تھی، منافقین آپ کے مشورہ میں ہوتے تھے آپؐ کبھی کبھی تو ریہ بھی کرتے تھے منافقین کی وجہ سے، رُخ بدلتے تھے، تو ریہ ہوتا تھا' یہ نہیں کہ منافقین کو نکالا جائے مشورہ سے۔ اُحد کے موقع پر آپؐ نے مشورہ میں اتنی وُسعت کی ہے کہ منافقین کے سردار سے رائے لی کہ آپ کی کیا رائے ہے؛ کہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ مدینہ میں رہ کر لڑا جائے' باہر نکل کر نہیں' ہمارا تجربہ یہ ہے۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ مقابلہ کیا جائے مدینہ میں رہ کر باہر نکل کر نہیں۔ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ باہر نکلنا ہے۔ اُس نے کہا نہیں' ہماری رائے باہر نکلنے کی نہیں ہے۔ دیکھیئے! سنئے! یوں کہیں کہ کبھی بھی رائے کی وجہ سے' اپنی رائے پر اصرار کی وجہ سے افتراق پیدا مت ہونے دو۔ کہ ہماری رائے تو یہی ہے۔ اُس نے یہ کہا آپ ﷺ سے کہ میری رائے تو یہی ہے کہ یہاں رہ کے لڑا جائے۔ آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ باہر نکلنا ہے۔ اِس نے اعلان کردیا کہ ہمارے ساتھ کون کون ہے کیونکہ ہمارا ارادہ آپ کے ساتھ نکلنے کا نہیں ہے' ہمیں آپ کی رائے سے اتفاق نہیں ہے' ہم آپ کا ساتھ دیں گے ضرور' اِس شرط پر کہ

آپ ہماری بات مان لیں، یہ تھا،عبداللہ بن اُبی کا کہنا یہ تھا، ہم آپ کا ساتھ دیں گے اِس شرط پر کہ آپ ہماری بات مانیں۔ اور اگر آپ ہماری بات نہیں مانیں گے ہم آپ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ یہاں سے دو جماعتیں بنیں۔ آپ غور کریں بس یہی اصرار اور افتراق کا سبب بنا ہے؛ چنانچہ تین صحابیوں کو لے کر عبداللہ بن ابی بن سلول وہ ٹھہر گیا مدینہ میں باقی سات سو صحابہؓ نکلے۔ یہ تین سو تھے باقی سات سو تھے، سات سو غالب آئے تین ہزار پر، اِن تین سو کے کم ہونے کی وجہ سے میدان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اور تین سو کے کم ہونے کی وجہ سے ہزیمت نہیں ہوئی۔ سات سو کو اللہ نے تین ہزار پر غالب کیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ جو لوگ میدان میں اُتر جائیں اِن میں آپس میں اِجتماعیت جب تک رہے گی اُس وقت تک مدد رہے گی۔ اور ان میں افتراق پیدا ہوا تو میدان پھر ہاتھ سے چلے جائیں گے۔ پھر میدان ہاتھ سے نکل جائے گا۔ آپ غور کریں کہ اِس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلِ رُمات پر 50 صحابہؓ کو متعین کیا۔ اِسے کہتے ہیں کہ جب کوئی حال کا اَمر آتا ہے تو اُس حال کے امر کے مقابلہ میں جتنی بھی چیزیں پیش آئیں سب کی سب مبذول ہیں افضل نہیں ہیں۔ یہ کہنا کہ یہ بھی تو ہے، نہیں، اِس وقت تو وہی ہے جس کا حکم دیا گیا ہے؛ حالانکہ مالِ غنیمت امت کی فضیلت ہے، اِس اُمت کی خصوصیت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام پر جن چیزوں پر فضیلت دی گئی ہے اُس میں ایک بڑی فضیلت کی چیز مالِ غنیمت ہے۔ پچھلی اُمتوں کے لیئے مالِ غنیمت حرام تھا، آسمان سے آگ آتی تھی کھا جاتی تھی، اِس اُمت کے لیئے مالِ غنیمت کو حلال کیا گیا۔ اِدھر یہ حکم کہ یہاں سے ہٹنا نہیں ہے اور اُدھر دکھلایا مالِ غنیمت۔ سنو! سنو! حالات کو دیکھ کر آدمی کی رائے بدل جاتی ہے، حالات کو دیکھ کر لوگ اپنا نظام بدل لیتے ہیں، کہ نہیں، جو حکم ہے اُس کو پورا کرنا ہے حالات کے مقابلہ میں؛ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر شکست ہو جائے اور ہماری لاشیں پڑی ہوئی ہوں میدان میں اور آسمان سے پرندے اُتر کر ہمارے لاشوں سے گوشت نوچ کر کھاتے ہوں اُن کو اُڑانے کے لیئے بھی یہاں سے آپ کو ہٹنا نہیں ہے اور اگر فتح ہو جائے اور لوگ مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہوں تب بھی تمہیں یہاں سے ہٹنا نہیں ہے۔ دونوں حالتوں میں حکم دیا تھا، لیکن اِن لوگوں نے اپنے امیر پر اصرار کیا، بہت اصرار کیا، تو اُنہوں نے بہت انکار کیا، یہاں تک کہ اصرار کر کے 40 صحابہؓ وہ جبلِ رُماۃ سے نیچے اُتر گئے۔ یہیں سے دُشمن نے آ کر دوبارہ حملہ کیا اور سارا میدان مسلمانوں کے ہاتھوں سے غیروں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عام صحابہؓ تک اُن کو زخم آئے۔

حضرت حذیفہؓ کے والدؓ کو صحابیؓ نے قتل کیا؛ حالانکہ یہ بھی صحابیؓ تھے یہ بھی صحابیؓ تھے۔ پتہ ہی نہیں کہ کون اپنا ہے کون پرایا ہے۔ جب اطاعت ختم ہوگئی تو نشانی ختم ہوگئی۔ پورا میدان ایسا ہو گیا کہ حضرت حذیفہؓ کے والد کو ایک صحابی نے قتل کیا۔ چیخ رہے ہیں کہ یہ میرے باپ ہیں میرے باپ ہیں، اِنہیں قتل مت کرو یہ مسلمان ہیں، یہ مسلمان ہیں، لیکن اُنہوں نے قتل کر دیا۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ دُعاء کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے باپ کے قاتل کو معاف کر دے اُس سے غلطی ہوگئی۔ کیسے لوگ تھے وہ جو یہ دُعاء کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے باپ کے قاتل کو معاف کر دے اُس سے غلطی ہوگئی، اُس نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ اے اللہ! میرے باپ کے قاتل کی مغفرت کر دے۔ سوچو! آج ہے کوئی ایسا معاف کرنے والا، وہ اللہ کا معاملہ تھا نا، کہ باپ کو قتل کیا؛ حالانکہ مسلمان تھے تو اللہ سے کہتے تھے کہ اے اللہ! میرے باپ کے قاتل کو معاف کر دینا۔ ظاہری بات ہے کہ خود معاف کر دیا ہوگا تب ہی تو اللہ سے کہہ رہے ہیں معاف کر دینے کو۔ سنیں! تو عرض یہ کیا ہے کہ جب میدان میں اُتر جائیں تو اُن کے درمیان کا اِفتراق یہ میدان کو چھین کر فوراً غیروں کے حوالہ کر دے گا۔ اِس لیئے کہ میدان میں اُترنے والوں کے اعتبار سے فیصلہ ہوگا۔ تو ساتھیوں میں سے 40 ذمہ دار اپنے ایک علاقائی امیر کی نافرمانی ہوئی، میں کہتا ہوں یہ علاقائی امیر تھے عبداللہ بن جبیرؓ، اگر تم نے علاقائی امیر کی بھی نافرمانی کی ہے اور مالِ غنیمت کی فضیلت بھی کی ہے، کوئی یہ نہیں کہا جائے گا کہ تم مالِ غنیمت کی فضیلت میں اُترے تھے؛ لہٰذا میدان اُن کے ہاتھ میں چلا گیا، نہیں، فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم۔ اِس سے ڈرنا چاہیئے بہت۔ تو ہم نے عرض کیا کہ یہ مشورہ کے آداب ہیں۔ تو یہ 4 اسباب ہیں اجتماعیت کے۔ اِس لیئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس طرح اُمت بنائی ہے۔ اِس طرح آپؐ نے اُمت بنائی ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ اجتماعیت کے اسباب اختیار کرو۔ اجتماعیت کے اسباب ہوں گے تو اجتماعیت ہوگی، اجتماعیت ہوگی تو اللہ کی مدد ساتھ ہو جائے گی۔

اِس لیئے میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! یہ ایک مزاج ہے، اپنے کام کو سیرت کی طرف لاؤ، اِس لیئے کہ یہ سیرت کی طرف جائے گا یا سیاست کی طرف جائے گا۔ یا سیرت کی طرف یا سیاست کی طرف، دو راستے ہیں۔ آدمی اگر اپنے تجربات اور اپنی چالاکیوں سے چلے تو پھر دماغ سیاست میں چلے گا اور اگر ہر قدم پر یہ دیکھیں کہ سیرت میں کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیئے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اُمت کی اصلاح بھی پچھلوں کی نقل میں ہے اور اُمت کی نصرت اور مدد بھی پچھلوں کے طریقوں میں ہے، یہ قیامت تک کے لیئے طئے ہو گیا ہے۔ کہ اس اُمت کے بعد والوں کی اصلاح ہو نہیں سکتی جب تک اُمت بعینہٖ وہ نہ کرے جو پہلوں

نے کیا ہے۔ اِس لیئے میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! یہ ہیں اجتماعیت کے اسباب۔ اِس سے اللہ رب العزت آپس کے دلوں کو بھی جوڑیں گے اور اللہ تعالیٰ اِس اجتماعیت پر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھلاویں گے نصرت کی شکل میں، کیونکہ اللہ نے شرط لگادی ہے اِنْ تنصروا اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ اگر تم اُس کے دین کے مددگار رہو تو وہ تمہاری مدد کرنے والا ہے اور یہ بات پورے جذم وقوت اور یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ دعوت الی اللہ کے بغیر دین کی نصرت کہیں ثابت نہیں ہے۔ سیدھی سیدھی بات ہے۔ کوئی نصرت نہیں ہے دین کی جب تک دعوت نہ ہو۔

مولانا الیاس صاحبؒ کا ملفوظ ہے: اپنی ذات سے پورے دین پر چلنے والا دیندار ہے دین کا مددگار نہیں ہے۔ اور اگر آپ غور کریں گے سیرت پر تو بڑی بڑی نصرتیں وہ سب دعوت اور نقل وحرکت پر ملیں گی۔ نصرت کا وعدہ بھی اِسی پر ہے اور تمہارے قدموں کے جمانے کا وعدہ بھی دعوت پر ہے؛ دونوں وعدے اِسی میں ہیں: ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ کہ تمہارے قدموں کو جمادیں گے ہم دین پر اور تمہاری مدد کریں گے اگر تم اللہ کے دین کے مددگار رہو۔

اِس لیئے ہم کہا کرتے ہیں کہ دعوت کے تقاضے ایسے ہیں کہ ان کو ٹال بھی نہیں سکتے دوسروں پر ڈال بھی نہیں سکتے' عبادت کی طرح۔ دعوت کے تقاضے عبادت کی طرح ہیں' آپ ٹال دیں گے تو یہ ضائع ہوجائے گا اور آپ دوسروں پر ڈال دیں گے تو آپ کی ذمہ داری پوری نہیں ہوگی۔

تو میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ احادیث کی روشنی میں یہ نظر آتا ہے کہ دعوت کے تقاضہ کو دوسرے پر ڈال دینا انبیاء علیہم السلام اس کو اللہ کے عذاب کے آنے کا سبب سمجھتے تھے۔ سوچیئے تو صحیح! ہم تو اِس کو مستحب کا درجہ دے کر خاموش ہوجاتے ہیں۔ ورنہ حدیثوں میں یہ ہے' کہ دعوت کے تقاضہ کو دوسروں پر ڈال دینا اِس کو انبیاء علیہم السلام مؤجب عذاب سمجھتے تھے، کہ اللہ کے عذاب کے آنے کا سبب ہے۔ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ بھئی! کوئی بھی نہیں کرے گا دعوت کا کام تب اللہ کا عذاب آئے گا، جو فرضِ کفایہ کہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں اور حدیث یہ کہتی ہے کہ اگر آپ اِس دعوت کے تقاضہ کے آنے پر اپنا کوئی متبادل بھی دیکھ لیں' کوئی اپنے آپ کو متبادل پیش بھی کردے تب بھی انبیاء علیہم السلام اِس پر بھی اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے۔ یہاں تو باطل آلات کو لوگ متبادل بنا کر لوگ مطمئن ہیں کہ بات پہنچ رہی ہے اور وہاں عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ کو بطور متبادل کے پیش کر رہے ہیں اور یحییٰ علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں اگر آپ چلے گئے میں نہ گیا تو اللہ مجھے زمین میں دھنسائیں گے اللہ مجھے عذاب دیں گے۔ عجیب قصہ ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے۔

حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہؓ کو نقل وحرکت پر اور نفر پر جمانے کے لیئے اُن کو خروج میں تاخیر کے لیئے وعیدیں بھی سنایا کرتے تھے، کہ میں کیوں نہیں سوچا تھا کارگزاری میں کہ اتنے بڑے عملہ کے کام سے بیٹھ جانے کی اور اتنے بڑے عملہ کے سالانہ خروج میں پابندی نہ کرنے کی وجہ یہ ہے، کہ ہم اللہ کے راستہ میں نکلنے میں تاخیر پر وعیدیں بیان نہیں کرتے۔ نماز قضاء ہونے پر وعید جانتے ہیں، زکوٰۃ نہ دینے پر وعید جانتے ہیں، روزہ نہ رکھنے پر وعید جانتے ہیں، ایک نماز قضاء ہوجائے تو کیا وعید ہے لوگ جانتے ہیں' لیکن خروج قضاء ہوجائے اِس کی وعید نہیں جانتے۔ اور جانتے تو لوگ بیان نہیں کرتے اور بیان اِس لیئے نہیں کرتے ہیں کہ یہ سب کے سب سمجھتے ہیں کہ یہ وعیدیں قتال کے لیئے مخصوص ہیں۔

یہ اُس کی بنیادی وجہ ہے یہ، کہ وہ سمجھتے ہیں کہ نفر میں تاخیر پر جو وعیدیں ہیں وہ قتال کی وجہ سے ہیں، اور مجھے نظر نہیں آتا کہیں کہ کہیں خُروج میں تاخیر قتال کی وجہ سے ہونے پر وعید آئی ہو۔

بے شمار مثالیں قرآن وحدیث کے اندر موجود ہیں۔ کہ جہاں خروج میں تاخیر پر وعید ہے۔ خُروج میں تاخیر پر وعید ہے عذاب کی، مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات میں خواہ مخواہ کے تھوڑی ہی چھپا ہوا ہے کہ اللہ کے راستہ میں نکلنے میں تاخیر کرنا مؤجبِ عذاب ہے۔ کچھ پڑھے لکھے لوگ وہ بھی تھے ایسا نہیں ہے' جو ایک ذہن بن گیا نا کہ تبلیغ میں علم نہیں ہے؛ اور تبلیغ تو ساری ہے ہی علم کی بنیاد پر۔

تو میں نے عرض کیا کہ حضور اکرم ﷺ صحابہؓ کو اِس پر تیار کیا تھا کہ دیکھو! آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کر کے یہ حدیث بیان کی' صحابہؓ کو جمع کر کے فرمایا، صحابہؓ خود فرماتے ہیں؛ فرمایا کہ اللہ نے یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کر کے 5 باتیں اُن کو پہنچائیں، حکم یہ کہ آپ جمع کریں' دوسرا حکم یہ کہ مسجد میں جمع کریں اور تیسرا حکم یہ کہ آپ اُنہیں جا کر خود بتلائیں: اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں، اللہ کا ذکر کریں۔ یہ پانچ باتیں تھیں۔ یحییٰ علیہ السلام سے اِس بات کے پہنچانے میں تاخیر ہوگئی، ٹھیک ہے کرلیں گے' تاخیر ہوگئی کسی وجہ سے، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا یحییٰ علیہ السلام سے کہ یحییٰ اللہ نے تمہیں اِن پانچ باتوں کو بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کر کے پہنچانے کا حکم دیا تھا تم نے کیا نہیں! اگر تم نہیں جارہے ہو تو میں چلا جاتا ہوں؛ تاکہ یہ کام ہوجائے، یحییٰ علیہ السلام نے کہا عیسیٰ ہرگز مت جانا، اگر تم چلے گئے میں نہ گیا تو اللہ مجھے زمین میں دھنسادیں گے اور اللہ مجھے اِس طرح عذاب دیں گے۔

یہ روایت آپؐ نے صحابہؓ کو بیان کیا یہ قصہ یہ بتلانے کے لیئے اپنے صحابہؓ کو۔ کہ یہ کام ایسا کام نہیں ہے کہ جس کو آپ ٹال دیں دوسروں پر۔ اِس لیئے میں نے عرض کیا کہ دعوت عبادت کی طرح ہے، نہ اِس کو ٹال سکتے ہیں نہ دوسرے پر ڈال سکتے ہیں۔ اِس لیئے میرے دوستو عزیزو! عزم کرو کہ ان شاء اللہ ہمیں اِس وُسعتِ قلبی کے ساتھ اور اِس مزاج کے ساتھ اِس کام کو موت تک اِجتماعیت کے ساتھ کرنا ہے، اِس لیئے نقل وحرکت یہ اصل کام کا قِوام ہے کیونکہ تذکیر کا اور کوئی سبب نہیں ہے، کوئی سبب تذکیر کا نہ مؤثر ہے نہ نافع ہے اور میں مزید یہ عرض کر دیتا ہوں کہ کسی اور ذریعہ سے تذکیر یہ ذمہ داری کے ادا ہونے کے لیئے بھی کافی نہیں ہے۔ ایک ہی راستہ ہے تذکیر کا، یہ دعوت یہ تعلیم بس! اِس کے علاوہ میں نہیں سمجھتا کہ تذکیر کا کوئی ذریعہ ہے؛ کیونکہ تذکیر اختلاط کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

تحریر، تذکیر کا متبادل نہیں ہے۔ اِس لیئے صرف دو کام ایسے ہیں دُنیا میں جن سے اُمت کی اصلاح کی نیت جاسکتی ہے: ایک تعلیم، دوسرے دعوت۔ تعلیم اور دعوت بس! تعلیم یہ رواجی نظام نہیں بلکہ قدیم نظام ہے۔ علماء اور عوام کے اختلاط، بس یہ ایک سبب ہے دعوت اور تعلیم۔ اِس کے علاوہ تذکیر کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اِس کے علاوہ جتنے ذرائع تذکیر کے آپ اِستعمال کرتے ہیں وہ سب رواجی شکلیں ہیں۔ اِس لیئے عزم کرو کہ ان شاء اللہ ہمیں اِس ترتیب پر اپنے آپ کو قائم رکھنا ہے۔ اِس کے لیئے عزم کرو کہ ان شاء اللہ ہر سال چار مہینہ، ماہانہ دس دن، روزانہ آٹھ گھنٹے، ہمارا نصاب معمول ہے۔ اور پُرانے چھ چھ مہینے کا بھی ارادہ فرمائیں۔ اور علماء سال کا اور دوسرے کا بھی ارادہ فرمائیں۔

۹ / جمادی الاخری۔ مطابق: 2 / جنوری 2023ء۔ بروز پیر۔ بوقت 10 بجے سے۔ بمقام: مرکز نظام الدین۔

بیرون جانے والی جماعتوں کے رُخ کی تعین

حضرت جی دامت برکاتہم

1) ملکوں سے نظام الدین کی جماعتوں کا ایسا تقاضہ ہے جیسے صحراء میں کسی پیاسے کو پانی کا تقاضہ ہوتا ہے۔

2) ملائشیا میں لوگوں نے رو رو کر خوشامد کی کہ ہمیں نظام الدین کی جماعتیں چاہئیں۔

3) صوبہ سے بیرون کی جماعتوں کی تعداد بڑھانے کے لیے کمزور ساتھیوں کی تشکیل نہ کریں۔

4) حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بیرون جانے والے افراد کو بلا کر اپنے پاس رکھتے تھے، پھر روانہ کرتے تھے۔

5) تقاضہ سامنے ہے اُس کو پورا کون کرے گا یہ دیکھنا ہے؛ یہ نہیں کہ سب کو موقع دیا جائے۔

6) میرا جی چاہتا ہے کہ تم جتنی دیر کام سمجھاتے ہو اُتنی دیر کام سنا بھی کرو۔

7) مولانا یوسف صاحبؒ ہدایات کے درمیان کھڑا کرتے کہ بتاؤ! کیا سمجھے!۔ ہر ایک فکرمند رہتا تھا کہ پتہ نہیں کب مجھ سے پوچھیں گے!۔

8) مولانا الیاس صاحبؒ جانے والی جماعتوں کو ہدایت دیتے دیتے کبھی چڑیا گھر، کبھی مٹکا پیر مسجد تک جاتے تھے۔

9) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اُسامہؓ کی جماعت کو ہدایات دیتے دیتے مدینۂ طیبہ سے باہر گئے تھے۔

2 / جنوری 2023ء ۔ بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین، بستی نظام الدین، دہلی

مفتی یعقوب سلونی صاحب زید مجدہم

مقامی کام و مستورات کا کام

1) جس طرح عبادات کی سنتیں متعین ہیں اسی طرح دعوت کی سنتیں متعین ہیں ان میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

2) امت کی تعلیم و تربیت کا سب سے اہم سبب مسجد ہے، اس کو قیامت تک کے لیے طئے کر دیا گیا ہے۔

3) تعلیم و تربیت کی کسی اور جگہ وہ تاثیر نہیں ہے جو مسجد کے اندر ہے۔

4) یقین کے بننے کی بنیادی جگہ مسجد کا ماحول ہے اور یقین کے بگڑنے کی بنیادی جگہ بازار ہے۔

5) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں: اگر مسلمان بازار میں چوتھا کلمہ پڑھنا بھول جائے تو ایمان کے چھینے جانے کا خطرہ ہے۔

6) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: بازار میں 6 یا 8 گھنٹے دینے کی وجہ سے آدمی کے یقین میں جو بگاڑ آیا اُس کی دُرستگی کے لیے اُسی دن اس کو مسجد میں 6 یا 8 گھنٹے دینے پڑیں گے۔

7) امت کی تعلیم و تربیت گاہ یہ مسجدیں اُس وقت تک نہیں بن سکتیں جب تک ہر امتی کا فارغ وقت اس طریقہ سے مسجد میں نہ لگے جس طریقہ سے قرنِ اوّل میں صحابہؓ کا لگا کرتا تھا۔

8) مولانا علی میاں ندوی و حضرت مولانا منظور نعمانی رحمہما اللہ فرماتے تھے: ہم نے سیرت پڑھنے والے اور سیرت لکھنے والے بہت سارے لوگ دیکھے ہیں مگر مولانا الیاس صاحب اور مولانا یوسف صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سیرت کے اندر ایسی بصیرت اور ایسی گہرائی اور اس سے دعوت کے اصول نکالنے کا ایسا ملکہ عطا کیا تھا کہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ حضرات 'حضراتِ صحابہؓ کے درمیان پیدا ہو کر پلے بڑھے ہیں۔

9) چنانچہ مولانا یوسف صاحب فرماتے ہیں: میں نے سیرت میں غور کیا تو معلوم ہوا، ایک ایک صحابیؓ کے حصہ میں ہر سال راہِ خدا میں نکلنے کی مدت چھ سے سات مہینے ہے اور مقام پر رہتے ہوئے مسجد کے تقاضوں کے لیے تین چار مہینے صرف ہوتے تھے اور بڑی مشکل سے دو، یا تین یا چار مہینے اپنے ذاتی تقاضوں کے لیے فارغ کرتے۔

اگر ہم مسجد کو دو گھنٹہ یا ڈھائی گھنٹہ دینے کی بات چلائیں گے تو ساری مسجدیں دفتر بن کر رہ جائیں گی (اُن کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات طئے ہوتے ہیں)

10) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اُمت کی سب سے بڑی بھول اور اجتماعی غلطی یہ ہے کہ اُمت نے ان مساجد کو (صرف) پنج وقتہ نماز ادا کرنے کی ایک جگہ سمجھ لیا ہے جس طرح حج کی ادائیگی کی جگہ بیت اللہ اور مقاماتِ حج کو سمجھا جاتا ہے۔

11) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: ہمارے اس کام کا پہلا قدم یہ ہے کہ ایک ایک امتی کے دل کی گہرائی میں یہ بات اچھی طرح اُتر جائے کہ میرے تمام مسائل کے حل کا تعلق مسجد ہے۔

12) جس طرح آج کے مسلمان کو اپنے دنیاوی تمام مسائل کا حل ان دفتروں کے چکر کاٹنے میں نظر آ رہا ہے اس طریقہ سے اس کو مسجد کی طرف بار بار آنے جانے کے اندر اپنے دنیا کے تمام مسائل کا حل یقینی طور پر نظر آنے لگے۔

13) اللہ ربُّ العزت نے مسجد میں تعلیم اور تربیت کے اعتبار سے ایسی تاثیر رکھی ہے جو کسی اور جگہ نہیں ہے۔ اسی لیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت دل، سنگ دل اور کٹر قسم کے لوگوں کو مسجد کے ماحول میں رکھا جن کے اسلام میں داخل ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔ (مسجد کے ماحول سے متاثر ہو کر اُنہوں نے اسلام قبول کیا)۔ اھ

عن ابی هريرة قال: "بعث النبی صلی اللّٰه عليه وسلم خيلا قبل نجد، فجاءت برجل من بنی حنيف يقال له: ثمامة بن أثال، فربطوه بسارية من سواری المسجد، فخرج اليه النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال: أطلقوا ثمامة، فانطلق الى نخل قريب من المسجد، فاغتسل، ثم دخل المسجد، فقال: أشهد أن لا اله الا اللّٰه وأن محمدا رسول اللّٰه"۔

(صحيح البخاری، رقم الحديث: ۴۶۲)

14) یا پھر اسلام میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن اللہ کے احکامات کے لیئے اندر سے تیار نہیں تھے، تو دینِ اسلام کے لئے اُن کے دل نرم پڑ جائیں اور احکامات کے لئے اندر سے اِستعداد پیدا ہو جائے اس کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مسجد کے ماحول میں ٹھہرایا۔ روایتوں میں آتا ہے رمضان کا مہینہ تھا' قبیلۂ ثقیف کے لوگ آئے، آپؐ نے اسلام پیش کیا، اُنہوں نے شرطیں لگائیں کہ ہم ایک سال تک بت پرستی نہ چھوڑیں گے' نماز نہیں پڑھیں گے، اِس میں ہماری بڑی بے عزتی ہے' سُرین اوپر اور ناک نیچے؛ ایسی عبادت ہمارے بس کی نہیں، آپؐ نے فرمایا: اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو، رمضان کے روزے نہ رکھیں گے، زکوٰۃ نہ دیں گے، جہاد نہ کریں گے، آپؐ نے ساری شرطیں منظور فرما کر اُنہیں مسجد کے ماحول میں رکھا، روایت میں آتا ہے کہ اُسی رمضان کے روزے اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رکھنے شروع کر دیئے۔ اھ (عن عثمان بن أبی العاص، أن وفد ثقيف قدموا علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم، فأنزلهم المسجد ليكون أرق لقلوبهم ------"

(مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۷۹۱۳)

15) آج کے مسلمان مسجد کی طرف جانے کی دعوت نہیں دے رہے ہیں جبکہ اس زمانہ کے بھیڑیئے بھی مسجد کی طرف جانے کی دعوت دیتے تھے۔ بھیڑیئے نے حملہ کیا' ایک چرواہے کی ایک بکری کو اُٹھالیا' اُس نے چھیننے کی کوشش کی' تو اُس نے کہا کہ اللہ کی طرف سے ملی ہوئی روزی تم مجھ سے چھینتے ہو! اُنہوں نے بڑے تعجب سے کہا کہ ایک بھیڑیا انسان کی زبان میں بات کر رہا ہے' اُس نے کہا: اِس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حلقہ لگائے ہوئے ہیں اور دین کی باتیں فرما رہے ہیں اور تم یہاں پر جنگل میں بکریاں چَرا رہے ہو!۔ یہ سننے کے ساتھ ہی وہ بڑے میاں گئے اور ایک جگہ اپنی بکریوں کو باندھا اور حضورؐ کی خدمت میں جا کر یہ قصہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الصلوٰۃ جامعہ فرما کر سارے مدینے والوں کو اکٹھا کر لیا اور اُن کے سامنے بڑے میاں کی کارگزاری سنوائی۔ تَكْلِيْمُ الذِّئْبِ لِرَاعٍ وَاِخْبَارُهٗ لَهٗ بِخَبَرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ عَدَا الذِئْبُ عَلٰى شَاةٍ فَأَخَذَهَا فَطَلَبَهُ الرَّاعِيْ فَأَنْتَزَعَهَا مِنْهُ

(البدایہ، ۶/ ۱۴۳۔ بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ، جلد ۳، ص ۸۳۹)

16) محلہ کی دین داری اور بے دینی کا معیار مساجد ہیں، اگر مساجد اعمال سے آباد ہیں تو اس علاقہ میں دین داری ہے اور اگر مساجد آباد نہیں تو علاقہ میں دین داری نہیں ہے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں جا کر مسجدوں کے حالات اور اعمال کے ذریعہ وہاں کے دین کو پرکھ لیا تھا)۔ ا۔ ثَنَاءُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى أَهْلِ الْمَجَالِسِ فِي الْمَسَاجِدِ: وَأَخْرَجَ الْمَرْوَزِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ ابْنِ مُعَاوِيَةَ الْكِنْدِيِّ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالشَّامِ، فَسَأَلَنِي عَنِ النَّاسِ، فَقَالَ: لَعَلَّ الرَّجُلَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ كَالْبَعِيرِ النَّافِرِ فَإِنْ رَّأَى مَجْلِسَ قَوْمِهِ وَرَأَى مَنْ يَّعْرِفُهُمْ جَلَسَ اِلَيْهِمْ، قُلْتُ: لَا، وَلٰكِنَّهَا مَجَالِسُ شَتّٰى يَجْلِسُوْنَ فَيَتَعَلَّمُونَ الْخَيْرَ وَيَذْكُرُونَهُ، قَالَ: لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَّا كُنْتُمْ كَذٰلِكَ۔ كَذَا فِي الْكَنْزِ۔ (۲۲۹/۵)

17) اگر مسلمان مسجد آ کر نماز کے علاوہ علم کے حلقوں میں، ایمان کے حلقوں میں بیٹھے گا تو پھر اس کے دل سے رفتہ رفتہ اسباب کا یقین نکلتا جائے گا۔ پھر بازار مسجد کے تابع ہو جائیں گے اور اگر اِن مذاکروں میں بیٹھنے کا اہتمام نہ ہو تو پھر آہستہ آہستہ اسباب کا یقین دل میں اترتا جائے گا اور مسجدیں بازار کے تابع ہو جائیں گی۔ پھر حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: ''تمہارے ان مسجدوں سے وہ فتنے اُٹھیں گے جو بازار سے اُٹھتے تھے۔''

18) مسجدوں میں رہنے کا فائدہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کا، نیک جگہوں میں جانے کا اور نیکیوں کے کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا کیونکہ مسجد میں جاتے ہی فرشتے روحانی علاج شروع کر دیتے ہیں؛ جیسے انتہائی سخت بیمار کے دواخانہ میں جاتے ہی ڈاکٹر علاج شروع کر دیتے ہیں۔ (دیکھئے: منتخب احادیث، مسجد کے فضائل) بازار میں رہنے کا نقصان یہ ہے کہ بُرے لوگوں کے ساتھ رہنے اور بُری جگہوں میں جانے اور بُرے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

19) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جو شخص اپنے آپ کو مسجد کے تابع کر دے اللہ کائنات کے نظام کو اس کے تابع کر دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عام معمول تھا کہ کوئی بات پیش آتی تو فوراً مسجد کی طرف دوڑتے تھے چاہے سورج گرہن ہو یا چاند گرہن ا۔ یا سخت آندھی ہو۔ ۲۔ (حوالۂ سابق) آگ بجھانا ہو۔ ۳۔ ا۔ ''كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ رِيحٍ شَدِيْدَةٍ كَانَ مَفْزَعُهُ اِلَى الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَسْكُنَ الرِّيْحُ وَاِذَا حَدَثَ فِي السَّمَاءِ حَدَثٌ مِّنْ خُسُوْفِ شَمْسٍ وَقَمَرٍ، كَانَ مَفْزَعَهُ اِلَى الْمُصَلّٰى حَتّٰى يَنْجَلِيَ''

(مسند الشامین للطبرانی، حدیث نمبر: ۵۶۸)

۳۔ اِطَاعَةُ النَّارِ لِتَمِيْمِ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، ج ۳، ص ۸۴۹)

۴۔ ہواؤں کے ذریعہ پیغام پہنچانا ہو۔ ہواؤں کے نظام کو تابع کرنا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے منبر سے آواز لگا رہے ہیں: یا ساریہ الجبل! اور اللہ رب العزت اپنی قدرت سے ہواؤں کے نظام کو تابع اور مسخر فرما کے چھ مہینہ کی دوری پر گئی ہوئی اُس جماعت تک حضرت عمرؓ کی آواز کو پہنچا رہے ہیں، جس لمحہ یہاں سے آواز نکلی حضرت عمرؓ کے زبان سے اُسی لمحہ اللہ رب العزت نے اُس آواز کو وہاں کی جماعت کے کانوں تک پہنچا دیا' اُسی لمحہ۔ اُنہوں نے خود آ کر کہا: امیر المؤمنینؓ! جمعہ کا دن تھا اور عین خطبہ کا وقت تھا اچانک ہم نے آواز سنی' کہ آپ کی آواز آ رہی ہے: یا ساریہ الجبل! یا ساریہ الجبل!۔ (بلوغ الصوت الی الآفاق۔ بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ عربی، ج ۳، ص ۷۸۵) خشک سالی ہو یا بارش کی زیادتی ہو۔ پانی کا نظام نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ رہے ہیں، درخواست کر رہے ہیں' آپؐ نے فوراً دُعاء مانگی' پانی کا انتظام ہو گیا، ایسی بارش' کہ کہہ رہے ہیں کہ اِس سے پہلے کوئی بادل نہیں ایک دم سے بادل آ گئے اور بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا' ایک ہفتہ تک سورج نظر

نہیں آیا؛ پھر آئے کہنے لگے: بارش بہت زیادہ ہوگئی' سیلاب کی شکل اختیار کرگئی اور مویشی' انسان ہلاک ہورہے ہیں' دُعاء فرمائیں' آپ ﷺ نے فوراً دُعاء مانگی' اُسی وقت سورج نکل گیا' بادل چھٹ گئے۔ (نُزُوْلُ الْغَیْث، بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ عربی، ج ۳، ۸۵۶)

یا قرض کا بوجھ ہو۔

(اضافہ از: مرتب)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو اچانک آپ ﷺ کی نظر ایک انصاری شخص پر پڑی جنہیں ابوامامہ کہا جاتا تھا حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوامامہ! کا بات ہے تم آج مسجد میں نماز کے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں بیٹھے ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! غموں اور قرضوں نے مجھے گھیر لیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کلام نہ سکھاؤں کہ جب تم اسے کہو گے تو اللہ تمہارا غم دور کر دیں گے اور قرض اتروا دیں گے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ضرور سکھا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: صبح اور شام یہ دُعاء پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

ترجمہ: ''اے اللہ! میں ہر فکر و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے میرے اوپر دباؤ سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایسا کیا تو اللہ نے میرے غم بھی دور کر دیئے اور میرا قرضہ بھی سارا ادا کر دیا۔

(اخرجہ ابوداؤد: ج/۲، ص: ۳۰۷)

20) آپ ﷺ کا معمول مسجد کے اندر آنے والے لوگوں کو' ایک ایک فرد کو لے کر' جماعت کی شکل میں' افراد کی شکل میں مغیبات کے تذکرے فرماتے تھے، کبھی آپ ﷺ بیٹھے دجال کے تذکرے فرما رہے ہیں، (۱)، کبھی آپ ﷺ جنت کے تذکرے فرما رہے ہیں' ایک بڑے میاں آئے' کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے سنا ہے کہ جنت کے اندر ایک درخت ہوگا جس سے جنتیوں کو تکلیف پہنچے گی' آپؐ نے فرمایا: کونسا درخت، اُنہوں نے عرض کیا: بیری کا درخت، آپؐ نے فرمایا' اللہ کا ارشاد ہے: فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ کہ وہ جنتی ایسے باغات میں ہوں گے جس کے اندر بے خار کی بیریاں ہوں گی۔ صحابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! وہ کانٹے کہاں چلے جائیں گے، آپؐ نے فرمایا: ہر کانٹے کے بدلہ اللہ ربُّ العزت ایک پھل لگائیں گے۔

21) آپ ﷺ کی خدمت میں قبیلۂ اِزد کے 7 لوگ پہنچے، آپؐ نے اُن سے پوچھا کہ آپ حضرات کون ہیں؟ اُنہوں نے عرض کیا: تو مؤمن ہیں، آپؐ نے اُن کی دلیل معلوم کی' تو اُنہوں نے کہا: ہمارے مومن ہونے کی 15 صفتیں ہیں۔

پانچ وہ ہیں جن کا آپ نے خود ہمیں حکم دیا ہے:

(۱) ہم اللہ پر ایمان لائیں۔ (۲) فرشتوں پر ایمان لائیں۔ (۳) کتابوں پر ایمان لائیں۔ (۴) رسولوں پر لائیں۔ (۵) تقدیر پر ایمان لائیں۔

پانچ وہ ہیں جن کا آپ کے قاصد نے ہمیں حکم دیا ہے:

(۱) ہم گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں آپؐ اللہ کے رسول اور اُس کے بندے ہیں اور (۲) نمازوں کو قائم رکھیں۔ (۳) زکوٰۃ ادا کریں۔ (۴) رمضان کے روزے رکھیں۔ اور (۵) بیت اللہ کا حج کریں۔

پانچ صفتیں وہ ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں ہم نے اختیار کر لی تھیں؛

۱)صبر کرنا۔ ۲)شکر کرنا۔ ۳)اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی رہنا۔(۴)دُشمنوں سے مقابلہ پر ثابت قدم رہنا۔(۵)ہمارے دُشمنوں پر آنے والے مصیبتوں پر کبھی بھی ہم خوشی کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

آپؐ نے یہ 15 صفتیں سن کر فرمایا کہ اُدَبَاءُ فُقَہَاءُ کَادُوْاَنْ یَّکُوْنُوْااَنْبِیَاءَ یہ تو ایسی خصلتیں ہیں کہ اِن کی بنیاد پر تو قریب تھا کہ تم انبیاء کے درجہ تک پہنچ جاتے اور نبوّت کے درجہ تک پہنچ جاتے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: یہ 15 خصلتیں ناقص ہیں اور یہ 15 خصلتیں ناتمام ہیں اگر اِس کے ساتھ پانچ صفتیں اور تم نے شامل نہیں کیں:

1)ضرورت سے زیادہ کھانا اکٹھا مت کرو۔ 2)ضرورت سے زیادہ تعمیر مت کرو۔ 3)دُنیا کی اِن چیزوں کے اندر آپس میں تنافس اختیار مت کرو۔ 4)اُس اللہ کا ڈر اختیار کرو جس کے سامنے تمہیں پیش ہونا ہے' حاضری ہونی ہے اور نمبر 5)جنت کی رغبت اختیار کرو جہاں تمہیں مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔

یہ تو وہ مذاکرے ہیں کہ اللہ کے نبیؐ کی عین سنت یقین کر کے ہم میں سے ہر ایک کو روزانہ مسجد کے اندر ان صفات کو لے کر حلقے لگانے چاہئیں۔

ا۔ (حیاۃ الصحابہ عربی،جلد:۱،ص:۱۶۲)

22) اصل بنیادی چیز۔آپ ﷺ کا یہی حال اُمت کو تعلیم دینی کے اعتبار سے تھا۔آپ ﷺ نے اُمت کو تمام تر شریعت کی تعلیم مسجد کے ماحول میں دی۔مسجد ہی اصل تعلیم کی جگہ ہے۔اُمت سے ارتداد اور جہالت کے ختم ہونے کا بنیادی سبب مسجد کا ماحول ہے۔ہم لوگ جس درجہ میں آپ ﷺ کے طرز پر سیرت کی روشنی میں اپنی تعلیم کے سلسلہ کو مسجد کے ماحول میں لائیں گے اور اُمت مسجد سے علم سیکھ کر کے جائے اور اہلِ علم مسجد ہی میں بیٹھ کر اُمت کو علم دینے پر آ جاویں تو قرنِ اوّل میں جتنی کم مدت میں اُمت کے اندر سے جہالت ختم ہوئی تھی اور سو فیصد وحی والا علم اور اُس کے نور سے یہ امت مالا مال ہوئی اللہ ربُّ العزت آج بھی اِس اُمت کو جہالت سے نکال کر علم سے مالا مال فرما دیں گے۔اِس کے علاوہ کوئی شکل اور کوئی سبیل قرنِ اوّل میں نظر نہیں آتی۔

آپ ﷺ مسجد کے اندر خطبہ دے رہے ہیں اور کوئی شخص فرائض کا علم سیکھنے کی غرض سے مسجد میں آ جائے آپ ﷺ اپنا خطبہ روک کر اور منبر سے نیچے تشریف لا کر اور دروازہ تک جا کر کرسی منگوا کر بیٹھ کر اُنہیں بنیادی فرائض کی تعلیم دے رہے ہیں۔

(حیاۃ الصحابہؓ عربی،جلد:۳،ص:۲۵۹)

عوام سے جہالت دور کرنے کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ اپنی صحبت کے ذریعہ بغیر کتاب کے بغیر نصاب کے اور بغیر کسی راتب کے مسجد کے ماحول میں ان کو تعلیم دی جائے۔سیدھے سادھے انداز میں۔ (پورے مشرقی عالمِ اسلام کے سلاطین،وزراء اور امراء نے اپنے اپنے علاقہ میں مسجدوں' مدرسوں اور خانقاہوں کو تعمیر کر کے علماء،فقہاء،محدثین اور مشائخ کو جمع کیا اور ان کے وظائف مقرر کئے،اس بارے میں ہر صاحبِ اقتدار دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتا تھا،اور اہلِ علم میں مخلصین کی ایک جماعت ماتم کر رہی تھی کہ اب علم اور اہلِ علم سلاطین وامراء کے رہین منت ہو رہے ہیں اور علمِ دین پر اربابِ دنیا کا سایہ پڑ رہا ہے،اس میں شک نہیں کہ مدارس کے قیام وانتظام کے نتیجہ میں تعلیم وتعلّم کی فضاء میں خوشگوار انقلاب پیدا ہوا،حالات اور ضرورتکے مطابق دینی نصاب میں دنیاوی علوم وفنون داخل کئے گئے اور طلباء ومدرسین غمِ روزگار سے آزاد ہو کر تعلیم وتعلّم میں منہمک ہوئے،جس زمانہ میں فقہاء مدرسوں کی چہاردیواری میں تعلیم وتعلم میں سرگرم تھے محدثین مسجدوں کی فضاء سے نکل کر میدانوں اور عام مقامات میں حدیث کے املاء کی مجلسیں قائم کرتے تھے اور ہزاروں لاکھوں طلبۂ حدیث جمع ہو کر ان سے حدیث سنتے اور لکھتے تھے،املاء کرانے والے محدثین کے کئی کئی مستملی ہوتے تھے جو ان کی آواز کو مجمع تک پہنچاتے تھے)۔

علامہ ابن الحاج المدخل میں لکھتے ہیں:

اَخْذُالدَّرْسِ فِی الْمَسْجِدِ اَفْضَلُ لِاَجْلِ کَثْرَةِ الْاِنْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ لِمَنْ قَصَدَہٗ وَمَنْ لَّمْ یَقْصِدْہُ، بِخِلَافِ الْمَدْرَسَةِ فَاِنَّہٗ لَایَأْتِی اِلَیْہَا اِلَّا مَنْ قَصَدَالْعِلْمَ اَوِالْاِسْتِفْتَاءَ فَاَخْذُہٗ فِی الْمَدْرَسَةِ اَقَلُّ رُتْبَةً فِی الْاِنْتِشَارِ مِنْہُ فِی الْمَسْجِدِ۔

مسجد میں درس لینا افضل ہے کیونکہ اس میں طلب علم کا قصد کرنے والے اور نہ قصد کرنے والے دونوں کے حق میں زیادہ فائدہ ہے بخلاف مدرسہ کے کہ وہاں صرف علم کا طالب یا استفتاء کرنے والا ہی آئے گا۔اس لئے مسجد کے بجائے مدرسہ میں تحصیلِ علم سے اس کی اشاعت کم ہوگی۔

اضافہ از: مرتب

(بحوالہ: المدخل، ج:۱،ص:۲۰۲۔خیر القرون کی درسگاہیں،ص:۲۱)

23) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں ہیں' ایک صاحب آکر کے احرام کہاں سے باندھنا چاہیئے' آپؐ سے درخواست کی' آپؐ سے سوال کیا' فتویٰ معلوم کیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں میقات کے ساری جگہوں کی تفصیل بتائی' کہ آپ کو یہاں سے احرام باندھنا ہے یہاں سے میقات ہے۔

24) ایک صاحب آئے' کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نماز کے اوقات مجھے سکھلادیں' آپؐ نے دیکھا کہ یہ تو بہت ہی سیدھے سادھے بڑے میاں ہیں' اِنہیں اگر ہم لکھ کر کے دے دیں تو وہ نہیں سمجھ سکتے، زبان سے بتادیں تب بھی نماز کے اوقات کو پہچان نہیں سکتے، آپؐ نے اپنی فراست سے سمجھ لیا؛ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: اقم معی، ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا: صلی معی۔ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا: امر اشہد مع الصلوٰۃ' کہ آپ ہمارے ساتھ ٹھہر جاؤ اور ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوجاؤ؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے لیے اُن بڑے میاں کو نماز کے اوقات کی تعلیم عملی طور پر دینے کے لیے دودن تک اِس طرح نماز پڑھائی کہ پہلے دن پانچوں نمازیں اوّلِ وقت میں، دوسرے دن پانچوں نمازیں آخرِوقت میں۔ پہلے دن نماز فجر کی شروع وقت میں اور دوسرے دن آخری وقت میں۔ پہلے دن ظہر کی نماز اوّلِ وقت میں' دوسرے دن آخرِوقت میں۔ دودن تک اُن کو نماز کا اوقات کا درس دیا جارہا ہے۔ باب مواقیۃ الصلوٰۃ۔ جب دودن گزر گئے تو آپؐ نے فرمایا: کہاں ہیں وہ بڑے میاں جو نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لیے آئے' اُنہوں نے کہا: میں یہاں ہوں۔آپؐ نے فرمایا یہ نماز کے اوقات ہیں، جایئے۔(مسلم شریف، جلد 1/428)

25) عقبہ ابن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرماتے ہیں کہ ہم چند نوجوان تھے' ہمارے ذمہ زکوٰۃ اور صدقات کے اونٹ کو چَرانے کی ذمہ داری تھی' باری باری ہم چَرایا کرتے تھے' جب باری نہیں ہوتی ہم اللہ کے نبیؐ کی خدمت میں رہتے' مسجد میں رہتے اور آپؐ کی صحبت سے علم حاصل کرتے رہتے' ایمان سیکھتے رہتے۔ جب باری ہوتی تو اُس دن بھی کوشش

کرتے کہ کسی طرح جلدی باری ختم کر کے آئیں اور حضورؐ کی صحبت سے کچھ سیکھ لیں؛ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میری باری آئی، میں گیا اونٹ چَرا کر کے جلدی سے آیا اور اونٹوں کو باندھا اور فوراً میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیثیں بیان فرمارہے تھے، مجھے یہ حدیث یہاں سے ملی' آپؐ نے فرمایا: کہ جو آدمی وضو کرکے اور اچھی طریقہ سے نماز پڑھے کہ وہ دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔ میں نے کہا کتنی بڑھیا کتنی عمدہ حدیث ہے، اِتنے میں میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک صحابی بیٹھے ہوے ہیں وہ کہہ رہے ہیں اِس سے پہلے والی حدیث اِس سے بھی زیادہ عمدہ ہے' میں نے دیکھا تو حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: اے عمرؓ! میں تو اونٹ چَرانے کی وجہ سے بیٹھ نہیں سکا' شریک نہ ہوسکا' لہٰذا! وہ حدیث مجھے آپ سنادیجئے' بتادیجئے، اُنھوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِس سے پہلے حدیث میں کہ جو شخص اچھی طریقہ سے وضو کرے اور وضو کرنے کے بعد یہ دُعاء پڑھے: اشہدان لاالہ الااللّٰہ وان محمدعبدہ ورسولہ، ایک روایت میں اشہدان لاالہ الااللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہ واشہدان محمدعبدہ ورسولہ دونوں مسلم شریف کی روایتیں ہیں اور ایک ہی جگہ آگے پیچھے سندیں اس کی ہیں تو اللہ رب العزت کی طرف سے اُسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔ (مسلم شریف، باب الذکر المستحب، عقب الوضوء رقم الحدیث:۱۶٦)

آپ اندازہ لگائیں' ایک اونٹ چَرانے والے صاحب وہ آکر کے حدیث کا درس اِس طریقہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ سلسلہ تھا مسجد نبویؐ کے اندر کا، عام سلسلہ علم کے لینے دینے کا علم کے سکھانے کا۔ ہماری تو بنیادی ذمہ داری ہے اپنے مساجد کو اِن تمام اعمال کے اعتبار سے آباد کرنا ہے۔

مسجد میں علم سیکھنے کا اتنا ماحول تھا کہ کوئی بنیادی فرائض سیکھنا چاہتا ہے تو آپ خطبہ روک کر بنیادی فرائض کی تعلیم دے رہے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، ج:۳، ص:۶۵۹) کوئی پوچھ رہا ہے کہ حج وعمرہ کے لیے احرام کہاں سے باندھا جائے؟ تو آپؐ احرام باندھنے کی جگہیں بتارہے ہیں۔

کوئی نماز کے اوقات معلوم کرنا چاہتا ہے تو آپ اس کو نماز کے اوقات بتارہے ہیں۔ (مسلم شریف، حدیث نمبر:۱۷٦)

کوئی عقیدہ کے بارے میں پوچھتا ہے اُس کو عقیدہ بتایا جارہا ہے۔

24) فتنوں سے حفاظت کا طریقہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بتایا: جماعت کو لازم پکڑو، عمومیت کے ساتھ رہو، مساجد کو لازم پکڑو، بنیادی عمل مسجد کو لازم پکڑنا ہے کیونکہ جو مسجد میں آئے گا اسے جماعت بھی ملے گی اور عموم بھی ملے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی گشتوں اور ملاقاتوں کا موضوع یہ تھا کہ لوگوں کو منکرات کے ماحول سے نکال کر مساجد کے ماحول میں لایا جائے، حضرت عمرؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ان چاروں کے واقعات حیاۃ الصحابہؓ میں ہے کہ وہ لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر کہتے کہ اُٹھو چلو! اور بیٹھو ہمارے ساتھ کہ ہم اپنے ایمان کو تازہ کرلیں۔

25) حضرت مولانا یوسف صاحب فرماتے تھے: ہماری مساجد اُس وقت تک مسجد نبوی کے نقشہ پر نہیں آسکتیں جب تک کہ ہماری مسجد کی سطح پر پورے عالم کے دعوت کے اور علم کے تقاضے پورے نہ ہوں۔ ہماری مساجد کا یہ معیار ہونا چاہئے کہ ایک ایک مسجد کے ذریعہ پورے عالم کے دعوتی اور علمی تقاضے اس طریقہ سے پورے ہوں جس طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں یہ سارے تقاضے پورے ہوا کرتے تھے۔

26) آپ اندازہ لگائیں وقت کا کوئی گورنر ہوتا تھا تو اُس کے لیے گورنری کے تقاضے مسجد میں چل کر جا کر علم کے سیکھنے سکھانے کے لیے رُکاوٹ نہیں بنتے تھے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن شہر کے گورنر بنا کے بھیجے گئے' اُن کا سارا نظامِ حکومت ایک درخت کے نیچے ہوا کرتا تھا' لیکن سارا نظام تعلیم وتربیت مسجد کے ماحول میں ہوا کرتا تھا۔ گورنری کے تقاضہ سے فارغ ہوتے ہی مدائن شہر کی مسجد پہنچتے فوراً گشت ہوتا اور اُس گشت کے نتیجہ میں 10 نہیں' 20 نہیں' 100 نہیں بلکہ روایت میں ایک ہزار کا مجمع اکٹھا ہو جاتا، آج ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ 100 آدمی آ گئے، آج ہم نے مسجد کی آبادی کا عمل کیا ڈیڑھ سو لوگ آ گئے' دو سو لوگ آ گئے؛ وہاں تو معمولی بات تھی 1000 آدمی جُڑ گئے' جیسے ہی ہزار آدمی اکٹھے ہوئے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سب کو اکٹھے اِجتماعی طور پر سورۂ یوسف کی تلقین کرنی شروع فرما دی۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:3، ص:325)

27) عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہیں' وزارت کے بے شمار تقاضے کوفہ کے اندر لیکن وزارت کے تقاضے مسجد چل کر جانے اور علم کے حلقے لگانے اور ایمان کے حلقے لگانے کے لیے اِن کے لیے مانع نہیں ہیں، مسجد آتے تھے اور ایک ایک ساتھی سے پوچھتے تھے تمہاری آیت کہاں تک پہنچ گئی' تمہارا سبق کہاں پہنچ گیا اور خود اُسے اگلی آیت کی تعلیم دیتے؛ بلکہ ایک روایت میں یوں ہے: ایک آیت سکھلاتے اور سکھلانے کے بعد فرماتے ''لو یہ آیت لے لو' یہ آسمان زمین کے درمیان جتنی چیزوں پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں اُس سے زیادہ قیمتی ہے' اُس سے زیادہ بہتر ہے، پھر اگلی آیت سکھلاتے پھر یہی فرماتے، اِس طرح ایک آیت پھر یہی فضیلت' کہتے ہیں کہ اِس طرح وہ پورا قرآن پاک ہمیں سکھلایا کرتے تھے۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:3، ص:325)

28) آپ اندازہ لگائیں کہ کتنا وقت حضراتِ صحابہؓ مسجد کو دیا کرتے تھے۔ بلکہ حیاۃ الصحابہؓ کے اندر موجود ہے کہ اتنا لمبا وقت حضراتِ صحابہؓ مسجد میں رہا کرتے تھے دعوت کے تقاضوں کے لیے کہ گھر ہوتے تھے اُس کے باوجود گھر جا کے سونے کا موقع نہیں ملتا۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد ہی میں لیٹ جاتے تھے تھک کر کے' تقاضے اِتنے ہوتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنا ذاتی مکان لیکن خلافت اُمور' دعوت کے اِتنے تقاضے کہ تھک کر کے مسجد ہی میں لیٹ جایا کرتے تھے۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:3، ص:160)

29) بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دورِ خلافت میں اعلان کرنا پڑا کہ بھئی! مسجد کے اندر ان ایمانی اور علمی مجلسوں کے اندر جو آدمی تھک جائے اُس کے لیے کمر سیدھی کرنے کے لئے تھوڑی سی اپنی تھکان کو اُتارنے کے لیے تھوڑی دیر مسجد میں کمر سیدھی کرنے کی اجازت ہے اعلان کرنا پڑا۔ اِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْجُلُوْسَ فِي الْمَسْجِدِ فَلاَ عَلَيْهِ أَنْ يَّضَعَ جَنْبَهُ، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَّا يَمَلَّ جُلُوْسَهُ۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:3، ص:160)

27) بلکہ روایت میں موجود ہے حضرات صحابہؓ جس طریقہ سے نماز کا انتظار کیا کرتے تھے اس طریقہ سے مشورہ کے انتظار میں گھنٹوں بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب تقاضے بڑھتے چلے گئے تو اُن کے مشورہ کے احباب میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم جیسے حضرات تھے اُن کا یہ معمول تھا کہ اپنے بشری، گھریلو اور کاروباری تقاضے جلد سے جلد مختصر وقت میں پورا کر کے فوراً منبر اور قبرِ اطہرؐ کے درمیان آ کے گھنٹوں بیٹھ جایا کرتے تھے، تاکہ اندرون اور بیرون سے کوئی بھی دعوت کا تقاضہ کسی بھی وقت امیرالمؤمنینؓ کے پاس آجائے تو فوراً وہ ہمیں باخبر کریں اور اُنہیں اس سلسلہ میں ہم سے مشورہ لینے میں سہولت ملے۔ آج لوگ مشورہ کے لیے انتظار کو بُرا سمجھتے ہیں، یہ تو خلفائے راشدینؓ کی سنت ہے۔ اھ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد دوّم، صفحہ نمبر: 58)

28) حیاۃ الصحابہ جلد دوم میں حضرتؒ نے مشورے کے آداب اور واقعات اتنے نقل کیئے ہیں، اگر کوئی (عالم دین) سرسری نظر سے بھی دیکھ لے تو وہ مشورہ کے تقریباً پانچ سو اُصول نکال سکتا ہے۔

- اِس لیئے بنیادی چیز مساجد کو اعمالِ دعوت کے اعتبار سے آباد کرنے اور پورے عالم کے اندر جتنی جماعتیں ہماری تقاضوں پر جانے والی ہیں یا پھر 5 مہینے بیرون جانے والی اُن سب کی ذمہ داری اور اندرون میں چلہ چار مہینے پیدل اور سواری کی جتنی جماعتیں وہ سب عزم وارادے کر کے جائیں کہ انشاءاللہ ہم تو اپنے مساجد کو مسجد النبوی کے نقشہ پر اعمال کے اعتبار سے لائیں گے۔

گشت کی اہمیت

پہلی گشت میں جان اسی وقت پڑتی ہے جب دوسری گشت پابندی سے کی جائے۔ ایک بہت بڑا طبقہ ہے جو صرف پہلی گشت پر قناعت کیئے ہوئے بیٹھا ہے۔

ایک مسجد سے تو عالم کے تقاضے پورے ہو رہے ہیں دوسری مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کو کلمہ بھی نصیب نہیں ہو رہا ہے۔

29) جو ساتھی صرف پہلا گشت کرتے ہیں اور دوسرا گشت نہیں کرتے ہیں وہ بعض اعمال والے ساتھی ہیں۔

30) یہ بات قسم کھا کر کہی جاسکتی ہے کہ کسی محلہ میں 10 مسجدیں ہیں ایک مسجد مضبوط اور 9 مسجدیں کمزور ہیں جب ایک مسجد کے ساتھی اہتمام، عظمت اور پابندی کے ساتھ دوسرا گشت کریں گے تو 9 کی 9 مسجدیں ایک سال سے تین سال کے اندر اعمالِ دعوت کے اعتبار سے قائم ہو جائیں گی۔

31) اگر سارے ذمہ دار اہتمام سے دوسری گشت میں جائیں گے تو بنجر سے بنجر زمین اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے گی۔

دیہات، اضلاع اور بنجر علاقوں میں جماعتیں ڈالنا

32) اِن علاقوں میں کام جمانے کے لیے تین باتوں کا اہتمام کرنا: ا) ہر پُرانا ساتھی اپنا وقت متعین کر کے خود محنت کر کے اپنی جماعت بنائیں۔ انفرادی دعوت، تشکیل اور اُصولیابی یہ وہ اعمال ہیں جو آپؐ نے نبوت مل جانے کے بعد سب سے پہلے صحابہؓ کو سکھلایا تھا۔ ایک ایک صحابی کو آپؐ نے ایک ایک خاندان میں بھیجا۔ بعض قبیلے تو ایسے تھے اُن کے لیے لوگ بددعائیں کرانے کے لیے آئے تھے کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ میں رحمۃ اللعلمین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ فرمایا: جاؤ اور محنت کرو۔

چنانچہ طفیل ابن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ خیبر کے موقع پر 80 گھرانوں کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے، جس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:1، ص:772)

۲) بنجر بستیوں کی طرف رُخ کرنا؛ ساتھیوں کو اِس بات کی کوئی گنجائش نہ دی جائے کہ وہ اپنی مرضی کے رُخ پر چلے جائیں۔

ساتھیوں کو اِس بات کی کوئی گنجائش نہ دی جائے کہ وہ اپنی مرضی کے رُخوں پر چلے جائیں، یہ سراسر کام کے اندر خیانت ہے۔ آپ ﷺ کا تو یہ حال تھا کہ جب آپؐ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ رُخ بہت کٹھن ہے اور مدینہ کے ماحول میں بیٹھ کر یہ رُخ دے دیا جائے تو جماعت جانے کے لیے ہی تیار نہ ہوگی تو آپؐ ایک پرچہ میں رُخ لکھ کر اُن کے امیر کے حوالہ کرتے اور کہتے کہ تم چلتے رہو! مدینہ سے نکل کر جب تین دن کے فاصلہ پر پہنچ جاؤ تو پرچی کھول کر دیکھ لینا اُس میں جو رُخ لکھا ہوا ہوگا وہاں جانا۔

خدا کی قسم! اِس سنت کو یہ مجمع زندہ کرے تو اللہ تعالیٰ قرنِ اوّل کی طرح بنجر علاقوں میں علم کو زندہ فرمائیں گے۔

۳) ہر ایک کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ اپنی جماعت خود بنائیں، ہر ایک کی ذمہ داری ہے بنجر علاقوں کے اندر اپنی جماعتوں کو لے کر کے چلے اور اُس کے ساتھ ساتھ تسلسل کے ساتھ جماعت کو ڈالا جائے۔ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الصحابہ میں ایک عنوان قائم کیا پے در پے، مسلسل ایک پٹی پے جماعتیں بھیجی جائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کے نبی ﷺ نے یہی ہدایت دی کہ جاؤ! بحرین، جاؤ! نجران اور جا کر کے فوراً گشت کرو محنت کرو اور وہ دین واسلام میں داخل ہو جاویں تو پھر آگے نہیں بڑھنا بلکہ وہیں رہ کر کے اُنہیں بنیادی فرائض کی تعلیم دینا اور اُنہیں بھلائی کا حکم کرنا بُرائی سے روکنا اور جب یہ کام بھی ہو جائے تو آپ کارگزاری کا خط لکھنا۔ اب آگے بتائیں گے تمہیں کیا کرنا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی کیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ پہنچتے اُنہوں نے صبح سے لے کر شام تک دو دو کی جوڑیاں گھوڑ سوار کی بنائی اور وہ یہ اعلان کرتے ہوئے گشت کر رہے تھے: اسلمو تسلموا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ سلامتی پالو گے؛ چنانچہ شام تک سارا علاقہ اسلام میں داخل ہو گیا، پھر خیمہ لگا لگا کر حلقہ لگا لگا کر اُنہیں نماز سکھلانے اور نماز کی تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے، جب اِس سے بھی فارغ ہو گئے تو خط لکھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے جیسا فرمایا ہم نے ویسا کیا۔ اب کیا کرنا ہے۔ اور ہم یہی ٹھہرے ہوئے ہیں اور اِنہی کاموں میں مشغول ہیں، جب تک آپ کا اگلا فرمان نہیں آئے گا ہم نہ واپس آئیں گے اور نہ اِس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور جائیں گے۔ یہ تھے اصل سنت طریقے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا خط میں، آپؐ نے جوابی خط لکھا: ٹھیک ہے، اب اِن کو مزید ترغیب دو، مزید ڈراؤ، آخرت کی فکریں دلاؤ، ایمانیات کے مذاکرے کرو اور اچھی طریقہ سے اِن کو دین پر جماؤ اور جب اچھی طرح جم جاویں تو نقد جماعت ان کے سرداروں کی بنا کر پھر مدینۂ طیبہ لے کر آؤ۔ (سیرتِ مصطفیٰ، جلد:3، ص:155)

کمزور علاقوں کے اندر تسلسل کے ساتھ جماعت ڈالیں، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے حیاۃ الصحابہؓ میں عنوان قائم کیا: پے در پے مسلسل ایک پٹی پر جماعتیں بھیجی جائیں، حضرت خالد بن ولیدؓ کو آپؐ نے ہدایت دی کہ نجران جاؤ اور محنت کرو، جب وہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو وہیں رُک کر اُنہیں بنیادی فرائض کی تعلیم دو اور اُنہیں بھلائیوں کا حکم دو اور بُرائیوں سے روکو اور جب یہ کام ہو جائے تو کارگزاری کا خط لکھنا آگے بتائیں گے پھر تمہیں کیا کرنا ہے؛ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا، آپؐ نے جوابی خط لکھا: ٹھیک ہے، اب اُن کو مزید ترغیب دو، مزید ڈراؤ، آخرت کی فکریں دلاؤ، ایمانیات کے مذاکرے کرو اور اچھے طریقہ سے اِن کو دین پر جماؤ اور جب اچھی طرح جم جاویں تو نقد جماعت اُن کے سرداروں کی بنا کر مدینہ طیبہ لے کر آؤ۔ یہ اصولی بات ہے۔

جماعتوں کی کمزوری کی بنیادی وجہ

33) کہ ہم افراد سازی کا کام نہیں کرتے، ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہج اور سنت پر اپنے ایک ایک فرد کو دعوت کی ذمہ داری پر کھڑا کریں اور اُن کو ذمہ داریاں اپنی موجودگی میں دیں اور نگرانیاں کریں کہ وہ کس طریقہ سے جماعتوں کو لے کر چل رہے ہیں۔

34) اُمراء اور مامورین دونوں کو تیار کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور پرانے ساتھی ایک سال میں 4/امیر تیار کر کے دیں۔

35) یہ کوئی اُصول نہیں کہ پُرانا ساتھی زندگی بھر امیر بن کر چلے، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کسی جماعت کے امیر بن کر چل سکتے ہیں تو وہ دونوں حضرت اُسامہؓ کے مامور بن کر بھی چل سکتے ہیں۔ (سیرتِ مصطفیٰ، جلد:3،ص:166)

36) پُرانا ساتھی سال میں تین سے چار مرتبہ امیر بن کر جائے باقی ۸/مرتبہ مامور بن کر جائیں اور دوسرے ساتھیوں کو امیر بنائیں اور نگرانی کریں؛ کیسے مشورے چلا رہے ہیں، کیسے جماعتیں چلا رہے ہیں' کیسے سنتوں کی تعلیم دے رہے ہیں جو کمی بیشی ہو جائے اُسے پیار و محبت سے تنہائی میں کام سکھلائے۔

37) جب تک ذمہ دار حضرات میدان میں نہیں اُتریں گے اس وقت تک اللہ کی مددیں نہیں اُتریں گی۔

38) ہمارے یہاں یہ تقسیم نہیں ہے کہ پہلی صف والے لوگ مشورہ والے ہیں دوسری صف والے تشکیل والے ہیں' تیسری صف والے وصولیابی والے ہیں' اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تو یہ ہے کہ جس طرح قرنِ اوّل میں پہلے دن نبوت کے ملنے کے بعد گھنٹوں ایک ایک کے پاس جا کر دعوت دیتے ہیں اور خود اپنی ذات سے دعوت دینے میں اپنے آپ کو تھکا رہے ہیں اسی طرح آخری زندگی میں بھی۔

گھروں میں تعلیم کا حلقہ

39) میرے بھائیو دوستو بزرگو! ہماری بنیادی ذمہ داری اپنے گھروں کے اندر اعمالِ دعوت کو قائم کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ اِس لیئے کہ اللہ رب العزت نے قیامت تک کے آنے والی خواتین کی تعلیم اور اُن کی تربیت کے لیے اعمال متعین فرما کے قرآن میں دیئے ہیں۔ قرآن کا حلقہ اللہ کا اَمر ہے، حدیث کا حلقہ لگانا لینا اللہ کا اَمر ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اِن آیات کے اندر خطاب اگرچہ ازواجِ مطہرات کے لیئے ہے لیکن حکم قیامت تک کے لئے عام ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کے لیئے آنے والے لوگوں کے لیئے تعلیم و تربیت یہ قرآن اور حدیث کے اندر اللہ نے رکھی ہے اُس کی تاثیر اُس کے حلقے لگانے میں اللہ نے تاثیر رکھی ہے۔ ایسی اللہ تربیت فرمائیں گے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ضدی لوگوں کی قرنِ اوّل میں تربیت فرمائی گئی ہے۔ اصل بنیادی بات۔ جو کتنا سنگ دل' سنگ دل' ضدی قسم کا انسان کسی گھر کے اندر' کسی خاندان کے اندر نہ دین پے چلنا چاہتا اور دین کے معاملہ میں دین کی محنت میں روڑا اور رُکاوٹ بنا ہوا ہے اللہ رب العزت اُس کی تربیت فرما دیں گے اگر اُس کے گھر کے اندر قرآن اور حدیث کے حلقہ کا اہتمام ہو۔ حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں: میں نے رات جب اپنی بہن کو مارا اُس وقت بھی وہ سورۂ اقراء کی آیات پڑھ رہی تھیں اور مار کے تھک کے میں لیٹ گیا' صبح کے وقت جب میری آنکھ کھلی اُس وقت بھی سورۂ اقراء کی آیات کے پڑھنے کی میری بہن کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی، بس! ایک حلقہ کے اندر' ایک رات کے اندر میری طبیعت اور میرا دل پلٹ گیا۔ اِسلام کی طرف میری طبیعت اور میرا دل مائل ہو گیا۔ آپ اندازہ لگائیں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہدایت پر آ سکتے ہیں ایک دن کے حلقہ کی وجہ سے تو پھر جس کے اندر اللہ نے پہلے سے اسلام اور ایمان کا نور رکھا ہے وہ اِن قرآن اور حدیث کے حلقوں کی وجہ سے کتنا دین کی طرف مائل ہوگا' کتنے اعمال میں ترقی ہوتی چلی

جائے گی۔ کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے اِنَّمَا یُرِیْدُاللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْراً۔ ہم کھانے پینے کی سنتیں یاد رکھتے ہیں اور اعداد کی سنتیں یاد رکھتے ہیں لیکن دعوت کی سنتیں اور اُس میں بھی گھر کے اندر قرآن کا حلقہ لگانا دعوت کی اہم ترین سنت ہے اور حدیث کے حلقے لگانے اہم ترین سنت ہے اس کے کوئی تذکرے اِس کا کوئی تصوّر ہمارے یہاں نہیں ہے۔ اللہ نے صاف فرمایا ہے جتنے بھی گناہوں کی گندگیاں ہیں اُس سب کو ہم دور کر دیں گے اور تمہیں مکمل پاک صاف کر دیں گے۔ یہ اعمالِ تطہیر ہیں۔ اللہ کی ذات مطہر اور اللہ کی مذکی ہے۔ اگر کسی کو بے شمار اعمال کرنے کے اعتبار سے وقت میں برکت دے دی جائے اور جسمانی طاقت وقوت دے دی جائے اُن تمام اعمال کے کرنے پر وہ تربیت نہیں ہوگی جو تربیت ایک سورۂ کوثر کو لے کر اپنی گھروالی کو لے کر حلقے لگانے پر اللہ تربیت فرمائیں گے؛ کیونکہ اللہ نے حکم دیا ہے اس عمل کا اور ضمانت تربیت کی' کفالت کی اللہ نے براہِ راست خود لی ہے کسی اور کے حوالہ نہیں فرمائی۔

40) اور اتنا قدیم اور اتنا پُرانا عمل کہ سیرت میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کی ذمہ داری کے مل جانے کے بعد اعمالِ نبوت میں سب سے پہلا عمل جس سے اللہ کے نبیؐ نے اپنی نبوّت کی محنت کا آغاز فرمایا وہ قرآن کا حلقہ اور حدیث کا حلقہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے مل جانے کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کو آکر سارا واقعہ سنایا' یہ واقعہ ہم پڑھتے ہیں درسِ حدیث کہتے ہیں' درسِ بخاری، اور یہ خود واقعہ ہو رہا ہے' عملاً تو کیا حدیث کا حلقہ نہیں ہے۔ آپ سوچئے! اور اُسی میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھ کے سنائیں: اِقراء بأسم ربک الذی خلق، تین مرتبہ کھینچ کر چھوڑ کر پڑھنے کو کہا، میں نے کہا:...... بقاری، پھر اُس کے بعد جبرئیل امینؑ نے یہ آیتیں پڑھ کر کے سنائیں اور یہ آیت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہؓ کو سنا رہے ہیں' سیرت میں کہیں نہیں ملتا کہ وہاں غارِ حرا میں نبوت کے مل جانے کے بعد کہیں اور گئے ہوں اور یہ سارا واقعہ سنایا ہو' کسی کو یہ آیتیں سنائی ہوں' کہیں یہ واقعات کہیں نہیں ملتے۔ بخاری شریف کے اندر موجود ہے سب سے پہلے گھر اور حضرت خدیجہؓ کو لے کر حدیث کا حلقہ قرآن کا حلقہ۔ کتنا قدیم عمل آپ اندازہ لگائیے۔

41) آپؐ کا تو حال یہ تھا کہ کہیں بھی چلے جاتے تو قرآن کا حلقہ لگا رہے ہیں اور حدیث کا حلقہ لگا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا اگر اپنے سُسرال چلے گئے تو ساس سُسر اور اپنی اہلیہ کو لے کر قرآن کا حلقہ لگا رہے ہیں۔ امی عائشہؓ پے زنا کی تہمت لگ گئی یہ واقعہ مشہور ہے، اللہ کے نبیؐ گئے کہ عائشہؓ! توبہ کرلو، امی عائشہؓ اپنی والدہ کو دیکھ رہی ہیں وہ بھی رو رہی ہیں' اپنے ابا کو دیکھ رہی ہیں وہ بھی رو رہے ہیں' آپؐ فرما رہے ہیں کہ توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ بڑے غفور الرحیم ہیں اگر زنا کیا ہے اللہ معاف کر دیں گے، امی عائشہؓ فرماتی ہیں: اللہ جانتے ہیں کہ میں اگر اِن کی بات مان کے توبہ کرلوں تب بھی میں بَری ہوں اور میں توبہ نہ کروں تب بھی میں بَری ہوں تب بھی اللہ جانتے ہیں اور مجھے یقین تھا اللہ ربُّ العزّت میری برأت کے سلسلہ میں کچھ نہ کچھ آیات اُتاریں گے لیکن میری حیثیت اور میری ذات اِس سے بہت کمتر ہے کہ میری شان میں میری برأت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ آسمان سے آیتیں اُتار دیں جس کی تلاوت قیامت تک ہوتی رہے۔ کہتی ہیں کہ بس میں سوچ ہی رہی تھی کہ اتنے میں اللہ کے نبیؐ کے اوپر وحی کے اُترنے کے آثار ظاہر ہوئے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُسکراتے ہوئے فرمانے لگے: عائشہؓ! تمہیں خوشخبری ہو بشارت ہو، اِنتظار نہیں فرمایا بلکہ اُسی وقت سورۂ نور کا دوسرا رکوع پورا کا پورا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت میں اللہ نے اُتار دیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَةٌ مِّنْکُمْ لَاتَحْسَبُوْهُ شَرًّالَّکُمْ بَلْ هُوَ خَیْرٌ الَّکُمْ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّااکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ اب اندازہ لگائیے۔ اُسی وقت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ایک رکوع کا حلقہ لگالیا اُسی وقت حضرت ابوبکرؓ ہیں اور اُمِّ رومان پردے میں بیٹھی ہیں اور حضرت عائشہؓ سامنے ہیں، اِتنا اہتمام۔ اِمام بخاری نے تو اِتنے سارے عنوانات قائم کیئے گھر کے اندر تعلیم دینے کے اور قرآن کے حلقے لگانے کے اور حدیث کے حلقے لگانے کے کہ شمار کرنا مشکل ہے۔

42) کہ اگر کوئی شخص گھر میں آئے، تھکا ہوا ہے اور آنے کے بعد حلقہ نہ لے سکے، سو جاوے، پھر اُس کے بعد تھکان ختم ہو گئی اور نیند سے بیدار ہو جاوے آدھی رات میں بھی وہ حلقہ لے سکتا ہے۔ باب العلم...... باللیل عنوان قائم کیا ہے اِمام بخاریؒ نے، کہ رات کے وقت میں اپنی بیوی کو علم سکھلانا اور وعظ و نصیحتیں کرنا۔ اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آرام فرمانے لگے پھر اچانک آپ بیدار ہوئے، عنوان قائم کیا ہے اِمام بخاریؒ نے، دیکھو! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُمِّ سلمہؓ کو لے کر کے حدیث کے حلقے لگا رہے ہیں، رواہ البخاری، مختصر سی حدیث ہے۔ اللہ اکبر۔ اِتنا اہتمام، قرآن کا حلقہ گھر میں اور حدیث کا حلقہ۔ اللہ معاف فرمائے کام کرنے والا ایک طبقہ ایسا کہ جو ابھی تک اپنے گھروں کے اندر اپنی ذات سے اِن دونوں حلقوں کا اہتمام نہیں کر رہا ہے، جس کی وجہ سے سب سے زیادہ بڑی تیزی سے بے دینی، جہالت، بے پردگی کام کرنے والوں کے گھروں کے اندر داخل ہوتی جا رہی ہے۔ ابھی تک اُس کی اہمیت نہیں ہے۔ باہر کے تقاضوں کا اِتنا غلبہ کہ گھر آ کر کے اپنی گھر والی اور بچوں کو لے کر حلقے لگانے کی توفیق نہیں ہو رہی ہے۔ کامل و مکمل اللہ کے نبیؐ کی اتباع دعوت کی سنتوں کے اندر اُس وقت ہو گی جب ہم اپنے گھر میں بھی اِہتمام سے وقت لے کر اپنے بیوی بچوں کو لے کر قرآن کے حلقے میں خود براہ راست شریک ہوں اللہ کے نبیؐ کی سنت سمجھ کر۔ اور کسی بھی شریعت کے اندر سیرت کے اندر کوئی عذر ایسا شرعی نہیں ملتا جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا حلقہ اُس گھر میں لگانے سے منع کر دیا ہو یا عذر والی کو اُس حلقہ سے اُٹھا دیا ہو؛ بلکہ روایت میں تو یہ ملتا ہے صحاحِ ستہ کی روایت میں یہ بات ملتی ہے کہ شرعی عذر کے ہوتے ہوئے اُس گھر میں قرآن کا حلقہ اور عذر والی کو بٹھایا جا رہا ہے اِہتمام کے ساتھ۔

43) مسلم شریف کی روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور میں ایام سے ہوں اور آپؐ قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں اور سنتی جا رہی ہوں۔ یہ ہے اصل بنیادی چیز۔ جتنا آپ سیرت پر کام کو لائیں گے اُتنا اسبابِ ہدایت سے قریب ہوتے چلے جائیں گے اور ہدایت عام ہوتی چلی جائے گی۔ اور جتنا اِس کام کو تجربوں اور شخصیتوں کے حوالہ کریں گے اُتنا اسبابِ ہدایت سے دور ہو کر اُمت ہدایت اور اسبابِ ہدایت سے محروم ہو جائے گی۔ اُصولی بات ہے۔ یہ اصل بنیادی چیز ہے۔ کیوں؟ اِس لیئے کہ عام حالات میں شیاطین خواتین کو اُتنا گمراہ نہیں کر سکتے جتنا عذر کے ایام میں شیاطین خواتین کو گمراہ کر لیتے ہیں۔ ایسے موقع پر تو اُن کو فرشتوں کا ماحول، فرشتوں کے پَروں کے اثر میں رکھنا اُس کے لیئے قرآن و حدیث کا حلقہ اہتمام کے ساتھ لگانا۔ اگر کسی گھر میں صرف میاں بیوی ہیں بچے نہیں ہیں اور ایسا شرعی عذر پیش آ جاوے، گھر آوے، اپنی اہلیہ کو لے کر کے قرآن پڑھتا جاوے اور اُس کی گھر والی سنتی رہے، یہ اللہ کے نبیؐ کی عین سنت ہے۔ یہ ہے اصل بنیادی چیز۔

مستورات کی ہفتہ واری تعلیم

44) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہنچ گئیں، اسماء بنتِ یزید اور درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مرد اللہ کے راستہ میں جاتے ہیں، دین کی محنت کرتے ہیں، آپ کی خدمت میں پہنچ کر دین سیکھ لیتے ہیں لیکن ہم اِن سارے موقعوں سے محروم ہیں، آپ ہمارے لیئے بھی کوئی وقت اور دن مقرر فرمادیں تاکہ ہم بھی دین آپ سے سیکھ سکیں؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی درخواست پر اُن کے لیئے ایک وقت، ایک دن مقرر کیا اور اُس میں جمع کر کے اُس میں اُن سے دین کی باتیں اور احکامات کی تعلیم اُنہیں دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دُنیا سے پَردہ فرمانے کے بعد مدینۂ طیبہ کے اندر کسی گھر میں خواتین جمع ہوجاتیں اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے جو حیات تھیں ایک یا دو وہ پردہ کے ساتھ جا کر اُن خواتین کو دین کی باتیں سمجھایا کرتی تھیں، دین کی باتیں سنایا کرتی تھیں۔ (بخاری، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم، جلد:1، ص:20)

45) ایک ایمان والی ہدایت، اعمال، فرائض، پردے، سادی والی زندگی اور بچوں کی دینی پرورش پر آجائے اور گھروں کے اندر اعمالِ دعوت اور گھروں کے اندر مع مستورات جماعتوں کے استقبال کا مزاج اور اپنے محرم مردوں کو اللہ کے راستہ میں بھیجنے کا جذبہ اور خود اپنے محرم کے ساتھ نکلنے کا داعیہ پیدا ہوجائے اُس کے لیے ہر محلہ کے اندر چند مکانات کے بیچ میں ہفتہ واری تعلیم کو قائم کرنا ہے، بشرطیکہ دو بہنیں عشرہ والی اور تین بہنیں ایک ایک بار سہ روزہ لگائی ہوئی ہوں۔

ہفتہ واری تعلیم کے اعمال

44) ہفتہ واری تعلیم کے 4 اعمال ہیں:

۱) استقبال۔ ۲) کتابی تعلیم۔ ۳) چھ صفات کا مذاکرہ۔ ۴) تشکیل۔

45) تعلیم ایک ہفتہ منتخب سے اور ایک ہفتہ فضائلِ اعمال مع فضائلِ صدقات سے ہو۔

46) چھ صفات اور تشکیل دونوں ایک بہن کے ذمہ ہو، ہفتہ کے تعین کے بغیر چار سے پانچ ہفتہ کے دوران آپ ہفتہ واری مشورہ سے مَردوں کا بیان طئے کریں۔ کوشش کریں کہ ہماری ہفتہ واری تعلیم مع مستورات جماعتوں کے نکلنے کا موضوع بنے یا نقد جماعتوں کے نکلنے یا کم سے کم جوڑے نکلیں۔

47) ہمارے یہاں یہ کوئی سلسلہ نہیں ہے کہ مہینہ میں یا تین مہینہ میں ایک جماعت کے نکالنے کا ہم آپس میں مشورہ کرلیں نہیں، ہر ہفتہ اُن خواتین کو اللہ کے راستہ میں نکالنا ہے جس کے اندر اللہ کے راستہ میں نکلنے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

48) مستورات کے کام کو اس رُخ پہ لانا ہے کہ اندرون و بیرون کے مستورات کے سارے تقاضے پورے ہوں۔

49) ہفتہ واری تعلیم کے مقامات بڑھانے کے لیے خواتین کے خروج کو بڑھانا ہے۔

خواتین کا اپنے اپنے محرموں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں نکلنا

50) خواتین کو لے کر اللہ کے راستہ میں نکلنا ایسی بنیادی سنت ہے کہ جس کے اندر قرنِ اوّل کی تمام صحابیات مجتمع نظر آتی ہیں جس کو عذر تھا کسی وجہ سے وہ نہ گئی وہ الگ بات ہے ورنہ خواتین کے اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ایک عمومی فضاء تھی۔

51) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپؐ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواجِ مطہراتؓ کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جن کے نام قرعہ نکلتا اُنہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ عن عائشةؓ قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ: اذاارادان یخرج سفراًا قرع بیننا فی غزاۃ غزاھا فخرج سھمی فخرجت معه بعدماأنزل الحجاب،
(بخاری:۲٦٦١، باب تعدیل النساء)

52) روایت میں آتا ہے کہ آپؐ خیبر تشریف لے جا رہے ہیں، بنوغفار کی عورتیں اکٹھی ہو کر کے آگئیں اور درخواست کرنے لگیں کہ یارسول اللہؐ! آپ ہمیں بھی اجازت مرحمت فرمائیں؛ ہم بھی آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں، آپؐ نے بہت خوشی اور بڑی خندہ پیشانی سے اُنہیں نکلنے کی اجازت دی۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:1، ص:747)

اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: انصاری خواتین کی تقاضہ والی ایک جماعت مستقل تیار رہتی تھی اور جب جب نبیؐ سفر میں جاتے اُنہیں اشارہ فرماتے اور وہ انصار کی خواتین اللہ کے نبیؐ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں نکلا کرتیں۔
(حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد 1، ص:750)

53) آپ ﷺ نے اِس امت کے اندر جو نَفر اور خُروج کی بنیاد ڈالی اُس کے اندر مستورات اور مَرد دونوں طبقے میں کوئی فرق نہیں فرمایا۔ یہ بہت بڑا مغالطہ اور بڑی غلط فہمی ہے کہ ہم دعوت کی اِس ذمہ داری میں اور اِس کے اعمال کے اندر چاہے ہجرت ہو، نصرت ہو اور جان و مال کی قربانی دینی ہو اِن سارے اعمال کے اندر ہم ابھی تک خواتین کو مَردوں سے نیچے درجہ میں اور دوسرے تیسرے درجہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سیرت کے بالکل سراسر خلاف ہے۔ اللہ ربُّ العزّت نے ہر ایمان والی پر یہ فریضہ ڈالا ہے **وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔۔۔۔** الخ ۱ ہر ایمان والی کی ذمہ داری، ہر ایمان والی مکلف، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ہر ایک کے ذمہ ہے۔ جتنی روایتیں ہیں، جتنے نصوص ہیں اِس کے اندر دعوت کے فریضہ میں اِن دونوں طبقوں میں کوئی فرق نہیں ملتا۔ دونوں کی بنیادی ذمہ داری۔ جس طریقہ سے مَردوں کے ایمان میں تکمیل کے لیئے اَمر بالمعروف نہی عن المنکر کو بڑا دخل ہے اسی طریقہ سے خواتین کے ایمانیات کی تکمیل میں بھی اَمر بالمعروف نہی عن المنکر کو بنیادی طور پر دخل ہے۔ کوئی ایمان والی اپنے اعمال کے اندر کامل اور اپنے ایمان میں کامل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اُس کی زندگی میں یہ فریضہ نہ ہو۔

(سورۃ التوبۃ، آیت نمبر:71)

اُمِّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں اُمِّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے: انصار کی خواتین کی تقاضہ والی ایک جماعت مستقل تیار رہتی تھی۔ جب جب اللہ کے نبی ﷺ سفر میں جاتے اُنہیں اِشارہ فرماتے اور وہ انصار کی خواتین اللہ کے نبیؐ کے ساتھ اہتمام سے اللہ کے راستہ میں نکلا کرتیں۔ ے (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:1،ص:750)

54) یہ اصل اور بنیادی بات ہے، آپؐ نے اس اُمت کے اندر جو سب سے پہلی جماعت روانہ فرمائی اُس میں 11 مَرد اور 5 خواتین تھیں، دوسری جماعت میں بھی 16 یا 17 خواتین گئیں اور ملکوں میں گئیں اور لمبے زمانہ کے لیے گئیں (ا)، جب مدینہ کا سلسلہ شروع ہوا تو ساری خواتین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئیں، اور پھر مدینہ سے نفر کا اور خروج کا عمومی سلسلہ قائم ہوا تو خاندان کے خاندان اللہ کے راستہ میں نکلے۔ سو، ڈیڑھ سو، اس میں دس دس، بیس بیس خواتین اکٹھی ایک ایک خاندان کے ساتھ نکلا کرتی تھیں۔ ا ے (سیرتِ مصطفی، جلد:1،ص:(239)

اُمِّ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ 7 غزوات میں شریک رہی۔

(حیاۃ الصحابہؓ، جلد:1،ص:751)

55) لمبے زمانہ کے لیے نکلنا، بار بار نکلنا، تقاضوں پر نکلنا، ملکوں میں نکلنا، شہادت کے جذبہ کے ساتھ نکلنا اور نکل کر خواتین کا ملکوں میں قبریں بنالینا یہ ہمارے کام کا موضوع ہے۔

56) بے موسم کی بے دینی اور بے پردگی جو سیلاب کی طرح آرہی ہے اُسے روکنے کے لیے یہ سارا مجمع بلکہ پورے ہندوستان کے لوگ تیسرے مہینہ کا سہ روزہ لگا کر بے دینی' بے پردگی کے سیلاب کو روک نہیں سکتے۔

یہ تو بہت ہی کمتر اور بہت ہی معمولی درجہ کی چیز ہے تیسرے مہینہ کا سہ روزہ' سال کا عشرہ' تین سال میں ایک مرتبہ چلہ اِسے تو جتنا حقیر' جتنا معمولی جتنا کمتر سمجھ کر حسرت اور اندر سے ندامت کے ساتھ لگاویں اُتنا کم ہے۔ ایک طبقہ تو وہ ہے اِسی پر قناعت کر کے بیٹھ گیا۔ کہ تیسرے مہینہ کا سہ روزہ لگ جائے' سال کا عشرہ' تین سال میں ایک مرتبہ چلہ۔

بے موسم کی بے دینی اور بے پَردگی جو سیلاب کی طرح آرہی ہے اُسے روکنے کے لیئے یہ سارا مجمع بلکہ پورے ہندوستان کے لوگ تیسرے مہینہ کا سہ روزہ لگا کر بے دینی' بے پَردگی کے سیلاب کو روک نہیں سکتے؛ پورے عالم کی تو بات بہت دور کی ہے۔ اِس لیئے ہمیں دو بنیادوں پر آنا ہے' ایک ادنیٰ درجہ سمجھ کر کے اور آخری درجہ کا فریضہ سمجھ کر کہ ہر تیسرے مہینہ کا سہ روزہ لگتا رہے پابندی کے ساتھ' سال کا عشرہ لگتا رہے پابندی کے ساتھ' ہر ایک کے ذمہ تیسرے سال کا اِہتمام سے چلہ اور بیرون دو مہینے لگانا اور اُس کے ساتھ ساتھ جب جب تقاضہ پیدا ہو جائے نظام الدین سے بتایا جائے اپنے علاقہ کے' اپنے صوبہ کے' اپنے گاؤں دیہات کے تقاضے آجاویں فوراً نقد مستورات کی جماعت سہ روزہ کی بنائی جائے' فوراً روانہ کیا جائے' فوراً عشرہ کی جماعت بنائیں اللہ کے راستہ میں بھیج دیا جائے' فوراً چلہ کی جماعت بنے' دو ماہ بیرون کی جماعتیں بنائی جائیں اللہ کے راستہ میں روانہ کی جائیں۔

ہر ضلع کے اندر' ہر قصبہ کے اندر ایسے دس بیس پچاس جوڑے تیار کیئے جائیں جو کبھی کسی موقع پر بھی تقاضہ آجاوے اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لیئے تیار ہوں۔ کبھی بھی سہ روزہ کی جماعت کینسل نہ ہو۔ کبھی بھی عشرہ کی جماعتیں منسوخ نہ ہوں۔ کبھی بھی چلہ کی جماعتیں اِس وجہ سے نہ روکی جائیں کہ لے جانے والا کوئی نہیں ہے۔

نہیں بھئی !۔ ہماری بنیادی ذمہ داری ہے مسجد کے مشورہ سے لے کر کے ہفتہ واری مشوروں کے اندر مستورات کے کام اور مَردوں کے کام کے مشورے اور اُن کے اُمور بَرابر سوچے جانے چاہئیں۔ ہمارا وہ مشورہ ہی ناقص ہے جس کے اندر مستورات کے عنوانات نہ آتے ہوں اور مستورات کی فکریں نہ ہوتی ہوں؛ کام ہی ہمارا ناقص ہے اگر مشورہ مستورات کے بارے میں نہ ہو' کارگزاریاں مستورات کے بارے میں نہ آویں ہمارا کام ہی ادھورا وناقص ہے۔ اِتنا اِہتمام مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ کے عنوانات کو پڑھنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ سارے عنوانات کے اندر خواتین کے مستقل عنوانات قائم کیئے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کا عنوان ہے مَردوں کے لیئے تو خواتین کے لیئے بھی ہے۔ ہجرت کا عنوان مَردوں کے لیئے خواتین کے لیئے، نصرت کا عنوان مَردوں کے لیئے خواتین کے لیئے، دعوت کا عنوان مَردوں کے لیئے خواتین کے لیئے' آپ اندازہ لگایئے، اِن سارے واقعات کو حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حیاۃ الصحابہؓ میں جمع صرف تاریخی باتیں اور اُس میں معلومات میں اضافہ کے لیئے قطعاً نہیں بلکہ آج کے زمانہ سے لے کر قیامت تک آنے والی عورتوں کو دعوت الی اللہ' امر بالمعروف نہی عن المنکر' ہجرت نصرت کے اعتبار سے اُس معیار پر لانا چاہتے ہیں حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس معیار پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرنِ اوّل میں خواتین کو چھوڑ کر گئے۔ ذرا سا بھی غور کریں اِن عنوانات میں اُس سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔

اور ایک بنیادی ذمہ داری ایک ایک گھر کے اندر مع مستورات جماعت کا قیام ہو جاوے۔ ہمارے یہاں گھروں کے اندر قیام کے لیئے سوائے پَردے کے کسی چیز کی شرط نہیں۔ اُسے جلد سے جلد تیار کیا جائے۔ تھوڑیوں میں ہاتھ ڈال کے' خوشامدیں کر کے گھروں کے اندر جماعت کے ٹھہرنے کے فوائد اُسے سمجھا کر اندر سے آمادہ کر کے اور اُس کے گھر میں جماعت ٹھہرانے کی کوشش کریں۔ چلہ میں جانے والی جماعتیں' عشرہ میں جانے والی جماعت میں پہلے درجہ میں کوشش کریں اور خصوصاً ایسے مکان میں سب سے پہلے ٹھہریں جس کے اندر جماعت آج تک نہیں ٹھہری؛ اِس لیئے کہ یا تو مکانات کے اندر بے دینی ہے یا پھر دعوت کا کام نہیں ہے۔ بے دین گھر ہے تو وہاں دین داخل ہو جائے گا اور جو دیندار مکانات ہیں وہاں دعوت اور دعوت کی فکریں داخل ہو جائیں اِس غرض سے ہر گھر میں جماعت داخل کریں، ہاں! اِتنی بات ضرور ہے کہ سب سے پہلے کون سے مکانات میں قیام ہو۔ تو اس میں آسان بات یہ فیصلہ کرنے کے لیئے آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے محلہ کے اندر وہ مکانات جو پورے محلہ کے اندر بے دینی پھیلنے کے اور بے پَردگی کے عام ہونے کے اڈّے بنے ہوئے ہیں آپ سب سے پہلے اُن مکانات میں جماعت ٹھہراؤ۔ یہ آپ کی پہلی بنیادی ذمہ داری ہے۔ حادثہ پیش آجائے' تین تین آدمی اُس حادثہ کے شکار ہو جائیں' ایک آدمی کو تھوڑی سی چوٹ آجائے' دوسرے آدمی کو زیادہ چوٹیں آجائیں' تیسرا آدمی سکرات کے عالم میں ہو آپ بتاؤ! ایک ڈاکٹر ہو تو سب سے پہلے علاج کہاں سے شروع کرے گا۔

ایک ایک گھر کے اندر بے دینی اور باطل کو ختم کر کے فرائض کو اور سنتوں کو اور دعوت کو قائم کرنے کا ایک بنیادی طریقہ ہے ہر گھر کے اندر جماعت کا قیام۔ ایک محلہ میں اتنا قیام ہو جاوے جتنی ضرورت ہو۔ حسبِ ضرورت ایک ایک محلہ میں قیام کروادو۔

59) ہمارے یہاں گھروں کے اندر قیام کے لیے سوائے پردے کے کسی چیز کی شرط نہیں ہے۔ خوشامدیں کر کے گھروں کے اندر جماعت کے ٹھہرانے کے فوائد اُسے سمجھا کر اندر سے آمادہ کر کے ہر گھر میں جماعت ٹھہرانے کی کوشش کریں۔

61) محلہ میں مکانات کی تین قسمیں ہیں: ۱) وہ مکان جس میں اعلیٰ درجہ پر کلمہ' نماز اور پردہ' سنت' فرائض زندہ ہیں۔

۲) بعض مکانات وہ ہیں جس میں کسی درجہ میں دعوت' عبادت اور اعمال چل رہے ہیں۔

۳) اور بعض مکانات وہ ہیں جن میں کفر کی سو علامتیں ہیں اس گھر کے چھوٹے بڑے' مرد عورتیں سارے کے سارے باطل کے پھلنے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں سب سے پہلے اس گھر میں جماعت ٹھہراؤ، بے دینی اور باطل کے ختم ہونے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ ہر گھر میں جماعت ٹھہراؤ، ایک ایک محلہ میں اتنا قیام ہو جائے جتنی ضرورت ہو۔

5 قسم کی مستورات کا ششماہی جوڑ

مع مستورات جماعتوں کے ذریعہ عالم کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ششماہی جوڑ کا اہتمام کرنا ہے۔

62) پانچ قسم کی عورتوں کو ان کے محرموں کے ساتھ (تیس چالیس کی تعداد میں) جمع کرنا ہے: ۱) تین بار سہ روزہ لگائی ہوئی۔ ۲) عشرہ لگائی ہوئی۔ ۳) چلہ لگائی ہوئی۔ ۴) بیرون دو مہینے لگائی ہوئی۔ ۵) نظام الدین نصرت میں وقت لگائی ہوئی خواتین؛

یہ 5 قسم کی خواتین کا جوڑ تیس چالیس جوڑے اکٹھے کرلیں اور مردوں کی شرکت اس میں انتہائی ضروری ہے کیونکہ جماعت بندی ہونی ہے۔

تعلیم

(70) جوڑ شروع ہونے سے پہلے منتخب سے تعلیم مَردوں میں الگ اور عورتوں میں الگ ہوگی۔ جس میں اللہ کے راستہ میں نکلنے کے فضائل اور آداب کی تعلیم ہو۔

پھر پہلی مجلس کے اندر اللہ کے راستہ میں خواتین کے نکلنے کی اہمیت اور نہ نکلنے پر سخت وعیدیں اہتمام سے سنائی جائیں، نہ نکلنے پر جو وعیدیں مَردوں کے لیے ہیں وہ خواتین کے لیے ہیں، اِس اُمت کی مثال کشتی میں سوار لوگوں سے دی گئی ہے، اِس اُمت کے مَرد، عورت سب کے مجموعہ کی مثال دی گئی ہے، ہر ایک اس لیے اہتمام کرنا ہے، پہلی مجلس میں تقاضے اور کارگزاریاں سنائیں۔

دوسری مجلس کے اندر مقامی کام اہتمام کے ساتھ سمجھائیں، اللہ کے راستہ میں نکلنا ترتیب کے ساتھ اور تقاضوں پر نکلنا دونوں باتیں قوت کے ساتھ مجمع میں رکھیں اور گھر کی تعلیم کا اہتمام اس کے بڑھانے کی فکر اور سو فیصد ایک، ایک گھر کے اندر مع مستورات جماعت کے قیام کرانے کی فکر یہ ہماری دو مجلسوں کا خلاصہ ہے۔

اگر کہیں صرف سہ روزہ تین بار لگائی ہوئی خواتین کی تعداد ہے، تیس چالیس کے قریب عشرہ والی، چلہ والی نہیں ہیں تو اُن کا جوڑ ختم نہیں کرنا ہے اُن کا جوڑ مستقل کرنا تاکہ وہ سب کے سب عشرہ میں نکل جائیں۔ اگر کہیں صرف سہ روزہ عشرہ والی ہیں تو اُن کا جوڑ کریں تاکہ اُن سب کی تشکیل چلہ کے لیے ہو جائے یہ اصل بنیادی بات ہے۔

مستورات سے متعلقہ اُمور؛ کل ہند مشورہ

1) کنواری لڑکی اپنی والدہ کے ساتھ سہ روزہ اور عشرہ بھی لگا سکتی ہے۔

2) مع مستورات جماعتوں کا قیام محلوں اور مساجد میں حسبِ تقاضہ ہو۔

3) جن مساجد کے اطراف میں مستورات کی ہفتہ واری تعلیم کے مقامات ایک سے زائد ہیں وہاں ہفتہ واری تعلیم دو الگ الگ ایام میں کی جا سکتی ہے؛ بشرطیکہ مسجد کے مشورے والے احباب ایک خاتون کے امور ایک ہی تعلیمی حلقے میں طے فرمائیں۔

4) مع مستورات ایک جماعت میں اگر چھ جوڑے ہیں؛ تو صرف ایک ہی جوڑے کے ساتھ دو مستورات ہو سکتی ہیں اور اگر پانچ جوڑے ہیں؛ تو دو جوڑوں کے ساتھ دو، دو مستورات جا سکتی ہیں؛ البتہ یہ گنجائش صرف سہ روزہ اور عشرے کی جماعتوں کے لیے ہے۔

5) عذر کی وجہ سے تعلیم میں مستورات کرسی کا استعمال کر سکتی ہیں۔

6) مستورات کی ہفتہ واری تعلیم کے کوائف۔

الف: دو مستورات عشرہ اور تین مستورات سہ روزہ لگائی ہوئی ہیں۔

ب: مکان پردے والا ہو۔

ج: مسجد وار جماعت مضبوط ہو، جو اُمورِ تعلیم کو سنبھال سکے۔

د: اگر کہیں تعلیم شروع کرنا ہے؛ تو شہر یا ضلع کے مشورے سے شروع کی جائے۔

7) کنواری لڑکی اجتماعی تعلیم میں صرف تعلیم کر سکتی ہے۔

۹/جمادی الاخری۔مطابق:2/جنوری 2023ء۔بروز پیر۔ بوقت بعد نماز عشاء۔ بمقام:مرکز نظام الدین۔

حیاۃ الصحابہؓ

1) کمال یہ نہیں ہے کہ چھوٹے بڑوں کی نصیحت کو سمجھا کریں!! بلکہ کمالِ تواضع یہ ہے کہ بڑے چھوٹوں کی نصیحت سنیں۔

2) یہ خلفائے راشدینؓ کی یہ تواضع اور اُن کے اخلاص اور اُن کی اپنی ذات کی فکر کی یہ علامت ہے' کہ اگر رعایا کا کوئی آدمی اُن کو اگر نصیحت کرتا تھا تو وہ ایسے سنتے تھے جس طرح اُن کی نصیحتیں رعایا سنتی ہیں اور وہ اس میں اپنی کوئی بے عزتی محسوس نہیں کرتے تھے' کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو بعض خطوط ایسے سخت لکھے گئے' حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ مجھے آئندہ بھی آپ سے ایسے خلوص کی ضرورت ہے۔ہم ایسے آدمی سے کترانے لگتے ہیں جو ہمیں نصیحت کرنے لگتا ہے۔

3) سعید ابن عامر بن حذیم جمحیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا: اے عمر! میں آپ کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں ہاں! ضرور' ضرور مجھے نصیحت کیجئے! چنانچہ سعید ابن عامر بن حذیم جمحیؓ نے عرض کیا:

''میں آپ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے نہ ڈریں اور آپ کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ بہترین قول وہ ہے جس کی تصدیق عمل کرے۔ایک ہی معاملہ میں دو متضاد فیصلے نہ کرنا ورنہ آپ کے کام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور آپ کو حق سے ہٹنا پڑے گا۔دلیل والے پہلو کو اختیار کریں اس طرح آپ کو کامیابی حاصل ہوگی اور اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کے ہاتھوں آپ کی رعایا کی اصلاح کرے گا اور دور ونزدیک کے جن مسلمانوں کا اللہ نے آپ کو ذمہ دار بنایا ہے ان کی طرف اپنی توجہ پوری رکھیں اور ان کے فیصلے خود کریں اور جو کچھ اپنے لیئے اور اپنے گھر والوں کے لیے پسند کرتے ہیں وہ تمام مسلمانوں کے لیے پسند کریں اور جو کچھ اپنے لیئے اور اپنے گھر والوں کے لیے ناپسند سمجھتے ہیں وہ ان کے لیے ناپسند سمجھیں اور حق تک پہنچنے کے لیے مشکلات میں گھس جائیں (اور ان سے نہ گھبرائیں) اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈریں''۔

حضرت عمرؓ نے کہا یہ کام کون کرسکتا ہے؟ حضرت سعید نے کہا آپ جیسے کرسکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی اُمت کا ذمہ دار بنایا ہے اور (وہ ایسے بہادر ہیں کہ) ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی حائل نہ ہو سکا۔

حضرت عبداللہ بن بُریدہ رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک وفد کے آنے پر لوگوں کو جمع فرمانا چاہا تو اپنے اجازت دینے والے حضرت ابن ارقم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کو خاص طور سے دیکھو اور انہیں دوسرے لوگوں سے پہلے اندر آنے کی اجازت دو۔پھر ان کے بعد والے لوگوں (یعنی حضراتِ تابعین) کو اجازت دو۔چنانچہ یہ حضرات اندر آئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے صفیں بنالیں۔حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو دیکھا تو انہیں ایک صاحب بھاری بھر کم نظر آئے جنہوں نے منقش چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔حضرت عمرؓ نے ان سے تین مرتبہ کہا تم مجھے کچھ بات کہو۔انہوں نے بھی تین مرتبہ یہ کہا۔نہیں' آپ کچھ فرمائیں۔حضرت عمرؓ نے (کچھ ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے) فرمایا: اوہو، آپ کھڑے ہو جائیں چنانچہ وہ کھڑے ہو کر چلے گئے۔حضرت عمرؓ نے دوبارہ ان حاضرین پر نظر ڈالی تو انہیں ایک اشعری نظر آئے جن کا رنگ سفید' جسم ہلکا' قد چھوٹا اور حال کمزور تھا۔حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آگئے۔حضرت عمرؓ نے ان سے

کہا: آپ مجھ سے کچھ بات کریں، اس پر اشعری نے کہا: نہیں؛ آپ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: آپ کچھ بات کریں۔ اُنہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ پہلے کچھ بات شروع کریں، بعد میں ہم بھی کچھ کہہ لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اوہو، آپ بھی کھڑے ہو جائیں، (میں تو بکریاں چرانے والا انسان ہوں) بکریاں چرانے والے (کی بات) سے آپ کو کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟ (چنانچہ وہ چلے گئے) حضرت عمرؓ نے پھر نظر ڈالی تو اُنہیں ایک سفید اور ہلکے جسم والا آدمی نظر آیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے اشارہ سے بلایا۔ وہ آگئے۔ حضرت عمرؓ نے اسے اشارہ سے بلایا، وہ آگئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: آپ مجھے کچھ کہیں، اُنہوں نے فوراً کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور خوب اللہ سے ڈرایا۔

۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۴۴ھ م 3/جنوری 2023ء بروز منگل بعد فجر، بنگلہ والی مسجد مرکز حضرت نظام الدین، دہلی

بیان: حضرت جی دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔

وَقَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

وَقَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی: وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ: مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُّنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ۔ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ (مشکوۃ،ص:۴۳۵) اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

میرے انتہائی محترم دوستو بزرگو عزیزو!

(1) اِس امت کی نجات، اِس امت کے ساتھ غیبی نصرتوں کا وعدہ اور اِس امت کا اپنے دین پر باقی رہنا یہ خدا کی قسم پھر خدا کی قسم پھر خدا کی قسم صرف دعوت الی اللہ پر موقوف ہے، کہ لوگ اس کام کو ایک تنظیم سمجھتے ہیں؛ حالانکہ یہ بات حق ہے کہ اِس امت کے افضل امت ہونے کے لیئے دعوت الی اللہ کے علاوہ اور کوئی ایسا سبب اور ذریعہ نہیں ہے جس سے یہ اُمت افضلِ امت کہلائی جائے۔ کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آج پندرہ سو سال کے بعد ایک مسلمان اپنے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہونے کی وجہ سے افضل سمجھتا ہے؛ حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے والے صحابیؓ اور صحابہ میں وہ جن کو اِس امت کا ملہم کہا گیا ہے عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کے بارے میں فرمایا کہ اگر نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو عمر نبی ہو سکتے تھے۔ نبوت کی استعداد رکھنے والا شخص آپؐ کی صحبت میں رہنے والے، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم سارے اعمالِ خیر کرتے ذکر کے، تلاوت کے، تہجد کے، عبادت کے، انصاف کے سارے کام خیر کے کرتے لیکن ہم دعوت الی اللہ میں نہ لگتے تب بھی ہم افضلِ اُمت نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ سوچیے تو صحیح!۔ وہ یہ فرماتے ہیں، کہ ہم خیر اُمت نہیں ہو سکتے تھے، اگر ہم کام کو نہ کرتے تو آپؐ کی صحبت میں رہ کر سارے اعمالِ خیر کر کے بھی ہم خیر اُمت نہیں ہو سکتے تھے، تو یہ حضرت عمرؓ کا قول میں عرض کر رہا ہوں، تو آج پندرہ سو سال کے بعد اِس کی کہاں گنجائش رہ جائے گی کہ کوئی ایک بھی اِس اُمت کا دعوت الی اللہ کے بغیر اپنے آپ کو خیر اُمت میں شمار کرے یا اپنے آپ کو افضل اُمت یقین کرے۔ ہم نے ایک بات عرض کی ہے کہ اِس اُمت کے افضل اُمت ہونے کے لیئے پہلی شرط یہ ہے، کہ اِس کے بغیر یہ اُمت نہ افضل اُمت ہو سکتی ہے اور نہ اُمت مشاغلت سے نجات پا سکتی ہے۔

اِس لیئے کہ اِس اُمت کو دین پر جو اِستقامت دی گئی تھی وہ اِستقامت دعوت الی اللہ کی وجہ سے دی گئی تھی۔ کیا مطلب اِستقامت کا!؟ کہ اِستقامت کا مطلب یہ ہے کہ اگر سارا باطل مجتمع ہو کر کسی ایک مسلمان کو کسی ایک عملِ خیر کے روکنے پر آ جائے تو مسلمان اُس عمل کو چھوڑے گا نہیں اِس کو اِستقامت کہتے ہیں۔ اگر سارا باطل مجتمع ہو کر کسی ایک سُنّت کے مقابلہ پر آ جائے تو ایک فردِ واحد ایک مسلمان وہ سارے باطل کے مقابلہ میں اپنے اِس عمل کے کرنے میں کامیاب ہو، یہ نہیں کہ وہ حالات کی وجہ سے حکم چھوڑ دے یا قانون کی وجہ سے حکم چھوڑ دے، یا کسی ماحول کی وجہ سے حکم

چھوڑ دے یہ نہیں ہوسکتا، اُمت میں جو دینی ضعف آیا ہے اُس کی وجہ یہ ہوئی کہ اُمت نے دعوت کو چھوڑ کر دین پر غیبی نصرتوں کے نازل ہونے کا دروازہ بند کرلیا، اُمت نے دعوت کو چھوڑ کر دین پر نازل ہونے والی غیبی نصرتوں کا دروازہ بند کرلیا ہے؛ اِس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شرط لگادی ہے قرآن میں کہ ہم ہر زمانہ میں تمہاری نصرت اور مدد دعوت کی شرط پر کریں گے۔ اگر تم یہ شرط پوری کرتے ہوتو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اگر تم یہ شرط پوری نہیں کرتے ہوتو پھر تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے، فان یخذلکم فمن ذاالذی ینصرکم من بعدہ یہ سوالیہ جملہ ہے اور یہ جملہ استفہامِ انکاری پر مشتمل ہے، جو تاکید کے لیئے لایا گیا ہے کہ تو پھر تمہاری مدد کا کوئی راستہ اور تمہاری عزت کا اور تمہاری سربلندی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

تو ہم نے عرض کیا کہ سب سے پہلے یہ غور کرنا پڑے گا کہ جس رُعب سے محمد ﷺ کی مدد کی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ رعب کس میں رکھا تھا اور وہ رُعب کب سے ضائع ہوا ہے! دو چیزوں میں قیامت تک کے لیئے وہ رُعب رکھا گیا ہے جس رعب سے اللہ نے محمد ﷺ کی مدد کی ہے۔ وہ رعب دو چیزوں میں رکھا گیا تھا؛ ایک اِتبّاعِ سُنَّت میں' دوسرے دعوت الی اللہ میں، اِن دو چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ رعب رکھا تھا قیامت تک کے لیئے جس رعب سے اللہ نے محمد ﷺ کی مدد کی ہے' لیکن اُمت نے اِن دونوں چیزوں کو چھوڑا ہے۔ اُمت کے مرعوب ہونے اور اُمت کے مقہور ہونے کی وجہ ہی یہی ہے' کہ اُمت نے دو چیزوں کو چھوڑا ہے؛ ایک اِتبّاعِ سُنَّت دوسرے دعوت۔

آپ اگر غور کریں گے سیرت میں تو یہ دو چیزیں ملیں گی آپ کو، غیبی مددوں کے نازل ہونے کے لیئے دو سبب ملتے ہیں ایک دعوت دوسرے اِتبّاعِ سُنَّت۔ جب صحابہؓ کی جماعت کو باطل پر غلبہ حاصل نہ ہوا تو یہ غور کیا گیا کہ شاید کوئی سُنَّت چھٹی ہے، تو جو تلوار سے مرعوب نہیں ہورہے تھے اور مغلوب نہیں ہورہے تھے وہ مسواک سے مرعوب ہوگئے، وجہ کیا ہے!؟! وجہ یہ ہے کہ ہم نے رُعب رکھا ہے اِتبّاعِ سُنَّت میں۔

میں آپ سے اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اگر مسلمان اِتبّاعِ سُنَّت پر مجتمع نہیں ہے تو یہ مُردہ قوم ہے؛ یہاں تک ملتا ہے روایتوں میں کہ اگر مشرک بھی اپنے طریقوں پر مجتمع ہیں تو زندہ ہیں اور اگر مسلمان بھی اپنے طریقوں پر مجتمع نہیں ہیں تو یہ مُردہ قوم ہے۔ مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ دو چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیئے رُعب رکھا تھا ایک اِتبّاعِ سُنَّت میں ایک دعوت میں،

لیکن جب مسلمان غیروں کے طریقوں میں عزت تلاش کرنے لگے گا اور اس کو نئے طریقوں میں عزت محسوس ہونے لگے گی تو اللہ تعالیٰ اِن کو ذلیل کریں گے یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے' کہ اگر ہم نے عزت تلاش کی سُنَّت کے طریقوں سے ہٹ کر تو اللہ ہمیں ذلیل کریں گے' (اَعَزَّنَا اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ مَہْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّ بِغَیْرِ مَا اَعَزَّنَا اللّٰہُ اَذَلَّنَا اللّٰہُ) یہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ سبق پڑھا گئے ہیں، کہ اگر تم نے اپنے طریقے سے ہٹ کر غیروں کو مرعوب کرنا چاہا تو پھر تم مرعوب ہوکر رہو گے۔

آپ غور تو کیجیے! ایک کرتہ پیوند والا ہے ایک کُرتا نیا ہے' حضرت عمرؓ سے یہ کہا گیا کہ آپ پیوند کا کُرتہ اُتار کر نیا کُرتہ پہن لیجیے کیونکہ ملکِ شام میں آپ کا استقبال ہوگا' یہاں کے لوگ دیکھیں آپ کو' تو آپ کی ہیئت اور آپ کا حلیہ ذرا اچھا ہونا چاہیئے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: عبدالرحمن ابن عوفؓ! اگر تیرے علاوہ کوئی نیا آدمی ہوتا یہ مشورہ دینے والا تو میں یہ سوچتا کہ یہ نئے ماحول سے آیا ہے لیکن تیرے جیسا پُرانا آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ میں کُرتہ بدل دوں' اُس پر یہ فرمایا' کہ اگر ہم نے غیروں کو متاثر کرنے کے لیئے سُنَّت کے طریقہ کو چھوڑ دیا تو اللہ ہمیں ذلیل کریں گے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود فرمایا' کہ اللہ ہمیں ذلیل کریں گے اگر ہم نے غیروں کو مرعوب کرنے کے لیئے اُن کے طریقے اختیار کیئے؛ تو ہم نے عرض کیا کہ ایک رُعب تھا اِتبّاعِ سُنَّت میں، دوسرے جو غیبی مدد اور نصرت کی شکل تھی وہ رُعب کی شکل میں، اللہ ربُّ العزّت نے اِتنی قوت رکھی تھی اِس کی بات میں کہ یہ بادشاہوں سے اِس طرح بات کرتے تھے جیسے کسی غلام سے کی جاتی ہے۔ ایسے بات کررہے ہیں جیسے کسی غلام سے کی جاتی ہے۔ اِس لیئے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی انسان کا درجہ اِس سے کم نہیں سمجھا کہ آپؐ اُس کو دعوت دیں، میں درمیان میں عرض کردیتا ہوں کہ یہ اُصول سب یاد رکھیں کہ بذاتِ خود دعوت دیئے بغیر وہ اللہ کے وہ وعدے کبھی پورے نہیں ہوں گے جو وعدے دعوت پر کیئے گئے ہیں، اگر ہم نے اُمت تک دین کی دعوت کو پہنچانے کے لیئے اسباب اور وسائل اختیار کیئے تو وہ مدد خدا کی قسم! کبھی بھی نہیں ہوگی جس مدد کا وعدہ

دعوت پر ہے۔جس مدد کا وعدہ دعوت پر ہے وہ مدد کبھی بھی نہیں ہوگی اگر ہم نے اُمت تک دین کو پہنچانے کے لیئے اسباب و وسائل اِختیار کیئے۔آج کل ایک ذہنیت یہ ہے لوگوں کی کہ دین کی دعوت یہ کوئی' اِس کا کوئی مستقل ایک ہی طریقہ نہیں ہے؛ میری بات سب کی توجہ چاہتی ہے' یہ شیطان کا ایک وسوسہ ہے اور سنتوں سے عدمِ مناسبت کی علامت ہے کہ کسی کی زبان پر یہ بات آئے کہ اُمت تک دین کی بات پہنچانے کے لیئے کوئی ایک طریقہ لازم نہیں ہے۔ میں صاف طور پر آپ سے کہتا ہوں کوئی حجاب نہیں ہے' اِس کام کے بارے میں لوگ یہ رائے رکھتے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں، کہ بھئی! آپ یہ کیوں کہتے ہیں یہی کام ہے' اور بھی تو کام ہیں!! مشکل یہ ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ یہی کام ہے تو لوگ اِس بات کو دین کے دوسرے شعبوں کی تردید کی طرف لے جاتے ہیں یہ سب سے بڑی حماقت ہے؛ حالانکہ دین کے تمام شعبوں کے احیاء کے لیئے یہ محنت ہے۔ مجھے عرض کرنا ہے' کہ لوگ اِس کو غلو سمجھتے ہیں اور اِس بات کی وجہ سے دین کے دوسرے شعبوں کی تردید کا خیال لاتے ہیں یہ خیال غلط ہے، بلکہ دعوت اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرتوں کے نزول کا اصل سبب یہی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت تک دین کی دعوت کو پہنچانے کے لیئے انسانوں کے علاوہ' صحابہؓ کے علاوہ کسی اور چیز کو ذریعہ نہیں بنایا۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں درمیان میں، صحابۂ کرامؓ نے یہ چاہا تھا کہ لوگوں کو نماز کے لیئے جمع کرنے کے واسطے ہم ڈھول استعمال کر لیں! ایک مرتبہ کہہ دیا جائے گا کہ ڈھول کی آواز پر لوگ جمع ہو جائیں، پھر پانچوں وقت نماز کے لیئے ڈھول بجائیں گے؛ کہ جی ہمارے یہاں یہی ہے لوگوں کو جمع کرنے کا، فرمایا: نہیں، یہ طریقہ یہودیوں کا ہے' ہم یہ کام نہیں کریں گے۔ کہا کہ سارنگی استعمال کریں گے ہم آواز کہیں گے مدینہ کی آبادی تک آواز پہنچ جائے گی لوگ نماز کے لیئے جمع ہو جائیں گے، فرمایا: نہیں، نصاریٰ کا طریقہ ہے؛ صحابہؓ نے عرض کیا کہ پھر آسان بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ سب کو اطلاع کر دی جائے کہ جب فضاء کی طرف دھواں اُٹھتا ہوا دیکھیں تو نماز کے لیئے آ جائیں اور اُس کے لیئے طریقہ یہ ہوگا کہ ہر نماز سے پہلے دھواں کیا جائے گا' آگ جلائی جائے گی دھواں اُٹھے گا لوگ نماز کے لیئے جمع ہو جائیں گے، فرمایا: نہیں، آگ جلا کر جمع کرنا مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ آگ کے پجاریوں کا' ہم یہ استعمال نہیں کریں گے۔ بلالؓ ایک ایک کے گھر پر جائیں اور اُن کو نماز کے لیئے بلا کر لائیں۔ (سیرۃ مصطفیٰ، ج:۱،ص:۲۹) میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نماز اسلام کا رُکن ہے' اسلام ہی نہیں ہے نماز کے بغیر، اِس کا وقت محدود ہے، اِس کے ادا کرنے کی جگہ متعین ہے، اگر اِس میں تاخیر کی گئی یہ قضاء ہو جائے گی' اِس فریضہ کو ادا کرنے کے واسطے لوگوں کو جمع کرنے کے لیئے اِن تینوں چیزوں کے استعمال سے آپؐ نے روک دیا' فرمایا: نہیں۔ دعوت؛ نماز کے لیئے بلانا لوگوں کو یہ اِن آلات اور ذرائع کی چیز نہیں ہے۔ سوچیئے تو صحیح! یہ میں ایک بہت اچھی مثال آپ کو دے رہا ہوں، اُمت گرتے گرتے یہاں پہنچی ہے کہ جو باطل آلات ہیں اور مُنکرات کے آلات ہیں اُن کو دین کی اشاعت کے لیئے استعمال کرنے پر جھگڑ رہے ہیں' کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اُمت کا دعوت کی سُنّت کو نہ سمجھنا اور اس سے محرومی کی یہ علامت ہے۔ میں آپ سے یہاں تک عرض کرتا ہوں کہ اِس نئی سوچ نے اُمت کو یہاں تک پہنچایا کہ اب آپ جا کر دیکھیں گے ملکوں میں کہ مسجدوں میں مؤذن نہیں ہیں' نیٹ سے اذان ہوتی ہے۔ کیا ضرورت ہے مؤذن کی!! آواز چاہیئے!؛ سوچیئے! اسلام کا شعار، میں ایک بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں' جب مسلمان یہ سوچے گا کہ دین کی دعوت کے پہنچانے کے لیئے نقل و حرکت ہی کوئی ذریعہ نہیں ہے صرف، اور بھی ذرائع ہیں' اور بھی ذرائع کا استعمال کرنا جائز ہے! کرنا چاہیئے!! یہ کہتے ہیں۔ آپ نے اگر کسی ایک طریقہ میں دین کی دعوت کو محدود کر دیا تو یہ آپ کی تنگ نظری ہے؛ یہ لوگوں کا باطل خیال ہے کہ وہ دین کی دعوت کو نقل و حرکت میں محدود کرنے کو تنگ نظری سمجھتے ہیں، اور ہم یہ آپ کو اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ ساری غیبی نصرتیں صرف اور صرف نقل و حرکت کے ساتھ ہی مربوط ہیں۔ بس!۔ ہمیں تعلیم و تعلم اور دعوت کے لیئے نقل و حرکت کے علاوہ قرآن و حدیث میں کوئی اور شکل کوئی اور ذریعہ ہمیں ملتا نہیں ہے؛ اور اللہ مجھے معاف فرمائے! کام کرنے والے بھی اِس شک میں مبتلاء ہیں کہ اگر ہم یوں کہیں تو لوگ یوں کہیں گے، ہم یوں کہیں گے تو لوگ یوں کہیں گے۔ کام کرنے والوں کے اِس غلط خیال نے اِن کو عزیمت سے ہٹا دیا ہے، اِنہیں ڈر لگتا ہے یہ کہتے ہوئے کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ تو مجھے عرض کرنا ہے کہ جتنی غیبی مددیں اور نصرتیں وہ محض اور محض نقل و حرکت کے ساتھ ہی لازم ہیں۔ اگر خروج نہیں ہے اور نَفر نہیں ہے۔

تو میں آپ سے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پھر دعوت نہیں ہے۔ پھر آپ کوئی نیا کام کر رہے ہیں' دعوت نہیں ہے؛ دعوت تو صرف نَفر کا نام ہے، چاہے وہ تبلیغ ہو چاہے وہ تعلیم ہو۔ ہمیں تو یوں ملتا ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے بادشاہوں کو بھی دعوت دینے کے لیئے جماعتوں کو بھیجا ہے۔ تحریر ضمنی چیز ہے' جماعت کا بھیجنا اصل ہے۔ شجاع ابن وہب کو جماعت بنا کر بھیجی اِن کے ساتھ، کسریٰ کی طرف، جماعت گئی پرچہ لے کر۔ خط ڈاک سے نہیں گیا، کیوں!! اِس لیئے کہ اِنسان کے علاوہ کسی اور چیز کو دین کی اشاعت کا ذریعہ بنانا اتمامِ حجت کے لیئے کافی نہیں ہے اور اتمامِ حجت کے بغیر نصرت نہیں ہے؛ بہت آسان بات ہے' اِتمامِ حجت کے بغیر نصرت نہیں ہے؛ چنانچہ شجاع ابن وہب گئے خط لے کر' اُس نے خط پھاڑ دیا۔ یہ وہاں سے نکلے اور واپس آ کر آپ ؐ کی خدمت میں عرض کر دیا کہ جی میں نے آپ کا خط اُس کو پہنچا دیا اُس نے خط پھاڑ دیا' آپ ؐ نے فرمایا کہ اُس نے خط نہیں پھاڑ دیا اُس نے تو اپنا منہ پھاڑ لیا۔ ایک خط پھٹ جانے پر، چنانچہ کسریٰ نے آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کے لیئے دو آدمیوں کو بھیجا، بازان' گورنر تھا یمن کا اُس کو حکم دیا کہ دو آدمی بھیجو جو انہیں گرفتار کر کے لائیں، دونوں وہاں پہنچے آپ ؐ کو گرفتار کرنے کے لیئے؛ آپ ﷺ کے یہاں کا تو نظام ہی الگ تھا' وہاں یہ سوال نہیں تھا کہ کون کس کے اِرادہ سے آ رہا ہے' وہاں سوال یہ تھا کہ اِس آنے والے کے ساتھ تمہارا اِرادہ کیا ہے۔ میں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں' باطل کے مغلوب ہونے کا ذریعہ وسبب یہ نہیں ہے کہ آپ اُس کی ہلاکت چاہتے ہیں، باطل کے مغلوب ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ اُس کی ہدایت چاہتے ہیں۔ ہماری بات سب کی توجہ چاہتی ہے، آپ ؐ اُس کی ہدایت چاہتے ہیں، وہ آپ ؐ کو آئے ہیں گرفتار کرنے کے لیئے آپ ؐ ہدایت چاہتے ہیں۔.......... ابن وہب آئے آپ ؐ کو قتل کرنے کے لیئے آپ ؐ اُن کی ہدایت چاہتے ہیں، سوال اِس پر نہیں ہوگا کہ آنے والے کیا جذبہ لے کر آئے ہیں سوال اِس کا ہے کہ اِس غلط اِرادہ سے آنے والے کے بارے میں آپ کا جذبہ کیا ہے۔ دیکھو! میری بات یاد رکھو' داعی اُسے کہتے ہیں جس کا معاملہ دوست اور دُشمن کے ساتھ برابر ہو۔ جو تمنا ابوطالب کی ہدایت کی وہی تمنا ابوجہل کی ہدایت کی ہے۔ ایک سب سے زیادہ ستانے والا اور ایک سب سے زیادہ ساتھ دینے والا دونوں کے لیئے ہدایت کا جذبہ برابر ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہ وہاں پہنچے تو آپ ؐ کو دیکھ کر کانپنے لگے دونوں! میں نے عرض کیا نا ''رُعب''۔ دونوں کانپنے لگے آپ ؐ کو دیکھ کر، فرمایا: کیا بات ہے؟ کہ ہمیں آپ کو گرفتار کرنے کے لیئے بھیجا ہے، کس نے بھیجا ہے؟ بڑے بادشاہ کسریٰ نے، آپ ؐ نے اِن دونوں سے فرمایا کہ جس کے لیئے تم مجھے گرفتار کرنے کے لیئے آئے ہو میرے آقا نے رات تمہارے آقا کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ جو آتے تھے وہ کہتے تھے: اَتَدْرِیْ مَا تَقُوْلُ؛ آپ کو خبر بھی ہے آپ کیا بول رہے ہیں!! آپ سوچ سمجھ کر بولو!!!؛ نہیں میں دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔ رات میرے آقا نے تمہارے آقا کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ اُس نے فوراً اپنا تیر نکالا اور تلوار کی میان پر تاریخ اور وقت لکھا کہ یہ اِس رات میں یہ بات کہہ رہے ہیں۔ وہاں سے آدمی دوڑ آیا یمن کی طرف، کہ بھئی یہ تو یوں کہہ رہے ہیں؛ انہوں نے کہا ہاں! خبر سچی ہے، کہ رات شیرواجو پرویز کا بیٹا تھا اُس نے باپ کو قتل کر دیا بادشاہ بننے کے لیئے۔ یہ دونوں اور بازان یمن کا گورنر اور اُس کی پوری رعایا اِس خبر کے سنتے ہی اسلام میں داخل ہو گئے سب کے سب۔

مجھے عرض کرنا ہے کہ خروج اور نفر اِس راستہ کا قوام ہیں، کہ اُمت تک دین کی دعوت کے پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے سوائے نقل وحرکت کے۔ اللہ نے کوئی ذریعہ انسان کی ہدایت کا سوائے انسان کے بنایا ہی نہیں ہے۔ مجھے عرض کرنا ہے: دعوت کیا ہے؛ اِس لیئے کہ دعوت یہ اپنے ایمان کی تکمیل اور اپنے ایمان کی زیادتی کا ایک ذریعہ ہے۔

علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ آدمی اپنی ذات سے اعمالِ خیر کتنے بھی کر لے لیکن دعوت کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ ایمان کا کمال جس پر سارے دین کا کمال موقوف ہے وہ ایمان کا کمال وہ دوسروں کو دعوت دینے پر موقوف ہے۔ علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ ایک آدمی اِتنی نمازیں پڑھتا ہے کہ اُس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان پڑ جائے اور اِتنے نفل روزے رکھتا ہے' فرض کے علاوہ' کہ اُس کے ہونٹوں پر خشکی جم جائے اور زکوٰۃ وقت پر ادا کر دے علماء نے لکھا ہے کہ اسلام میں یہ ایمان کی علامت قرار نہیں دیا گیا۔ اِس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شخصی زندگی بن جائے تو ہمارے ایمان

کے لیئے کافی ہے ایسا ہرگز نہیں ہے؛ میری بات توجہ چاہتی ہے!! یہ لکھا ہے علماء نے کہ آدمی اپنی ذات سے سارے نیک اعمال کرے، وقت پر زکوٰۃ ادا کردے، نمازیں نفلیں اِتنی پڑھے کہ پیشانی پر سجدہ کا نشان پڑ جائے، روزے اِتنے رکھے کہ ہونٹوں پر خشکی جم جائے علماء نے لکھا ہے کہ اسلام میں یہ ایمان کی علامت نہیں ہے؛ بلکہ اسلام میں ایمان کی علامت اِس کو قرار دیا گیا ہے کہ تم دوسروں کو بذاتِ خود معروفات پر آمادہ کرو اور لوگوں کو منکر سے روکو، تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اِس آیت کے ذیل میں مولانا بدعالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے۔ میرا بہت دل چاہتا ہے کہ علماء خاص طور پر اس کو پڑھا کریں۔ ترجمان السنۃ میں لکھا ہے۔ یہاں تک لکھا ہے مولانا بدعالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اگر یہ اپنے نفس کی اصلاح میں لگا ہوا ہے تو ایمان کامل نہیں ہوگا جب تک مجموعہ کی اصلاح کی کوشش نہ کرے۔ فرمایا کہ مجموعہ کی اصلاح پر ایمان کی تکمیل موقوف ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ شخصی اور ذاتی زندگی کو صرف دین پر لے آنا یہ ایمان کی تکمیل کے لیئے کافی نہیں ہے۔ میں یہ بات اِس لیئے کہہ رہا ہوں تاکہ ہم گشت اور ملاقاتوں کو براہِ راست ایمان کی تکمیل کے ساتھ جوڑ لیں۔ یہ مجھے اس لیئے کہنا پڑ رہا ہے، گشت کیوں کریں! اور نقل وحرکت کیا ضروری ہے؛ حالانکہ جو احتیاج اور جو ضرورت ایمان کی ہے وہ ضرورت نقل وحرکت کی ہے! کیوں؟ اور وہ جو ذرائع ہیں۔

بس! میں یہ کہنا چاہتا ہوں، کہ جتنے بھی ذرائع ہیں بات کے پہنچانے کے وہ سب کے سب خلافِ سنت ہیں رواجی ہیں، اُن سے ایمان کی تکمیل کا یا ذمہ داری کے ادا ہونے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ نے انسان کے علاوہ کسی اور چیز کو ذریعۂ ہدایت بنایا ہی نہیں ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ ایمان کی تکمیل مجموعہ کی اصلاح پر ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی عملی محنت کا نتیجہ ہے ایمان باللہ۔ یہ سمجھنا چاہئے۔ اگر یوں کہہ دیا جائے کہ گشت کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی تو یہ کوئی تعجب کی بات یا کوئی اعتراض کی بات یا کوئی غلو کی بات نہیں ہے، میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں آپ کو۔ کیونکہ آج کل بے چارے لوگ پریشان ہوجاتے ہیں نا کہ بھئی یوں کہہ دیا؛ کہ نہیں آپ اصل تک جایئے نا!!۔ آدھی بات کرکے کیوں آپ پریشان ہوجاتے ہیں، اصل تک جایئے!! کہ تبلیغ میں گشت کا موضوع کیا ہے کیوں کررہے ہو آپ گشت؟ آپ گشت کیوں کررہے ہیں کیا مقصد ہے گشت کرنے کا؟ کہ گشت کرنے کا تو مقصد بہت اعلیٰ ہے، کہ گشت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی محنت ہے۔ اگر آپ کوئی کتاب لکھ دیں اوامر پر یا کوئی اخبار لکھ دیں منکرات پر تو میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی محنت نہیں ہے، یہ عمل ہی نہیں ہے، یہ طریقہ ہی نہیں ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ تو ایک عملی محنت ہے عبادت کی طرح، اِس کی عملی محنت کا حاصل ایمان باللہ ہے۔ اِس لیئے میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ ایمان کے بڑھنے کا سبب بھی دعوت ہے اور ایمان کے وجود کی علامت بھی دعوت ہے۔ ارے سنو تو صحیح! ایمان کے بڑھنے کا سبب بھی دعوت، ایمان کے وجود کی علامت بھی دعوت۔ سوال تو یہ بہت سخت سوال ہے۔ ہماری بات توجہ چاہتی ہے۔ آپ میں ایمان ہے یا نہیں؛ اور اگر ہے تو کس درجہ کا ہے؟ میری بات لفظ بہ لفظ پر غور کرنا۔ آپ میں ایمان ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس درجہ کا ہے؟ اِس کا جو فیصلہ ہوگا کہ ایمان ہے یا نہیں؟ ہے تو کس درجہ کا ہے؟ اِس کا فیصلہ دعوت سے ہوگا۔ میری بات توجہ چاہتی ہے! آپ میں ایمان ہے یا نہیں؟ ہے تو کس درجہ کا ہے؟ اِس کا فیصلہ دعوت سے ہوگا۔ اگر آپ مُنکر کو ہاتھ سے بدلنے کی کوشش میں ہیں تو یہ آپ کے ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے، کہ آپ کے پاس ایمان اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اور اگر آپ منکر کو بدلنے کی کوشش زبان سے کررہے ہیں تو آپ کے پاس ایمان درمیانہ درجہ کا ہے۔ اور اگر آپ زبان اور ہاتھ کے بجائے گناہ کو دیکھ کر دل میں کڑھن اور غم پیدا کرتے ہیں اور اللہ سے دُعاؤں کے ذریعہ مُنکر کو بدلوانا چاہتے ہیں تو یہ آپ کے ایمان کا سب سے زیادہ کمزور ایمان آپ کا ہے، اگر آپ دل سے کڑھتے ہیں کسی گناہ کو دیکھ کر تو یہ آپ کے ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے۔ آپ میری بات پر غور کیوں نہیں کررہے ہیں!!۔ جیسا میرا ایمان ہے ناوہ میری مُنکر کو دیکھ کر میری ویسی کیفیت ہوگی۔ اگر وہ کیفیت ہے کہ میں اِس منکر کو ہاتھ سے بدلوں تو آپ کا ایمان اعلیٰ درجہ کا ہے اور اگر یہ کیفیت ہے کہ میں اِس منکر کو زبان سے بدلوں تو آپ کے پاس ایمان درمیانہ درجہ کا ہے۔ میں صاف طور پر عرض کررہا ہوں کہ جس درجہ کی آپ دعوت دے رہے ہیں اُس درجہ کا آپ کا ایمان ہے اور اگر آپ دعوت نہیں دے رہے ہیں نہ زبان سے نہ

ہاتھ سے بدل رہے ہیں تو پھر آپ کا ایمان اس درجہ پر پہنچ چکا ہے کہ حدیث کہتی کہ ضعیف ترین ایمان ہے اُس شخص کا جو منکر کو اپنے دل سے بدلے، اور اگر خدا نہ کرے! علماء نے لکھا ہے کہ خدا نہ کرے کہ یہ کیفیت بھی نہیں ہے' کہ ہونے دو جو ہو رہا ہے' کیا کریں، اگر یہ کیفیت بھی نہیں ہے تو علماء نے لکھا ہے کہ پھر غور کرنا پڑے گا کیا اِس کے اندر ایمان کا کوئی ذرّہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ غور کیا جائے گا کہ کیا ایمان کی کوئی رَمَق اِس میں باقی ہے؟!۔تو میرے بزرگو دوستو عزیزو! مجھے یہ عرض کرنا ہے، کہ یہ گشت ایمان کی تکمیل کا سبب ہے۔ کیوں؟ اِس لیئے کہ گشت کا موضوع امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور قرآن اِسی کو کہتا ہے کہ ایمان باللہ کا تعلق اِن دو کاموں سے ہے' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اِن دو چیزوں سے ایمان کی تکمیل کا صرف تعلق ہے۔ اِس لیئے میں نے عرض کیا کہ صحابہ کرامؓ سے یہ بات خوب ثابت ہے کہ وہ اپنے ایمان کی تکمیل کے لیئے گشت کرتے تھے' ہماری روزانہ کی یہ ساری ترتیب محنت بھی یہ صحابہ کرامؓ کی نقل ہے اور جب تک اصل نقل کے مطابق ہیں ہو گی کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں ہے۔ یہ بات میں اِس لیئے کہنا چاہتا ہوں کہ ساتھیوں کے دلوں میں معترضین کے اعتراض سے اِشکالات پیدا ہو جاتے ہیں جو اِن کے کام میں ضعف پیدا کرتے ہیں، کہ کیا گشت سے ایمان بنے گا؟ جی ہاں! بالکل پکی بات ہے۔ جی ہاں۔لوگ اِس کو بے چارے غُلو سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ مدینہ کی گلیوں میں ایک ایک کے دو دو ہاتھ پکڑتے اور یہ کہتے: تھوڑی دیر کے لیئے آؤ، ایمان لے آؤ، ہمارے ساتھ اُٹھو، ہمارے ساتھ چلو، اُٹھو ہمارے ساتھ یا آؤ ہمارے ساتھ ایمان لائیں گے، اور یہ کہہ کر فرمایا کرتے تھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ یہ کام میں اِس لیئے کرتا ہوں کہ تا کہ میرے ایمان میں زیادتی ہو۔بعض مرتبہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: آؤ! ہمارے ساتھ بیٹھو ایمان کے حلقوں میں تا کہ تھوڑی دیر کے لیئے اپنے رب پر ایمان لے آویں۔عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ معمول تھا۔تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ گشت اور یہ ملاقاتیں ایمان کی تکمیل کی غرض سے صحابہؓ کیا کرتے تھے۔کوئی نئی بات نہیں ہے۔

اور یہ طئے شدہ بات ہے کہ جب اُمت کے بعد والے وہ نہیں کریں گے جو اُمت کے پہلوں نے کیا ہے اُس وقت تک اصلاح و تربیت ہو گی نہیں۔ اصلاح اور تربیت وہ اُن طریقوں کے ساتھ ہے جو طریقے محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے ہیں۔تو ہم نے عرض کیا کہ اصل تو بات یہ تھی' کہ لوگوں کو اُن کے ماحول سے نکال کر اپنے ماحول میں لاؤ؛ بلکہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ تم خیر اُمت ہو ہی نہیں سکتے جب تک تم لوگوں کے پاس جا کر اُن کو اُن کے ماحول سے نکال کر اپنے ماحول میں لے کر نہ آؤ۔حضرت ابو ہریرہؓ تو فرماتے ہیں کہ جو نہ آئیں اُن کے گلوں میں زنجیریں ڈال کر اُنہیں قید کر کے لاؤ۔اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اِس قوت کے ذریعہ اُمت کو جہنم سے بچانا چاہتے ہیں، ہم صرف بات پہنچانا نہیں چاہتے' اُمت کو جہنم سے بچانا چاہتے ہیں، اُمت کو اِرتداد سے بچانا چاہتے ہیں۔اگر کسی کے دل میں اِس کا شائبہ بھی آ جائے خیال بھی گزر جائے کہ وہ تو یہ سب کچھ غیروں کے ساتھ کرتے تھے یہ تو مسلمانوں میں کام ہے تو میں کہتا ہوں کہ تم یہ تو بتاؤ! کہ اُس زمانہ میں اِرتداد کتنا تھا۔سوچو! اُس زمانہ میں اِرتداد کتنا تھا؟۔

ایک فرد مرتد ہوا تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں۔عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو ڈانٹا اور یہ فرمایا کہ تم نے اُس کو چپڑی روٹیاں نہیں کھلائی ہوں گی یہ اُس کے مرتد ہونے کا سبب بنا ہے، تم بتاؤ! کہ یہ مرتد کیوں ہوا۔اُس سے نہیں پوچھیں کہ تو مرتد کیوں ہوا! کسے پکڑا! مسلمانوں کو پکڑا، جی ہاں۔''تم نے اُن کو چپڑی چپڑی روٹیاں کیوں نہ کھلائیں! اور پَراٹے کیوں نہ کھلائے کہ وہ اسلام پر جما رہتا'' روایت میں ہے۔تو میں یہ سوچتا ہوں کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھائی گئی ہے کہ تم دین کی باتیں چھاپ چھاپ کر تقسیم کر دو تا کہ لوگ دین پڑھ پڑھ کر دیندار ہو جائیں۔ اُمت اِتنی غفلت میں ہے اور حرام راستوں کی اِتنی عادی ہو چکی ہے کہ آپ جتنے چاہیں لکھ کے چھاپتے رہیں اِس سے اُمت کو کوئی مطلب نہیں ہے؛ چونکہ ہدایت اور نفع تذکیر میں ہے اور تذکیر کا اِنسان کے علاوہ اللہ نے کوئی ذریعہ بنایا نہیں ہے۔نفع اور ہدایت تذکیر میں ہے اور تذکیر کا اللہ نے ذریعہ کسی اور چیز کو بنایا نہیں ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ہمارا عملہ' ہمارا مجمع تو گشت کو اِس عزیمت پر لائے، کہ مجھے ایمان کی ضرورت ہے میں اِس لیئے گشت

کرر ہاہوں۔ اگر یہ گشت ایمان کی تکمیل کی غرض پر نہ آیا تو اِس گشت کا یا تو آپ متبادل سوچیں گے گیا اِسی کو چھوڑ دیں گے اور دونوں غلط۔ یہ جو کہتے ہیں نا کہ دعوت کے بغیر ایمان نہیں بنے گا یہ بات سچی بات ہے لیکن وہی بات ہے نا لوگوں کو معلوم نہیں ہے نا۔ معترض تو بے چارہ ناواقف ہے ہمارے ذمہ اُس کو بتلانا ہے۔ میں تو کہتا ہوں قابلِ ملامت نہیں ہے قابلِ رحم ہے۔ معترض قابلِ رحم ہے' بے چارہ کو پتہ نہیں ہے۔ جب قومیں انبیاء علیہم السلام کو ستایا کرتی تھیں تو انبیاءؑ فرماتے تھے: بے چارے جانتے نہیں ہیں، بے چاروں کو پتہ نہیں ہے۔ تو میں نے ایک بات عرض کی ہے کہ دعوت کیا ہے اور اِس دعوت سے ایمان کی تکمیل کا کیا رشتہ ہے۔ دعوت یہ ہے کہ آپ نقل وحرکت کے ذریعہ لوگوں کو اُن کے ماحول سے نکال کر عمل کے ماحول میں لائیں یہ ایمان کی تکمیل کا سبب ہے۔ آپ دیکھیں! قرآن کی آیتیں بھی یہی کہتی ہیں حدیث بھی یہی کہہ رہی ہے اور صحابہؓ کا عمل بھی یہ بتا رہا ہے کہ اپنے ایمان میں کمال پیدا کرنے کے لیئے تم سے ملاقاتیں کرتے ہیں؛ دیکھئے! پڑھیے! میں نے عرض کر دیا' حضرت عمرؓ بھی یہ فرما رہے ہیں اور حضرت زُبیرؓ اور حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ بھی یہ کر رہے ہیں۔ ایک صحابیؓ کا عمل کافی ہے ہدایت پر آنے اور کام کو سمجھنے کے لیئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نظامِ تعلیم اور نظامِ تربیت اِس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے ساتھ جوڑا تھا، یہ مسجد سے باہر کی چیز نہیں تھی، اِس کو اللہ نے اپنے گھر سے جوڑا تھا؛ نظامِ تعلیم اور نظامِ تربیت۔ دو چیزیں بہت اہم ہیں تعلیم وتربیت۔ تعلیم وتربیت یہ دونوں چیزیں مسجد سے متعلق تھیں؛ یہاں تک کہ 600 ہجری تک بھی مسجد کے باہر کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا۔ کوئی تصوّر ہی نہیں تھا اِس کا کہ مسائل کی تعلیم مسجد سے باہر ہو یہ تو تصوّر ہی نہیں تھا، کہ علم ذکر ہے اِس کو غفلت کی جگہ سے دور رکھنا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحابۂ کرامؓ کو مسجد سے قریب مکان بنانے سے روکنے کی حکمت ہی یہی تھی؛ کہ اپنے گھروں کو مسجد سے دور رکھو۔ اِس کی حکمت کیا ہے؟ تاکہ تعلیم اور گھر کا ماحول میں فاصلہ رہے۔ غفلت اور ذکر کے ماحول میں فاصلہ رہے، ذکر کی جگہ مسجد ہو۔ اِس لیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپؐ نئے آنے والوں کو مسجد میں بالارادہ رکھتے تھے۔ جن کے بھاگنے کا خطرہ ہوتا اُنہیں مسجد میں باندھ کر رکھتے تھے۔ ثمامہ کو مسجد میں باندھا گیا' اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ثمامہ ابنِ اثال کی نبض روزانہ اِس طرح دیکھتے تھے جس طرح ہسپتال میں کوئی ڈاکٹر آکر ہسپتال میں مریض کی نبض دیکھتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الاغتسال اذاأسلم، وربط الأسیرایضاً فی المسجد، رقم الحدیث: ۴۶۲) اب کیا حال ہے! اب کیا حال ہے! اب کیا حال ہے! کہ دو دن کے ماحول اور عمل مسجد کے اعمال اور اکرام نے ثمامہ کی زُبان کے الفاظ بدل دیئے۔ جب دیکھا احسان تو پھر یہ کہا: آپ احسان کریں گے ہم آپ کے احسان کے شکر گزار ہوں گے، فرمایا: ٹھیک ہو گیا ہے آج تین دن ہو گئے اِس کو اب اِسے کھول دو۔ مجھے حیرت ہے لوگوں پر کہ وہ مسجد کے ماحول میں رہنے سے بھی اختلاف رکھتے ہیں یہ بڑے تعجب کی بات ہے!۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقۂ تربیت سے اختلاف!! کتنی بڑی تعجب کی بات ہے! اور یہ بڑی محرومی کی بات ہے!!!۔ کسی کو مسجد میں لانا کیا ضروری ہے؟ میں پوچھتا ہوں: کسی بیمار کے بارے میں یہ کہنا ہسپتال کی کیا ضرورت ہے۔ سوچو!۔ ہسپتالوں کا حال دیکھو۔ بعض مرتبہ یہ حالت ہوتی ہے کہ کسی مریض کو ہسپتال کا بیڈ خالی کرنے کے لیئے وقت سے پہلے چھٹی کی جاتی ہے کہ آپ چلے جایئے؛ کیونکہ آپ سے زیادہ خطرناک حالت کا مریض آ گیا ہے' آپ چلے جایئے' بیڈ خالی کیجئے! یہ حالت ہسپتالوں کی ہے۔ لوگ وزیروں کی سفارشات کر کے ہسپتال میں داخلہ لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا یہ کہ ہمارے یہاں تربیت کا ایک ہی ذریعہ ہے صرف کہ اِنہیں کسی طرح مسجد میں رکھو؛ کیونکہ یہاں مسجد کے ماحول میں رہنا' فرشتوں کے پَروں میں رہنا یہ اِن کے اندر سے شرک اور کفر کی ظلمتوں کو نکالے گا۔ حضرتؒ فرماتے تھے: ہم تو گشت کے ذریعہ لوگوں کو ایسی مخلوق کی صحبت میں رکھنا چاہتے ہیں کہ جن کے ساتھ رہنے سے اطاعت کا مادّہ پیدا ہو۔ ہمارا تو گشت کا موضوع یہی ہے' اِس لیئے لوگوں کو سمیٹو فرشتوں کے پَروں میں۔

تو میں نے عرض کیا کہ تعلیم وتعلّم اور تربیت اِس کا تعلق صرف مسجد سے تھا۔ ایک وقت میں 1600 طلبہ ابودرداء ؓ کی مسجد میں مسائل اور قرآن سیکھا کرتے تھے ایک وقت میں۔ ابودرداء ؓ کی جامع مسجد تھی' وہ فرماتے تھے کہ جاؤ! گِن کے آؤ! کتنے لوگ مسجد میں ہیں جو مسائل سیکھ رہے ہیں قرآن سیکھ رہے ہیں' ایک وقت میں 1600 طلبہ ہوتے تھے مسجد میں۔ (خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم وتربیت، مصنف: قاضی اطہر مبارکپور، ص:۲۰۹) ہاں! تو ہم نے عرض کیا کہ بات اصل یہ ہے کہ اُمت کو منکرات کے ماحول سے نکالنا ہے؛ اور خُروج اور نقل وحرکت! یہ تو دعوت کا قِوام ہے اِس کے بغیر تو کوئی دعوت ہی نہیں ہے' کوئی تصوّر ہی نہیں ہے میں تو صاف طور پے عرض کرتا ہوں۔ آپ اگر غور کریں گے قرآن میں تو آپ کو نقل وحرکت دو کاموں کے لیئے ملے گی: ایک تعلیم کے لیئے اور ایک دعوت کے لیئے، یہ دو کام ملیں گے آپ کو قرآن میں؛ نَفر کہے کے لیئے؟ دعوت اور تعلیم کے لیئے، اِن دو کاموں کے لیئے آپ کو نَفر ملے گا اور آپ یہ میری بات یاد رکھیئے گا کہ نَفر ایسا اَمر ہے اللہ کا کہ اِس میں کمی آنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ میں صاف طور پے عرض کرتا ہوں کہ اگر انسان کے علاوہ کوئی اور ذریعہ تذکیر کا ہوتا بلکہ نقل وحرکت کے علاوہ اگر کوئی اور ذریعہ تذکیر کا ہوتا تو اِس راستہ میں خُروج میں تاخیر پر اِتنی زیادہ' اِتنی وعیدیں اور اِتنا سخت اِنکار نہ ہوتا؛ خُروج میں تاخیر پر انکار ہی اِسی لیئے ہے کہ تذکیر کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، انسان کے علاوہ اگر تذکیر کا کوئی متبادل ہوتا تو نفر میں تاخیر پر اِتنی وعیدیں نہ ہوتیں۔

یہ اِس اُمت کا' کیا عرض کریں کہ ایک المیہ ہے کہ اُمت زنا کو' شراب کو' چوری کو' غیب کو' سود کھانے کو' قتل کرنے کو ان تمام چیزوں کو تو اُمت گناہ سمجھتی ہے لیکن دعوت نہ دینے کو لوگ گناہ نہیں سمجھتے!!۔ اِمامِ رازیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ دعوت کا چھوڑ دینا ہے۔ سوچو تو صحیح! اسلام کا رُکن ہے نماز!؛ کُفر واسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے!! کفر اور اسلام کے درمیان نماز کا فرق ہے اور یہ کہتے ہیں کہ دعوت کا چھوڑ دینا نماز کے چھوڑنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرْ؛ اِس لیئے کہ وہ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ نماز پر قائم رہنے کے لیئے بھی یہی اَمر ہے۔ کسی زمانہ تو ایک نئی بات چل پڑی ہے کہ بھئی! دعوت تو وہ دے جو عمل کرے۔ عمل نہ کرنے کی وجہ سے دعوت نہ دینا فرماتے ہیں علماء کہ یہ ایسا جیسا کوئی آدمی نماز چھوڑنے کی وجہ سے روزہ بھی چھوڑ دے۔ نماز نہیں پڑھتے تو روزہ بھی نہیں رکھتے ہم!! نماز مستقل فریضہ ہے روزہ مستقل فریضہ ہے۔ تو مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ لوگ یہ تو جانتے ہیں کہ نماز چھوڑنے پر کیا وعید ہے اور زکوٰۃ نہ دینے پر کیا وعید ہے یہ جانتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ دعوت نہ دینے پر کیا وعید ہے، یہ جاننا چاہیئے؛ اِس لیئے کہ وعیدیں ہوتی ہیں اِستقامت کے لیئے اور وعدے ہوتے ہیں رغبت پیدا کرنے کے لیئے دونوں کا بیان کرنا برابر ہوگا تو اِستقامت ہوگی' وعدے رغبت کے لیئے اور وعیدیں رجبت اور استقامت کے لیئے۔

رغبت (وعدے) اور رہبت (وعیدیں) دونوں چاہئیں' تو استقامت ہوتی ہے؛ اِس لیئے ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمارا عملہ اپنے اپنے منبروں سے' اپنے اپنے مراکز سے' اپنے اپنے اِجتماعات میں اللہ کے راستہ میں نکلنے میں تاخیر پر جہاں جہاں وعیدیں ہیں اُنہیں اِہتمام کے ساتھ بیان کریں اور ذہن سے یہ خیال نکال دیا جائے بالکل کہ یہ وعیدیں قتال سے متعلق ہیں اِس کو ذہن سے نکال دیا جائے، میں آپ سب سے کہہ رہا ہوں؛ کہ نہ خروج کا عمل قتال کے لیئے محدود ہے اور نہ خروج پے تاخیر پر جو عتاب ہے وہ قتال سے متعلق بھی نہیں ہے' یہ سیدھی سیدھی بات ہے؛ خروج تو مستقل اَمر ہے، قتال ایک عارض ہے؛ ورنہ احادیث میں جہاں جہاں خروج میں تاخیر پر وعیدیں ہیں' بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں قتال کا کوئی ذکر بھی نہیں ہے، اگر خروج قتال کے لیئے ہوا کرتا تو جہاں قتال نہیں ہے وہاں خروج میں تاخیر پر وعید کیوں ہے!! میری بات توجہ چاہتی ہے!؛ نفر دعوت کے لیئے ہے قتال عارض ہے، مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات میں ہے کہ قتال تو جہاد کا آخری فرد ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات پڑھو۔ ورنہ اب حالت یہ ہے مسلمانوں کی کہ اگر وہ جماعت میں نہیں نکلیں تو اِنہیں کوئی غم نہیں' کوئی فکر نہیں یا ذہن میں کبھی کوئی تصوّر بھی نہیں آسکے گا ہم نے کوئی جرم کردیا' ہم سے کوئی جرم ہوگیا تصوّر بھی نہیں ہے اِس کا' تو تم عوام کی بات کررہے ہیں میں تو خواص کو کہہ رہا ہوں' پُرانوں کو کہہ رہا ہوں؛ جاننے والوں کو کہہ رہا ہوں، علم رکھنے والوں کو کہہ رہا ہوں' کہ وہ نہ نکلنے کو گناہ نہیں سمجھتے۔ سیدھی سیدھی بات ہے' نہ نکلنے کو گناہ نہیں سمجھتے؛ جبکہ صحابہؓ کے واقعات نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ سمجھادیا، اور قرآن کی آیتوں نے خون دھمکادیا اچھی طرح اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ

عَذَابًا اَلِيۡمًا۔ حیاۃ الصحابہؓ پڑھو حضرتؒ نے ساری آیتیں ایک باب میں جمع کردی ہیں۔ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا۔ اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا فرمایا: مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ (سورۃ التوبہ: آیت نمبر: ۳۸) یہ آیت حضرتؒ نے جمع کی ہے۔ یہاں تک کہ میدانِ قتال میں دعوت، تعلیم، عبادت تینوں کو جمع کیا ہے۔ تعلیم ہے نا قتال میں اور دعوت بھی!! کیوں؟ کیوں؟! یہ بتانے کے لیئے کہ یہ قتال ضمنی چیز ہے یہ اصل ہے۔ ہاں!۔ ورنہ اِتنے وقت کے لیئے دعوت چھوڑی جاتی نا؛ بھئی! یہ قتال کا موقع ہے!!! تو میدانِ قتال میں نہ دعوت چھوڑی گئی نہ تعلیم۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میدان میں دعوت دینا مستحب ہے دعوتِ واجبہ کے ادا ہونے کے بعد اور اُن کے جزئیہ پر راضی نہ ہونے کے بعد۔ کہ قتال اور دعوت کے درمیان ایک دفع اور بھی ہے جزئیہ کی اُس کے بعد قتال کا نمبر ہے، اُس کے بعد بھی قتال میں بھی دعوت دینا باقی آئمہؒ کے نزدیک تو ہیں ہے لیکن اِمام صاحبؒ کے یہاں مستحب ہے۔ اب بتائیے! امن کے ماحول میں دعوت دینے کو کیسے مستحب کہیں گے جب میدانِ قتال میں دعوت دینا مستحب ہے۔ سوچنے کی بات ہے!!۔ تو مجھے عرض کرنا ہے کہ یہ تو ذہن سے نکال دینا چاہئے کہ بھی! وہ تو قتال کے لیئے ہیں، ہیں وعیدیں؛؛! اُمت کے جمود کا سبب یہی ہے کہ اُمَّت سمجھتی ہے کہ صحابہؓ کا نفر قتال کے لیئے ہوتا تھا اب قتال ہے نہیں، یہ اُمَّت کا سبب ہے اور اُمَّت کا جمود یہی اُمَّت کے فساد کا سبب ہے، جس طرح رُکا ہوا پانی گندا ہوجاتا ہے اور جاری پانی پاک رہتا ہے، میں حضرتؒ کی بات نقل کررہا ہوں جب تک اُمَّت حرکت میں رہے گی جاری پانی کی طرح پاک رہے گی دوسروں کو بھی پاک کرے گی اور اِس کا جمود اِس کا ٹھہراؤ اِس میں جو گندگی گرے گی آپ جانتے ہیں نہر پاک رہتی ہے کُنواں ناپاک ہوتا ہے۔ جتنی چاہے غلاظت ہوجائے، پڑجائے نہر میں تو پانی کا بہاؤ غلاظت کو ختم کردیتا ہے اور کنویں کے اندر گندگی گرجائے تو بعض حالات تو ایسے آتے ہیں کہ سارا پانی کنویں کا نکالنا پڑے گا' ایسے بھی حالات ہیں، آپ جانتے ہیں؛ تو ہم نے عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمَّت کو نقل و حرکت پر اِس اِہتمام سے ڈالا تھا' کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہاں وہاں ناراضگی ملتی ہے جہاں خُروج میں تاخیر ہوئی ہے۔

کعب ابن مالکؓ کا واقعہ، اُس میں ہمارے لیئے اِتنے سبق ہیں اور اِتنے اُصول ہیں؛ یہ تین آدمی رہ گئے تبوک میں نکلنے سے، پہلی بات تو یہ ہے کہ نکلنے میں کوئی عذر نہیں تھا اور نہیں نکلے۔ خود کہتے ہیں میرے پاس سواری بھی دو دو تھی اور اِرادہ نکلنے کا تھا لیکن تاخیر ہوتی گئی، آپؐ واپس تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کے اعذار کو تو ہنستے ہوئے قبول کرلیا؛ جی ہاں! سوچئے!! یوں کہیں کہ جتنی ناراضگی ہوگی وہ اپنوں سے ہوگی غیروں سے نہیں۔ ناراضگی اپنے سے غیروں سے نہیں۔ جتنے منافقین آئے اعذار پیش کیئے آپؐ نے اُن کے اعذار قبول کرلیئے، سب کے اعذار قبول کرلیئے' ہنستے ہوئے' مسکراتے ہوئے۔ یہ تینوں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن کے معاملہ کو مؤخر کردیا کہ نہیں تمہارے بارے میں تو اللہ ہی فیصلہ کریں گے۔ آپ سوچئے تو صحیح! کونسا گناہ ہوگیا!! زنا کرنے والے کو جب رجم کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جنّت کی نہروں میں غوطے کھا رہا ہے''۔ مجھے کہیں ملا نہیں کہ کسی کبیرہ گناہ کرنے والے صحابیؓ سے آپؐ ناراض ہوئے ہوں کہیں ثابت نہیں ہے سوائے اُن صحابہؓ کے جو خُروج میں جانے سے رہ گئے۔ سوائے اِن کے جو خُروج میں جانے سے رہ گئے اُن سے آپؐ ناراض ہوگئے اور آپؐ ہی نہیں پورا مدینہ ناراض ہوگیا، فرماتے ہیں کہ زمین تنگ ہوگئی مجھ پر اپنی وُسعت کے باوجود، میری ذات تنگ ہوگئی مجھ پر اپنے آپ سے وحشت کہ میں نے یہ کیا کیا!! اور تیسری بات یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اِس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ اللہ کے سوا پناہ کی کوئی جگہ نہیں ہے' اللہ سے معافی طلب۔ پورے مدینہ میں اِن کو کوئی سلام کا جواب دینے والا نہیں تھا۔ میں یہ سوچتا ہوں' میں نے کہا اُمت دعوت پر' نقل و حرکت پر کیسے مجتمع ہوگی؛ ایک صحابیؓ کوئی ثابت نہیں کرسکتا جو خروج سے' نقل و حرکت سے مستثنیٰ ہوں' ایک صحابیؓ بھی نہیں، اور آپ دیکھ لیجئے، کہ پورے مدینہ کی آبادی میں یہ تین آدمی اِس نظر سے دیکھے جاتے تھے کہ دیکھو! یہ اللہ کے راستہ میں نکلے نہیں۔ روایت میں ہے نا' کہ ہر ایک کی نظر بدل گئی ہمارے بارے میں۔ میرا چچا کا لڑکا جو میرا بڑا جگری دوست تھا' چچازاد بھائی، دُنیا میں اگر کسی سے محبت تھی تو مجھے اُس سے تھی؛ خیال آیا کہ اور تو کوئی میرے سلام کا جواب دے نہیں رہا ہے' میرے سے کوئی بات ہی نہیں کررہا ہے' میرے چچا کا لڑکا ہے' جگری دوست ہے لیکن بات یہ ہے کہ یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی ہے، اگر آپؐ مجھ سے ناراض ہیں تو یہ کہاں خوش ہوگا!

اگر میں دروازہ پر جا کر کھٹکھٹاؤں اپنے چچا زاد بھائی کے پاس تو ممکن ہے کہ وہ مجھ سے ملنا نہ پائے دروازہ ہی نہ کھولے، تو روایت میں ہے کہ میں دروازہ سے نہیں گیا' میں دیوار پھلانگ کر کے گھر میں داخل ہو گیا اور لپٹ گیا جا کے اُس کو اور میں نے کہا: بس! مجھے اِتنا بتادے کہ مجھے اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت ہے نا! اتنی بات بتاتے مجھے!! اُس نے جواب یہ دیا کہ میاں! ہم نہیں جانتے کہ تمہیں اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت ہے یا نہیں' اگر ہوتی تو تم اِن کام سے پیچھے نہ رہتے۔ جگری دوست تھا اُس نے مجھے ایسے جواب دیا کہ بھئی! اللہ جانے اللہ کے رسولؐ جانیں؛ اِس لیئے کہ ظاہر تو معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ تمہیں اللہ اللہ کے رسولؐ سے محبت نہیں ہے۔ آپ سوچیئے تو صحیح!! آپؐ کی ذات سے محبت کا فیصلہ ہونے کا نہ ہونے کا صرف ایک موقع پر خُروج کے چھوٹ جانے پر سوال کھڑا ہو گیا ہے کہ پتہ نہیں آپؐ سے محبت ہے یا نہیں ہے!!؛ آپ سوچیئے تو صحیح!۔ سُنَّتِ دعوت سے ایسی محبت صحابہؓ کو تھی کہ اِسی پر فیصلہ ہو گیا کہ اِسی پر فیصلہ ہو گیا کہ اگر آپ ایک مرتبہ نہیں نکلے ہمیں کیا معلوم کہ آپ کو محبت ہے یا نہیں ہے!! اللہ جانے اللہ کے رسولؐ جانیں' میں کچھ نہیں کہہ سکتا اب۔ کیا کہا چچا کے لڑکے نے ''میں کچھ نہیں کہہ سکتا''؛ کہتے ہیں: میں مایوس ہو کر اُس کے گھر سے نکلا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ یہ سارا ہنگامہ جو ہوا ہے وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو خُروج کی اہمیت بتلانے کے لیئے ہوا ہے۔ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو سمجھانا تھا خروج کی اہمیت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اِسی حالت پر رہے ہم پچاس رات۔ بیوی کو الگ کر دیا گیا' اُس کے میکے بھیج دو، اور بس! سوائے رونے کے اور اللہ سے معافی مانگنے کے اور کوئی کام نہیں تھا؛ اِس درمیان میں اِمتحان ہوا، کہ یہ تو جو ہوا ہے ہو گیا، بائیکاٹ ہوا ہے پورے مدینے میں؛ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اِس بائیکاٹ کے بعد ہماری ذات کے ساتھ تعلق ہے یا تعلقات کہیں اور قائم کر لیئے ہیں!! یہ ہے سوچنے کی بات!۔ غسّان بادشاہ جس سے سارا مدینہ کانپتا تھا اُس نے خط لکھا اِن کو' کہ تمہارے ساتھیوں نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے اور تم ضائع ہونے کے لیئے نہیں ہو اور تم آؤ! ہمارے پاس آ جاؤ! ہم تمہیں ٹھکانہ دیں گے، ہم تم پر مہربانی کریں گے؛ اِنہوں نے فرمایا کہ ایک مصیبت تو ختم نہیں ہوئی تھی کہ اللہ کے نبیؐ ناراض ہیں یہ دوسری مصیبت آ گئی۔ روایت میں ہے کہ اُسے تنور میں ڈال دیا خط کو فوراً، کہ جلاؤ اِس کو، تا کہ دوبارہ پڑھنے کا بھی خیال نہ آیا اور خط لانے والا بھی دیکھ لے کہ بادشاہ کے خط کا ہم نے کیا حشر کیا ہے؛ تا کہ آئندہ دعوت دینے کی کوئی ہمّت نہ کرے۔ (العتاب علی من تخلف عن سبیل اللّٰہ تعالیٰ وقصر فیه قصة کعب ابن مالکٍ، حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد 1، ص:۵۸۶)

تو میں نے عرض کیا کہ یہ تھی بات' کہ نفر وخروج کا ایسا ماحول تھا۔

تو میرے عزیز دوستو بزرگو! نَفَر تو اللہ کا اَمر ہے، مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: نَفَر کا چھوٹ جانا اللہ کے عذاب کے آنے کا سبب ہے، مؤجبِ عذاب ہے۔ بھئی! یہ باتیں اِس لیئے عرض کرنی پڑھ رہی ہیں کہ ایک بہت بڑا طبقہ ہے لاکھوں کی تعداد میں جو اِس کام سے لگ کر بیٹھا ہوا ہے اور یہ کمزوری ہماری اور آپ کی ہے، کہ ہم صرف دین سیکھنے کی غرض سے تشکیل کرتے ہیں تشکیل برائے تشکیل نہیں کرتے، خُروج برائے خُروج رہا نہیں؛ بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ بھئی! خُروج برائے خُروج نہیں ہے! اَرے سنو تو صحیح! جو غلطی کام کرنے والوں سے ہو رہی ہے وہ میں کہہ رہا ہوں۔ کہ بھئی! نکلنا نکلنا کچھ نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ بعض مرتبہ آدمی ایسے الفاظ بول جاتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسامہؓ کی جماعت کے روانہ کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ تمام صحابہؓ کی رائے کے خلاف کیا ہے۔ سب سے مشورہ کیجیئے' آپ تنہا فیصلہ مت کیجیئے' سب کی رائے لیجیئے، یہاں تک کہہ گئے کہ آپ قتال مت کیجیئے اِن سے کیونکہ یہ سب کلمہ گو ہیں آپ قتال مت کیجیئے، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: عمرؓ! اللہ کے اَمر میں مشورہ نہیں ہے۔ نکلنا اللہ کا اَمر ہے اور منصوصات کے لیئے مشورہ نہیں ہے۔ آج اگر کوئی یہ کہہ دے کہ نقل وحرکت نہیں ہوگی تو دین نہیں ہوگا تو لوگ غُلو سمجھتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ قسمیں کھا کھا کر کہہ رہے ہیں' کسی نے کہا: ابو ہریرہؓ! اِتنی قسمیں مت کھاؤ! بس کرو! کہنا کیا چاہتے ہو؟ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ابو بکرؓ جماعت کو روانہ نہ کرتے تو دُنیا میں کوئی اللہ کو سجدہ کرنے والا نہ ہوتا۔ اِس لیئے کہ اِرتداد کوئی وقتی یا کوئی علاقائی چیز نہیں ہے؛ اِرتداد تو جنگل کی آگ کی طرح ہوتا ہے، پھیلتا ہے، کہ اِن سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے اِرتداد!!۔

تو میں اِس لیئے عرض کرر ہا ہوں کہ نَفر اِس پر جو وعیدیں ہیں تاخیر پڑ اگر وہ مجمع کو عوام الناس کو معلوم نہیں ہیں تو وہ تبلیغ میں نکلنا ایک وقتی مدرسہ کی حیثیت بنالے گا۔ مدرسہ سے فارغ ہوجاتے ہیں تو جاتے نہیں ہیں دوبارہ مدرسہ میں۔ جو مدرسہ سے فارغ ہوجاتے ہیں طلبہ وہ دوبارہ مدرسہ نہیں جاتے، جو اسکول سے فارغ ہوجاتے ہیں وہ دوبارہ اسکول نہیں جاتے، یہ موٹی سی بات ہے سب جانتے ہیں!۔ کہ کیا کریں دوبارہ مدرسہ آ کے۔ جو مدرسہ سے فارغ ہوتے ہیں نا بے چارے وہ دس سال بیس سال کے بعد کبھی جاتے ہیں جھانکنے کے لیئے کہ ہاؤ! یہ ہمارا مدرسہ تھا، یہاں ہم پڑھا کرتے تھے!!۔ بچپن کی بات یاد آ گئی کہ یہاں رہتے تھے، یہاں وہ ہوتا تھا؛ میں کیا عرض کروں یہ معاملہ لوگوں نے کام کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ کہ ہمارا 30 سال پہلے چلہ لگا تھا ایک مرتبہ، ہم گئے تھے جماعت میں۔ ہاں!۔ وجہ اُس کی ہے نا، کہ جب آپ کے منبر سے نکلنے میں تاخیر پر وعیدیں نہیں بیان کی جائیں گی تو کیوں تقاضہ ہوگا نکلنے کا۔

مجھے قرآن میں کہیں ملتا نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کے بعد نفلی صدقات نہ کرنے پر وعید ہو؛ سوائے اللہ کے راستہ میں نکلنے پر خرچ کرنے میں کہ اگر اللہ کے راستہ میں نکل کر مال خرچ نہیں کروگے تو تمہارے لیئے ہلاکت کی دھمکی ہے۔ دیکھیئے! قرآن پڑھیئے!۔ ایک آدمی اگر زکوٰۃ دیتا ہے اِس کے علاوہ ایک پیسہ خرچ نہیں کرتا نفلی تو سیدھا جنت میں جائے گا اُس کے لیئے کوئی رُکاوٹ نہیں ہے۔ کوئی ہلاکت نہیں، کوئی رکاوٹ نہیں، کوئی سوال نہیں اگر ایک آدمی زکوٰۃ دیتا ہے لیکن قرآن یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے اللہ کے راستہ میں پھرنے پر مال خرچ نہیں کیا تو تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوگے۔ وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛ۔ (معارف القرآن، ج 1 ص: ۴۷۴) اِس اِنفاق سے بیواؤں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مسجدیں بنانے پر خرچ کرنا مُراد نہیں ہے، اِس اِنفاق سے صرف خُروج مراد ہے؛ اِس آیت میں اِنفاق سے صرف خُروج مراد ہے، اِس کے علاوہ اور مصارف مراد ہے ہی نہیں۔ حضرت تھانویؒ کیا فرماتے ہیں کہ یہ تخصیص ہے جہاد کے لیئے۔ کیوں!!؟ اِس لیئے کہ آیت کا شانِ نُزول یہ بتلا رہا ہے کہ انصار نے یہ کہا تھا کہ اب اسلام پھیل چکا ہے، مسلمان خوب ہوگئے ہیں اور ہم نے اب تک کبھی اپنے بچوں کو، اپنے گھر کو، اپنی ضروریات کو، اپنے کمائی کے نقشوں کو اب تک دیکھا نہیں کبھی؛ ہمیشہ ہم آپؐ کے ساتھ دین کی نصرت میں پھرتے رہے، اب کچھ عرصہ کے لیئے مدینہ منوّرہ میں رہیں گے، مقامی کام کے ساتھ، باہر نہیں نکلیں گے کچھ عرصہ کے لیئے، کیونکہ کچھ مکانات ٹوٹ گئے ہیں اُن کو دُرست کریں گے، کچھ کھیتیاں سوکھ گئی ہیں اُن کی دیکھ بھال کریں گے، کچھ عرصہ کے لیئے باہر نہ نکلنے کا فیصلہ کیا آپس میں انصار نے، اِدھر یہ مشورہ ہورہا تھا اُدھر قرآن نازل ہورہا تھا۔ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: یہ رہنا مقامی کام کے ساتھ تھا۔ اِدھر یہ مشورہ ہورہا تھا اُدھر قرآن نازل ہورہا تھا: وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛ۔ آپؐ نے بلا کر پوچھا انصار سے کہ کیا مشورہ کیا تم نے کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے اِرادہ کو رَد کررہے ہیں۔ تمہارے اِرادہ کا اللہ اِنکار کررہے ہیں، کہنے لگے ہم نے تو یہ مشورہ کیا تھا، کہ نہیں، اللہ فرمارہے ہیں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ خود فرماتے ہیں کہ ہلاکت یہ تھی کہ ہم نے کچھ عرصہ مدینہ میں رہنا طئے کیا تھا؛ ورنہ کہیں اِشارہ بھی نہیں ہے اِس کا کہ ہم خیر کے کام میں مال خرچ نہیں کریں گے بیواؤں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مقروضین پر، بیماروں پر اس کا کوئی ذکر نہیں ہے؛ صرف اتنا ہے روایت میں کہ ہم نے کچھ عرصہ مدینہ میں رہنا طئے کیا تھا، اُس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے: وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛ۔ تو میرے عزیز دوستو! بات اصل یہ تھی، کہ نکلنا تو اللہ کا اَمر ہے۔ میں آپ سب سے عرض کررہا آپ حضرات! اِجتماعات میں اِجتماع بطورِ اجتماع کے نہ کریں بلکہ خُروج کی غرض سے اجتماع کریں، ہمارا جمع ہونا دعوت کی نسبت پر بکھرنے کے لیئے ہے، اِس کے علاوہ ہمارا جمع ہونا موضوع نہیں ہے، ہمارا جمع ہونا بکھرنے کے لیئے ہے۔ دعوت کی نسبت پر بکھرنے کے لیئے جمع ہونا ہمارا موضوع ہے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ حضورا کرم ﷺ نے اِس طرح صحابہؓ کو نقل وحرکت پر ڈالا تھا۔ یہی دین کے بقاء کا اور یہی دین کے حیات کا اور یہی ایمان کی تکمیل کا ذریعہ تھا، لیکن بڑا طبقہ کام سے بیٹھا ہوا ہے؛ کیونکہ اُن میں اِس بات کا اِحساس پیدا کیا نہیں گیا کہ ایک سال کا خُروج چھوٹ جانا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دین سیکھنے کے لیئے نکالا گیا تھا دین سیکھ لیا ہے، اَب کیا بات ہے! حالانکہ اُن حدیثوں پر غور کرو! اُن حدیثوں پر سب کو غور کرنا چاہئے جہاں قتال کا کوئی شُبہ بھی نہیں ہے اور خُروج اور دعوت دینے میں

تاخیر پر وعید ہے؛ تبوک کے ساتھ میں تو یہ واقعہ پیش آیا جو عرض کر دیا حضرت کعبؓ کا، یہاں بھی قتال نہیں ہے۔ مولانا یوسف صاحبؒ تو یہاں تک فرماتے تھے بیان میں، حضرت کے بیان کا ٹکڑا ہے کہ اگر ایک مرتبہ بھی یہ کہہ دیا کہ آج نہیں کل چلا جاؤں گا تو تیرے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کعبؓ ابنِ مالک کے ساتھ ہوا ہے، یہ حضرت کے بیان کا ٹکڑا نقل کر رہا ہوں۔ اگر ایک مرتبہ بھی یہ کہہ دیا کہ آج نہیں کل چلا جاؤں تیرے ساتھ وہ ہوگا اللہ کی ناراضگی کا معاملہ جو کعبؓ ابن مالک کے ساتھ ہوا ہے۔ لوگ یہ کہہ کر بھلا دیتے ہیں کہ کام مستحب کام ہے، کرلو تو ٹھیک ہے نہ کرو تو اور بھی خیر کے کام ہیں؛ لوگ یہ کہہ کے بات ختم کر دیتے ہیں۔ ہمارے اِس ماحول میں نکلنے پر اصرار اِس لیئے نہیں ہے کہ نہ نکلنے پر اِنکار کی خبر نہیں ہے۔ میری بات توجہ چاہتی ہے! نہ نکلنے پر اِنکار کی اُمت کو خبر ہی نہیں ہے، اُمَّت کو خبر ہی نہیں ہے کہ نہ نکلنے پر کیا وعیدیں ہیں؛ اِس لیئے نکلنے پر اصرار نہیں ہے۔ اِس لیئے اُن روایتوں میں غور کرنا چاہئے جہاں قتال کا کوئی شبہ بھی نہیں ہے لیکن خروج میں تاخیر پر، انبیاءؑ بھی ڈرتے تھے صحابہؓ بھی ڈرتے تھے حالانکہ قتال کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے وہاں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں نا کہ وہ قتال کے لیئے ہے تو میں پوچھتا ہوں اُن سے کہ جہاں قتال کا دور تک بھی کوئی ذکر ہی نہیں ہے وہاں کیوں ناراضگی ہے؟! اگر نفر قتال کے لیئے ہے اور اُس پر وعید قتال کے لیئے نہ نکلنے پر ہے!!۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ کو جمع کیا اور صحابہؓ کو جمع کر کے ایک واقعہ سنایا۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں یہ صحابہؓ کو اِس لیئے بتلایا آپؐ نے تا کہ وہ سمجھیں کہ اللہ کے راستہ کا نفر اور خود جا کر دعوت دینا اُس کی کیا اہمیت ہے؛ آپؐ نے فرمایا صحابہؓ سے کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کریں اور پانچ باتیں آپ اُنہیں پہنچائیں؛ وہ پانچ باتیں یہ تھیں کہ (۱) کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (۲) نماز قائم کریں۔ (۳) رمضان کے روزے رکھیں۔ (۴) زکوٰۃ ادا کریں اور (۵) اللہ کا ذکر کریں۔ یہ پانچ باتیں اللہ نے حکم دیا یحییٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کر کے خود پہنچانے کے لیئے۔ میری بات توجہ چاہتی ہے بہت۔ یہ جو آج کل ایک ذہن ہے نا کہ کسی بھی ذریعہ سے بات پہنچا دو یعنی انسان جو عملی سرمایہ ہے وہ تو لگا ہوا ہے دُنیا کمانے میں اور اخبار، رسائل، آلات و موبائیل یہ چل رہے ہیں دین کی باتیں پھیلانے کے لیئے، یہ تو جہالت ہے، حماقت ہے، کچھ بھی نہیں ہے، سارا دجل ہے جو جا کے دجال پر ختم ہوجائے گا۔ یہ سارا دجل ہے دجل، اِس کا مبالغہ ہے دجال۔ اِنہیں وقت پر کوئی پتہ نہیں چلے گا کیا حق ہے کیا کیا ناحق ہے! کچھ نہیں! یہ سب دجل ہے، جس کی بنیاد پر آپ مطمئن ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہاں! دین کی باتیں پہنچ رہی ہیں۔ مجھے تو حیرت ہے لوگوں پر جو مُنکر کے راستہ سے معروفات کو چلانے کو دین سمجھتے ہیں؛ حالانکہ وہ مُنکر کے اندر مبتلا ہیں، منکر میں مبتلا ہیں۔ کسی منکر سے روکنے کے لیئے منکر راستے اِختیار کرنا بذاتِ خود ایک مُنکر ہے۔ رِواج کی بیڑیاں ایسی پڑی ہوئی ہیں گردنوں میں اور پیروں میں کہ یہ بے چارے کچھ سوچ بھی نہیں سکتے، جو رِواج کی بیڑیاں پڑی ہیں اِن کے پیروں میں، یہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اِس لیئے کہ شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ حق کے کام کو ناحق بنا کر ایسا مزین کر دے گا کہ لوگ اُس کو حق سمجھ کر اِختیار کریں گے۔ یہ تو شروع میں کہہ چکا تھا کہ آپؐ نے اُن آلات کو اِستعمال ہونے نہیں دیا نماز کے لیئے جن میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ جن میں بظاہر کوئی قباحت نہیں تھی، اِتنا تھا کہ غیروں کے اِستعمال کی چیزیں ہیں؛ شروع میں عرض کیا؛؛ وہی بات ہے وہی۔ تو میں نے عرض کیا کہ اصل بات یہ تھی کہ آپؑ خود جا کر یہ پیغام پہنچائیں اور مسجد میں جمع کر کے، یہ بھی روایت میں ہے آپؑ جمع کریں بیت المقدس میں بنی اسرائیل کو اور 5 باتیں اِن کو پہنچائیں؛ یحییٰ علیہ السّلام سے اِس میں تاخیر ہوگئی، ہوتا نا اب جائیں گے جب جائیں گے؛ تاخیر ہوگئی، پھر عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام سے کہا کہ یحییٰ تمہیں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں بنی اسرائیل کو پہنچانے کے لیئے حکم دیا تھا اگر تم نہیں جارہے ہو تو میں چلا جاتا ہوں!۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا: عیسیٰؑ! ہرگز مت جانا، اگر تم چلے گئے میں نہ گیا تو اللہ مجھے زمین دھنسا دیں گے۔ (ترمذی، رقم: ۲۸۶۳) سوچیں نا آپ غور کریں!!۔ کہ اللہ مجھے عذاب دیں گے، یہاں کونسا قتال کا موقع تھا!!؛ یہاں کون سا کفار سے مقابلہ کے لیئے نکلنا تھا، مجھے تو حیرت ہو رہی ہے کہ جو یہ کہتے ہیں نا، کہ تبلیغ والے قتال کی آیتوں کو تبلیغ میں اِستعمال کرتے ہیں اور خُروج کے فضائل کو تبلیغ میں اِستعمال کرتے ہیں؛ یہ ذہن میں ہے لوگوں کے کہ وہ عذاب کی وعید قتال کی وجہ سے ہے؛ میں کہتا ہوں یہاں قتال کا کوئی شبہ نہیں ہے، یہاں قتال کا کوئی شبہ بھی نہیں ہے اور وعید کتنی سخت بیان کر رہے ہیں (اَللّٰهُ اَكْبَرُ)

میں تونہیں سمجھتا کہ کسی مستحب کام نہ کرنے یا کوئی نفلی کام نہ کرنے پرکسی کا عذاب ہو میں تونہیں سمجھتا، یہ توکوئی اہم فریضہ ہی ہوسکتا ہے جس کے کرنے میں تاخیر پرکسی کا (دھنسائی جانے کی وعید)، سوچو!!۔ میں آپ سب سے عرض کرتا ہوں مولانا یوسف صاحبؒ کے بیانات خوب پڑھا کرو۔ اورسیرت خوب دیکھا کرو۔ سیرت دیکھوگے توبصیرت بڑھے گی، حضرت کے بیانات پڑھوگے توعزیمت پڑھے گی۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ لوگ نئے نئے مقررین کی تقریریں سن کراُن کی نقل اُتارتے ہیں؛ حالانکہ اِس کا نقصان یہ ہے کہ جہاں متقدمین کی اُن کے تقویٰ کی وجہ سے نظر تھی وہاں نئے لوگوں کی نظر بالکل نہیں ہے اورلوگوں کونئی نئی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ دوسری تنظیموں میں تم سے اچھے بولنے والے مل جاویں گے، لیکن کام اور چیز ہے۔ اِس لیئے میرے دوستو عزیزو! اِس رُخ پر کام کولانا ہے، ہم تو یہ عرض کرتے ہیں، اِس لیئے کہ کام وہی ہے جو صحابہؓ نے کیا ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ بار بار فرماتے تھے کہ کام وہی ہیں جو صحابہؓ نے کیا ہے، ہماری سب کی اِجتماعی ذمہ داری ہے کہ کام کو وعدوں کے اعتبار سے، طریقۂ کار کے اِعتبار سے اور اِس میں کمی آئے تو وعیدوں کے اعتبار سے اِسے وہاں لے کر جاؤ جہاں محمد ﷺ نے صحابہؓ کو چھوڑا تھا۔ پوچھا گیا مولانا الیاس صاحبؒ سے کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟ بس! یہی چاہتا ہوں کہ جہاں اِس اُمت کو بنا کے چھوڑا گیا تھا یہ اُمت وہاں پہنچے۔ میں پھر عرض کر دیتا ہوں کہ اگر آپ کے منبروں سے اور آپ کے اِجتماعات میں خُروج میں کمی آنے پر وعیدوں کے تذکرے نہیں ہوں گے تو آپ کے مجمع کو خُروج پر اِستقامت نہیں ہوگی، تو اِس کی ضرورت ہے؛ ورنہ کام گزرگاہ بن جائے گا۔ لوگ آئیں گے اور وقت لگا کر بیٹھ جائیں گے آپ لاکھ تشکیلیں کریں گے نا، تشکیل سے تو تشکیل نہیں ہوتی ہے نا، تشکیل تو احساس سے ہوتی ہے، اِحساس مُردہ ہوگیا ہے تو اُس اِحساس کو زندہ کرنا ہے۔ ایک آدمی اگر واقعی نکلنے میں تاخیر پر اپنے آپ کو مجرم سمجھ رہا ہے تو میں کہتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کے ملنے کا سبب ہے اور اگر وہ نہ نکلنے پر اپنے آپ کو مجرم نہیں سمجھ رہا ہے تو پھر توفیق کا سبب نہیں بلکہ محرومی کا سبب ہے، بس! یہ اِحساس پیدا کرنا چاہتے ہیں، کہ ایک آدمی اپنے اندر سے محسوس کرے کہ ہاں! میں کیوں نہ نکلا!!۔

ہر سال نکلتے تھے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک سال کا خروج چھوٹا صرف، وہ اِس لیئے کہ اُن کی جماعت کا ذمہ دار ایک جوان آدمی تھا، میں تو پُرانا ہوں یہ نیا ہے، اب اِس نئے کے تابع ہو کے کیا چلیں گے ہم!!، سنو! اِس چھوٹے کے تابع ہو کے کیا چلیں گے؛ ایک سال کا خروج اِس لیئے چھوٹ گیا کہ جماعت کا ذمہ دار نیا آدمی تھا، اب میں پُرانا ہوں یہ نیا ہے، اَمیر اِس کو بنا دیا ہے اِس لیئے آپؓ نہیں نکلے؛ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ پچھتایا کہ مجھے کیا مطلب تھا اِس سے کہ امیر نیا ہے یا پُرانا ہے، چھوٹا ہے یا بڑا ہے!! مجھے اِس سے کیا مطلب تھا، نکلنا تو اللہ کا اَمر تھا نا، مَیں نے اللہ کا اَمر کیوں چھوڑا!!۔ (قصة ابی ایوب فی ذالک، حیاۃ الصحابہؓ عربی، ج1 ص: ۵۸۰) بس! ہم میں اور صحابہؓ میں فرق یہ ہے کہ وہ اللہ کا اَمر سمجھ کر نکلتے تھے اور ہم نکلنے کو اللہ کا اَمر نہیں کرتے۔ اِس لیئے میرے دوستو عزیزو! اِس رُخ پر کام کو لانے کی ضرورت ہے۔ آپ یہ مت دیکھیئے کتنی جماعتیں نکل گئیں، آپ یہ دیکھیئے کہ کتنوں کی نہیں نکلیں۔ اِرتداد کتنا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں جماعتیں کتنی ہیں، ہم پوچھتے ہیں اِرتداد کتنا ہے؟ آپ کہتے ہیں نکلنے کا موسم ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اِرتداد کا موسم ہے؟۔ جب اِرتداد کا موسم نہیں تو نکلنا کا موسم کیسے ہوسکتا ہے!! اِس رُخ پر اپنے مجمع کو لے کر چلو، میں آپ سب سے کہہ رہا ہوں۔ حضرتؒ کے بیانات اِہتمام سے پڑھو تو پتہ چلے گا۔ اصل میں لوگ جذبات سے ڈرتے ہیں اور جذبات ہی اصل محرک ہیں۔ اگر جذبات نہیں ہیں تو اُمت مردہ ہے، جذبہ ہی محرک ہے اور اُمت کی عزیمت اور اُمت میں ترقی کے لیئے صحابہؓ ہی اصل نمونہ ہیں۔ لوگ بعد والوں کو بیان کرنے لگے ہیں جس سے قربانی کی سطح نیچے آرہی ہے؛ اِس لیئے خُروج کے فضائل خوب بیان کرو اور خُروج میں تاخیر پر جو وعیدیں ہیں اُنہیں بیان کرو تا کہ اُمت کو معلوم تو ہو کہ صحابہؓ کا نکلنا کس لیئے تھا، ورنہ صرف غزوات کی حد تک خُروج کو سمجھ کر لوگ بھی بیٹھ گئے ہیں کہ اب قتال نہیں ہے تو خروج بھی نہیں ہے!! ورنہ 70 علماء جو شہید کیئے گئے ہیں بغیر کسی غزوہ کے، بغیر کسی قتال کے، بغیر کسی معرکہ کے، بغیر کسی مقابلہ کے وہ صرف علم پہنچانے کی غرض سے نکلے تھے؛ میں نے عرض کیا تھا کہ نَفر صرف دو کاموں کے لیئے تھا: دعوت اور تعلیم۔ خُروج صرف دو کاموں کے لیئے تھا: دعوت اور تعلیم، اِتنے اعلیٰ مقاصد کو چھوڑ کر لوگ بے چارے یوں سمجھتے ہیں کہ بھئی! خُروج تو قتال کے لیئے ہوا کرتا تھا!!۔ مجھے تو بہت حیرت ہوئی۔

اِس لیئے میرے دوستوعزیزو! ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہرسال 4 مہینے خروج کے لیئے اپنا جزوئے زندگی نہیں بنایا تو ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتے۔ لوگ کہتے ہیں نا اور بھی تو کام ہیں یہ تھوڑی ہے؛ کیونکہ مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات تو پڑھتے ہی نہیں؛ آخر کیوں کہی یہ بات کہ اگر ہرسال 4 مہینہ کا خُروج جزوئے زندگی نہ بنایا تو ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتے' شروع میں عرض کردیا تھا یہ تو میں نے' کہ ایمان کے ازدیاد کا سبب بھی دعوت ہے اور ایمان کے وجود کی علامت بھی دعوت ہے۔ جی ہاں! اگر آپ دعوت دیتے ہیں تو آپ کے پاس ایمان ہے اور اگر آپ دل سے کڑھتے بھی نہیں ہیں مُنکر کو دیکھ کر تو پھر غور کرنا پڑے گا کہ کیا ایمان کی کوئی رَمَق آپ کے اندر باقی رہی ہے؛ یہ لکھا ہے علماء نے میں تمہیں جو عرض کرر ہا ہوں، پڑھیں' دیکھیں۔ اِس لیئے اِس کے لیئے عزم کرو اور اِرادے کرو کہ اِن شاءاللہ ہمیں کام کو کام بنا کر کرنا ہے۔ ہمتیں کر کے فرماؤ! جو علماء ماشاءاللہ سال پورا کر چکے ہیں وہ عرب سال کے لیئے اور جو سال کے لیئے آئے ہیں سال پیش کریں اور باقی مجمع اِس کا عزم کرے کہ ہرسال 4 مہینہ خروج کے لیئے ہمیں مختص کرنا ہے۔

۱۰/جمادی الثانیہ ۱۴۴۴ھ م 3/جنوری 2023ء بروز منگل، قبل ظہر۔ بنگلہ والی مسجد مرکز حضرت نظام الدین، دہلی

دُعاء سے پہلے۔ حضرت جی دامت برکاتہم

1) اللہ تعالیٰ کے یہاں محنت کو قبول کراؤ، اخلاص کے ذریعہ اور دُعاؤں کے ذریعہ، جس کے لیئے کیا جارہا ہے وہ اس سے مستغنی ہے، اس کے لیئے اپنی محتاجگی کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔

2) جو آدمی دُعاء کے بغیر دعوت کا کام کرر ہا ہے وہ مدعی (دعویٰ کرنے والا کہ مجھ سے ہورہا ہے) ہے داعی نہیں۔

3) جو لوگ ترکیبوں سے مسائل حل کرانا چاہتے ہیں اُن کی دُعاء کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

4) ایک دن بھی کسی کام والے کا دُعاء کے بغیر نہ گزرے۔

5) ہم رونے اور مانگنے کی مقدار کو بڑھائیں۔

6) اس راستہ میں ایک فرد کی غفلت کا اثر پوری جماعت پر پڑتا ہے۔

7) جہاں قتال نہیں تھا وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نماز و دُعاء کا وہی حال تھا جو حال قتال کے میدان میں تھا۔

8) اُن دُعاؤں کا اہتمام زیادہ کرو جو غزوات کی دُعائیں ہیں۔ اـ (دیکھیئے: حیاۃ الصحابہؓ اُردو جلد اوّل صفحہ نمبر 521) (حیاۃ الصحابہ عربی، جلد اوّل، صفحہ نمبر 614)

9) لوگ اپنی ذاتی ضرورتوں کو سہی دُعاء میں خوب مانگتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعاؤں میں اُمت کا حصہ ذاتی ضرورتوں سے زیادہ ملے گا۔

10) قیام اللیل نہیں ہے تو پھر آدمی ایک مردہ جسم ہے۔

11) حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ مامورین کے علاوہ امراء کو تاکید کرتے تھے دو باتوں کی: (۱) تلاوت۔ (۲) قیام اللیل۔

12) اب تو ہمیں تقاضوں کی وجہ سے ذکر کا موقع ہی نہیں ملتا، کہتے ہیں یہ افضل ہے یا مفضول، یہ شیطانی دھوکہ ہے۔

13) ایک آدمی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی کیونکہ آپؐ اوراد مکمل فرمارہے تھے۔ (عن المغيرة بن شعبة رضى الله عنه قال: استأذن رجل على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو بين مكة والمدينة وقال: <<قدفاتني الليلة حزبي من القرآن واني لاأوثر عليه شيئا<<)

(کنزالعمال، جلد1۔ حیاۃ الصحابہؓ عربی، ج:۳، ص ۴۰۲)

14) آپؐ روزانہ تہائی رات میں عشاء کے بعد وفود کے پاس جاتے تھے ایک دفعہ تاخیر سے پہنچنے کی وجہ بتلائی کہ میں اوراد پورے کررہا تھا۔ ۴؎ (فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِحْتَبَسْتَ عَنَّا اللَّيْلَةَ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِيْ كُنْتَ تَأْتِيْنَا فِيْهِ فَقَالَ: <<اِنَّهٗ طَرَأَ عَلَيَّ حِزْبِيْ مِنَ الْقُرْآنِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ لَّا أَخْرُجَ حَتّٰى أَقْرَأَهٗ)۔

(کنزالعمال ۲۳۲، حیاۃ الصحابہؓ عربی ج:۳، ص:۴۰۱)

15) انفرادی اعمال اور اوراد کا خوب اہتمام کرو۔

16) حضرت جی نے ایک مرتبہ ایک آدمی سے پوچھا بیان کرو، عرض کیا: نہیں کروں گا۔ تنہائی میں پوچھا: کیوں معذرت کی تھی، فرمایا: رات تہجد چھوٹ گئی، اس لیئے بیان کرتے شرم آتی ہے۔

17) دُعاء ذکر ہو ورنہ سارے بیانات ذہانت کے ہوں گے۔

18) تہجد کے اہتمام سے دن کی محنت میں اور دین کی بات سمجھانے میں آسانی ہوتی ہے۔ ۳؎ (إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيْلاً۔ (سورۃ المزمل:6)

MARKAZ MALLEPALLY
MUOZZAMPURA, HYDERABAD
PH: 040 23342899,
WHATSAPP/CELL: 7842800278